جہاد کے احکام و مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

الجہاد الاسلامی

جلد ۱

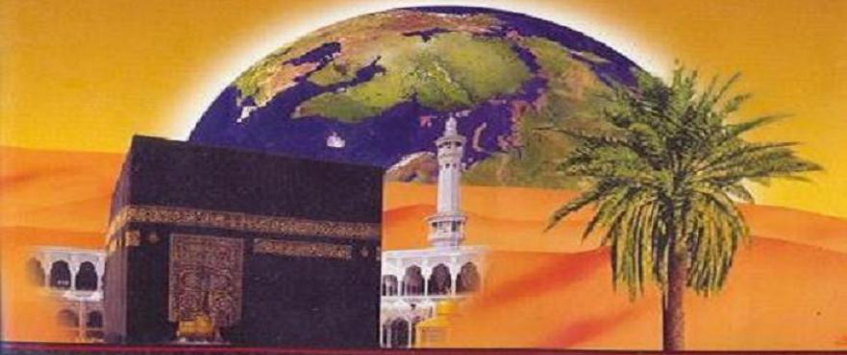

تالیف

مفتی عبدالرحمن الرحمانی

تہذیب و تسہیل

ابو سیاف اعجاز احمد تنویر

دار الاندلس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہاد کے احکام و مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

جلد نمبر ۱

الجہاد الاسلامی

جلد نمبر ۱

تالیف

فضیلۃ الشیخ مفتی عبدالرحمن الرحمانی حفظہ اللہ

تہذیب و تسہیل

ابو سیاف اعجاز احمد تنویر حفظہ اللہ

دار الخیال

4-لیک روڈ چوبرجی لاہور فون: 7230549-7240940-7231106

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

الجہاد الاسلامی

تالیف

عطاء اللہ مفتی عبدالرحمن الرحمانی

تہذیب وتنسیق

ابوسیاف اعجاز احمد تنویر

کمپوزنگ: ..... عبدالقدوس

اشاعت: ..... مارچ 2004

تعداد: 1000

ناشر: ..... دارالاندلس

قیمت: .....

ملنے کا پتہ

دارالاندلس 4- لیک روڈ چوبرجی چوک لاہور فون: 7230549 7231106 7240940

www.jamatdawa.org

الجہاد الاسلامی

جلد نمبر ۱

فہرست ابواب

جلد نمبر ۱

باب:۱	چند اہم بنیادی باتیں	۴۱
باب:۲	جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟	۶۷
باب:۳	فرض عین ہونے کے مستقل اور عارضی اسباب	۹۷
باب:۴	جہاد کے فرض عین ہونے کی شرائط	۱۳۱
باب:۵	جہاد اور حقوق الوالدین	۱۴۳
باب:۶	جہاد سے قبل امور	۱۷۷
باب:۷	خلافت و جہاد	۲۳۳
باب:۸	جہاد کی تعلیم اور ٹریننگ	۲۷۵
باب:۹	مورچہ بندی اور اسلامی سرحدوں پر پہرہ	۳۱۱

جلد نمبر ۲

باب:۱۰	قرآن کریم میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل	۳۳۵
باب:۱۱	احادیث میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل	۳۶۹
باب:۱۲	غازیانِ اسلام سے تعاون اور ان کے اہل خانہ کی نگرانی	۴۰۱
باب:۱۳	جہاد بالمال	۴۱۳
باب:۱۴	شہید اور شہادت	۴۴۳
باب:۱۵	شہادت فی سبیل اللہ اور گناہوں کا کفارہ	۴۹۳
باب:۱۶	شہداء کی زندگی کی حقیقت	۵۰۷
باب:۱۷	اخلاصِ نیت اور جہاد	۵۳۱
باب:۱۸	مجاہد فی سبیل اللہ کی حقیقت	۵۴۷
باب:۱۹	شہداء کے متعلق احکام	۵۶۷

جلد نمبر ۳

باب:۲۰	اسلامی اصول جنگ	۶۱۱
باب:۲۱	حالت جنگ میں اللہ تعالیٰ سے مجاہدین کا خصوصی رابطہ	۶۴۱
باب:۲۲	انسانی حقوق اور عدل و انصاف	۶۷۵
باب:۲۳	جنگی قیدی	۷۱۵
باب:۲۴	بغاوت کرنے والوں اور فساد پھیلانے والوں سے جنگ	۷۴۹
باب:۲۵	فریقین کے مابین صلح کا معاہدہ	۷۸۳
باب:۲۶	اموال غنیمت	۸۱۷

فہرست مضامین

- پیش لفظ ۲۹
- عرض ناشر ۳۲
- مقدمہ ۳۳
- مدعائے نگارش ۳۷

جلد ۱

باب:۱ چند اہم بنیادی باتیں

- علم جہاد کی اہمیت ۴۱
- جہاد کا لغوی معنی ۴۳
- جہاد کا شرعی اور اصطلاحی معنی ۴۳
- علم جہاد کا موضوع ۴۵
- علم جہاد کی غرض و غایت ۴۵
- اہداف و مقاصد اور ثمرات و نتائج ۴۶
- اقسام جہاد ۵۱
- جہاد کی اقسام بمعنی عام ۵۲
  - ① نفس کے خلاف جہاد ۵۲
  - ② شیطان کے خلاف جہاد ۵۳
  - ③ فاسقوں اور فاجروں کے خلاف جہاد ۵۴
  - ④ کافروں اور مشرکوں کے خلاف جہاد ۵۶
- فرضیت جہاد کے تدریجی مراحل ۵۷
  - پہلا مرحلہ، دعوت و جہاد ۵۷
  - دوسرا مرحلہ، اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت ۵۹
  - تیسرا مرحلہ، جہاد و قتال کی اولیں اجازت اور اس کے اسباب ۶۱
  - چوتھا مرحلہ، جوابی حملہ ۶۲
- اولاد اور وطن اسلام کا دفاع بھی ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے ۶۴

- پانچواں مرحلہ، قتال عام کی فرضیت ۶۵

جلد ۱ باب:۲ جہاد فرض عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

- فرض عین کی تعریف ۶۷
- فرض کفایہ کی تعریف ۶۷
- جہاد بمعنی عام فرض عین ہے ۶۷
- قرآن وسنت سے استدلال ۶۷
- اجماع امت سے استدلال ۶۹
- ''جہاد'' قتال کے معنی میں بھی فرض عین ہے ۷۰
- قرآن مجید کے دلائل ۷۰
- جہاد بالسیف کے بارے آیات ۷۱
- تم پر قتال فرض کردیا گیا ہے ۷۲
- جب جہاد کے لیے اعلان عام ہو جائے ۷۳
- جہاد کے ذریعے آزمائش ۷۵
- سنت سے دلائل ۷۶
- جہاد کے بارے میں چند منتخب احادیث ۸۱
- تخصیص کرنے والی آیات واحادیث ۸۴
- جہاد کے فرض عین ہونے پر آثار واقوال ۸۸
- فیصلہ کن بات ۹۴

جلد ۱ باب:۳ فرضِ عین ہونے کے مستقل اور عارضی اسباب

- فرض عین ہونے کے مستقل اسباب ۹۷
  - ① انسداد فتنہ اور غلبۂ دین ۹۷
  - ② جب دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے ۹۸
  - ③ جب جہاد کے لیے سب کو نکلنے کا حکم مل جائے ۱۰۱
  - ④ جب دشمن حملہ آور ہو جائیں نیز قریب ترین کافروں کی سرکوبی ۱۰۲
- جہاد کا تسلسل اور ترتیب نبوی ۱۰۴
- محدثین اور فقہاء کی گواہی ۱۰۶

- قریبی کافر اور جہاد کا تسلسل ۱۱۰
  - ⑤ قبول اسلام، جزیہ یا قتال فی سبیل اللہ ۱۱۱
- خلاصۂ کلام ۱۱۳
- فرض عین ہونے کے عارضی اسباب ۱۱۴
  - ① مومنوں کی مدد کرنا ۱۱۴
  - ② ظلم و زیادتی کی روک تھام کے لیے ۱۱۵
  - ③ مسلمانوں کے علاقوں کو کافروں کے تسلط سے آزاد کرانا ۱۱۶
  - ④ میدان جہاد میں موجود مجاہدین جب ناکافی ہوں ۱۱۷
- فرض کفایہ کا باطل تصور ۱۱۹
- امت محمدیہ کے لیے غور و فکر کا مقام ہے ۱۲۲
- عارضی اسباب میں فرضیت جہاد ۱۲۳
- ملت اسلامیہ سے ایک سوال ۱۲۴
- حاصل بحث ۱۲۵
- فرض کفایہ کی حقیقت ۱۲۵
- جید ائمہ اسلام کی گواہی ۱۲۶

جلد ۱ باب:۴ جہاد کے فرضِ عین ہونے کی شرائط

- تندرست، غیر معذور اور راہِ جہاد کے اخراجات کا متحمل ہونا ۱۳۱
- عاقل، بالغ اور مذکر ہونے کی شرائط ۱۳۳
- نابالغوں اور غلاموں کا جہاد ۱۳۳
- عورتوں کی جہاد میں شرکت کا حکم ۱۳۵
- بحری غزوات میں عورتوں کی شرکت ۱۳۶
- امہات المومنین رضی اللہ عنہن میدان قتال میں ۱۳۶
- مردوں کے ہمراہ خواتین اسلام کی غزوات میں شرکت ۱۳۷
- لہٰذا ثابت ہوا ۱۳۹
- اسلام کی ایک عظیم مجاہدہ ۱۴۰
- خواتین اسلام کے لیے لمحۂ فکریہ ۱۴۱

جلد ۱

باب:۵ جہاد اور حقوق الوالدین

- والدین کے ساتھ حسن سلوک ۱۴۳
- لہٰذا معلوم ہوا ۱۴۵
- والدین کے مشروط حقوق ۱۴۷
- والدین کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ۱۴۷
- والدین کی اطاعت یا والدین سے صلہ رحمی ۱۴۷
- اطاعتیں صرف تین ہیں ۱۴۹
- جہاد اور والدین کا حق ۱۵۰
- والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے والی احادیث ۱۵۱
- مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا ۱۵۳
- مذکورہ بالا شرائط کے دلائل ۱۵۳
  - پہلی شرط ۱۵۳
  - دوسری شرط ۱۵۴
  - تیسری شرط ۱۵۵
  - چوتھی شرط ۱۵۶
- جہاد اور والدین سے تعلقات ۱۵۷
- یہ کیسے ممکن ہے؟ ۱۵۷
- یہ کیسا عدل و انصاف ہے؟ ۱۵۷
- یہ کیونکر جائز و مناسب ہے؟ ۱۵۸
- یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟ ۱۵۸
- دونوں باتوں میں مطابقت کی صورت ۱۵۹
- مطابقت والے موقف کے دلائل ۱۵۹
- والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کرنے کی صحیح حدیث ۱۶۰
- لہٰذا معلوم ہوا ۱۶۰
- محدثین اور فقہاء کی وضاحت ۱۶۲
- فرضیت جہاد کے حالات و مراحل ۱۶۶
  - پہلی حالت ۱۶۷

- دوسری حالت ۱۶۹
- امت مسلمہ کی موجودہ حالت پر غور وفکر ۱۶۹
- یہ وقت قیام ہے ۱۷۰
- مفروض کا جہاد ۱۷۱
- مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا ۱۷۴

جلد ۱ باب:۶ جہاد سے قبل امور

- ① اللہ تعالیٰ پر ایمان ۱۷۷
- ② عمل صالح ۱۸۰
- مجاہد فی سبیل اللہ کا گناہوں سے اجتناب ۱۸۲
- پہلی وجہ ۱۸۶
- دوسری وجہ ۱۸۷
- ③ دعوت وتبلیغ ۱۸۸
- دعوت وتبلیغ کے اصول وقواعد ۱۹۰
- ④ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ۱۹۱
- مذکورہ بالا آیات واحادیث سے حاصل شدہ اسباق ۱۹۵
- ⑤ دوستی اور دشمنی کا معیار ۱۹۸
- کافروں اور مشرکوں سے دوستی حرام ہے ۲۰۰
- جناب ابراہیم علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ ۲۰۱
- مومنوں سے دوستی اور محبت واجب ہے ۲۰۲
- ذکر کی گئی آیات سے واضح ہوا ۲۰۳
- ⑥ اللہ کی راہ میں ہجرت ۲۰۵
- ہجرت کی تعریف، اہمیت اور فضیلت ۲۰۵
- ہجرت فرض ہے ۲۰۷
- انصار ومہاجرین کے درمیان بھائی چارہ ۲۰۹
- انصار ومہاجرین کے درمیان وراثت کی تقسیم کا حکم ۲۱۰
- مذکورہ آیات واحادیث سے حاصل شدہ احکام ومسائل ۲۱۱

⑦ جماعت و امارت ۲۱۳
جماعت کی ضرورت و اہمیت ۲۱۴
امیر کی اطاعت و فرماں برداری ۲۱۷
اللہ کی صفات اور فرائض ۲۲۰
مذکورہ آیات و احادیث سے حاصل شدہ احکام و مسائل ۲۲۵

جلد ۱ باب: ۷ خلافت و جہاد

خلافت کا تصور اور گمراہ فرقے ۲۳۳
خلیفۃ المسلمین کی موجودگی میں جہاد کے فرض ہونے کے دلائل ۲۳۶
پہلی دلیل ۲۳۶
دوسری دلیل ۲۳۷
تیسری دلیل ۲۳۸
چوتھی دلیل ۲۳۸
پانچویں دلیل ۲۳۹
دلائل کا جائزہ ۲۳۹
پہلی دلیل کا جواب ۲۳۹
دوسری دلیل کا جواب ۲۴۱
تیسری دلیل کا جواب ۲۴۴
① پہلی وجہ ۲۴۵
② دوسری وجہ ۲۴۵
③ تیسری وجہ ۲۴۶
چوتھی دلیل کا جواب ۲۴۶
پانچویں دلیل کا جواب ۲۴۸
خلافت کے بغیر جہاد کے وجوب کے دلائل ۲۴۸
قرآن مجید کی آیات سے ۲۴۸
مذکورہ بالا آیات کا خلاصہ حسب ذیل ہے ۲۵۱
رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے ۲۵۲

- خلافت کے اختتام اور جہاد کے دوام کی مختصر بحث ۲۵۳
- انقطاع خلافت پر صحیح احادیث ۲۵۳
- مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا ۲۵۵
- اے کاش.....! ۲۵۷
- ''عصابۃ المسلمین'' اور ''طائفہ منصورہ'' پر تحقیقی نظر ۲۵۷
- طائفہ کا معنی ۲۵۹
- عصابہ کا معنی ۲۶۰
- مذکورہ صحیح احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے ۲۶۰
- معسکر ابی بصیر رضی اللہ عنہ ۲۶۱
- سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا امارت کی ذمہ داری سنبھالنا ۲۶۴
- مذکورہ احادیث سے حاصل شدہ احکام و مسائل ۲۶۵
- اس مسئلہ کا بہترین حل ۲۷۰

جلد ۱ باب:۸ جہاد کی تعلیم اور ٹریننگ

- ''اِعداد'' کا لغوی معنی ۲۷۵
- ''اِعداد'' کا شرعی معنی ۲۷۵
- جہاد کی ٹریننگ کے متعلق شریعت کا حکم ۲۷۵
- فنون حرب وضرب کا سیکھنا بھی وراثت انبیاء ہے ۲۷۷
- قرآن مجید سے دلائل ۲۷۷
- مندرجہ بالا آیات سے حاصل شدہ چند فوائد ۲۷۹
- نشانہ بازی اور گھڑ سواری کے فضائل و مسائل ۲۸۰
- احادیث رسول سے دلائل ۲۸۰
- مذکورہ آیات و احادیث سے معلوم ہوا ۲۸۷
- گھوڑے باندھنا اور اس کی فضیلت ۲۹۱
- گھوڑ دوڑ کے مقابلے اور گھوڑوں کو موٹا تازہ کرنا ۲۹۸
- لفظ "تضمیر" کا معنی ۲۹۹
- مسابقت کا معنی ۲۹۹

- ثنیۃ الوداع کا مطلب ۲۹۹
- مقابلے میں نمایاں آنے والوں کے لیے انعام و اکرام ۲۹۹
- شرائط اور احکام ۲۹۹
- گھوڑوں کی اچھی اور بری صفات ۳۰۱
- جہاد کی بقاء اور جہادی وسائل ۳۰۳
- مذکورہ بالا آیات و احادیث کا خلاصہ ۳۰۵

جلد ۱

باب:۹ مورچہ بندی اور اسلامی سرحدوں پر پہرہ

- غرض و غایت اور اہمیت ۳۱۱
- رباط کا مطلب ۳۱۳
- رباط کا لغوی معنی ۳۱۳
- رباط کا شرعی معنی ۳۱۳
- رباط کے فضائل ۳۱۴
- چند الفاظ کے معانی ۳۱۶
- سرحدوں پر ڈٹے رہنے کی خصوصیات ۳۱۷
- اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صبح و شام نکلنا ۳۱۸
- حاصل کلام ۳۲۱
- راہ جہاد کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں ۳۲۱
- اللہ کے راستے میں پہرہ دینے کی اہمیت و فضیلت ۳۲۳
- مندرجہ بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا ۳۲۵
- طوبیٰ کے معنی ۳۲۶
- ''رباط فی سبیل اللہ'' کا دوسرا شرعی معنی ۳۲۸
- مذکورہ آیات و احادیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں ۳۳۰

جلد ۲

باب:۱۰ قرآنِ کریم میں جہاد اور مجاہدین کے فضائل

- قرآن مجید کی روشنی میں ۳۳۵
- جہاد کے لیے جانے والوں اور پیچھے بیٹھ رہنے والوں کا تقابل ۳۳۸
- جہاد کرنے والوں اور عبادت میں مصروف رہنے والوں کا تقابل ۳۳۹

پیش لفظ

(از قلم: محترم پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب)

مسلمانوں کی صدیوں کی عروج و زوال کی تاریخ میں جہاد بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ جب بھی صحیح بنیادوں پر جہاد ہوا مسلمان فتح یاب ہوئے۔ قوتیں، حکومتیں اور آزادیاں مسلمانوں کو ملیں اور جب جہاد کو ترک کیا گیا تو سب کچھ مسلمانوں سے چھن گیا۔ رسولِ اسلام جناب محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب مسلمان جہاد کو ترک کر کے ''دنیا کے بندے'' بن جائیں گے تو ذلتیں ان پر مسلط ہو جائیں گی۔ چنانچہ وہی ذلتیں آج نظر آ رہی ہیں۔ تقریباً سب ہی مسلم ممالک بدترین غلامی کا شکار ہیں اور مسلم حکمران کفار کی چاکری کے لیے مجبور ہیں۔ مسئلے کا ایک ہی حل ہے کہ امت مسلمہ متحد ہو کر جہاد کے فریضے کو ادا کرے اور ظلم و کفار کی غلامی سے نجات حاصل کر کے اللہ کے دین اسلام کو کرۂ ارض پر غالب کرے۔ اللہ اس خدمت اور قربانی کے صلے میں مسلمانوں کو انعامات سے نوازے گا۔

اگرچہ صدیوں سے مسلمانوں پر غلامی کی سیاہ رات چھائی ہوئی تھی لیکن ربع صدی سے حالات نے اس وقت پلٹا کھایا جب افغانستان میں روسی استعمار کے خلاف جہاد شروع ہوا اس سے امت مسلمہ کا رخ جہاد کی طرف مڑ گیا۔ بارہ سالہ جہاد افغانستان نے تخم ریزی کی اور سوئے ہوئے امت مسلمہ کے جذبے پھر سے بیدار کر دیئے۔ افغان جہاد کے بعد کشمیر، فلپائن، بوسنیا، فلسطین، چیچنیا اور دیگر کئی مقامات پر جاری ہونے والے جہاد نے دنیا کی سیاست ہی بدل کر رکھ دی۔ دنیا بھر کے کفار امریکی استعمار کی کمان میں جہاد اسلامی کے خلاف متحد ہو گئے۔ ستمبر ۲۰۰۱ء میں امریکہ میں رونما ہونے والے واقعات کے بعد امریکی صلیبی قیادت میں مسلمانوں کے خلاف معرکہ شروع ہو گیا اور امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔ اسلام دشمن یہودیوں اور ہندوؤں نے اس میں بڑا کردار ادا کیا۔ پھر عراق پر حملہ ہوا رفتہ رفتہ یہ جنگ پھیلتی جا رہی ہے اور اسلام اور کفر کے درمیان بڑے معرکے کی شکل اختیار کر گئی ہے۔

یقین ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ اس معرکے کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں نکلے گا اور کفر کی قوت ٹوٹے گی جس کے ٹوٹنے کا اس سے پہلے کوئی امکان نہیں تھا اور اسلام دنیا کی سب سے بڑی قوت بن کر ابھرے گا اور مسلمان متحدہ قوت کے ساتھ غالب آئیں گے۔ ان شاء اللہ۔

افغان جہاد کے بعد کشمیر کے جہاد نے جنوبی ایشیا کے مسلم خطے کو بہت متاثر کیا۔ افغانوں اور پاک و ہند کے مسلمانوں نے جان و مال کی بہت زیادہ قربانیاں پیش کیں۔ اس سے جہاد کی ایک فضا

بنی اور قافلوں کے قافلے جہاد میں شریک ہونے لگے۔ ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو جہاد کے بارے میں تحفظات رکھتا تھا۔ انہوں نے جہاد پر بڑے سوالات کھڑے کردیئے۔ ان میں بعض علماء بھی تھے، جنہوں نے علمی سطح پر مسائل اٹھائے۔ قربانیاں پیش کرنے والے نوجوان جب شبہات کو سنتے تو پریشان ہوتے اور علماء کی مجلسوں میں ان چیزوں کو پیش کیا جاتا۔ جہاد کے حق میں بات کرنے والے علماء شکوک و شبہات کا رد پیش کرتے۔ ان حالات میں ضرورت محسوس کی گئی کہ جہاد کے بارے میں بصیرت پیدا کرنے کے لیے ایسی کتاب مرتب کی جائے جو جملہ شبہات کا احاطہ کرے۔ اس سلسلہ میں مفتی عبدالرحمان الرحمانی ؒ نے بڑی محنت کرکے جہاد کے خلاف پھیلائی گئی چیزوں کو جمع کیا اور بڑے مدلل انداز میں ان کا رد کیا۔ چنانچہ یہ کتاب تیار ہوئی۔ کتاب کا اصل مقصد یہ ہے کہ جہاد سے وابستگی محض جذباتی نہیں بلکہ علم و بصیرت کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔

جہاد کے بارے میں سب سے اہم چیز اس کی تعریف ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ کیا اس دور میں جہاد ہوسکتا ہے اور یہ کہ جہاد کون کرے گا؟ برصغیر میں جہاد کی بہت سی تاویلیں کی گئی ہیں۔ انگریز نے جہاد کے خلاف بہت پراپیگنڈا کیا اور غلط فہمیاں پھیلائیں۔ بہت سی باتیں آج بھی وہی ہیں۔ حقیقت ہے کہ انگریزی استعمار مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے بہت خائف تھا۔ اسے ہندو یا دیگر مذاہب سے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ یہ اسلام ہی ہے جو غیر اللہ کی غلامی کو کسی شکل میں قبول نہیں کرتا اور مسلمان اپنے عقیدے کی بنیاد پر مجاہد ہوتا ہے۔ اس لیے برصغیر میں انگریز کے خلاف اٹھنے والی تمام تحریکوں میں روح رواں مسلمان تھے۔ چنانچہ انگریز نے اپنا تسلط قائم رکھنے کے لیے ایسے طبقوں کی بہت پذیرائی کی جو جہاد کے خلاف تھے۔ خصوصاً قادیانی طبقہ جن کے جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاد کے خلاف فتوٰی دیا اور انگریز حکومت کے خلاف تحریکوں کو دبانے کے لیے بہت کچھ لکھا۔ قادیانی متنبی نے موجودہ دور میں جہاد کی مشروعیت کو چیلنج کیا اور قرار دیا کہ اس دور میں جہاد ہو ہی نہیں سکتا۔ آج بھی بہت سے لوگ بغیر سوچے سمجھے جہاد کے خلاف وہی باتیں کررہے ہیں جو ہندوستان کے جھوٹے نبی نے کی تھیں۔

اسی طرح بعض صوفیاء کے طبقے بھی تھے جو جہاد کی مخالفت کرتے تھے۔ وہ خانقاہیت کو ہی اسلام سمجھتے تھے اور اسی کے ساتھ لوگوں کو وابستہ کرتے تھے۔ انگریز نے ان کو بھی بہت سہارا دیا..... انگریز کا ایک بڑا کارنامہ یہ بھی تھا کہ اس نے فرقہ واریت کو بہت ہوا دی۔ مسلمانوں کی قوت کو اس نے پارہ پارہ کردیا مسلمانوں کی زبانیں اور قلم ایک دوسرے کے خلاف چلنے لگے اور کفر کے فتوے لگنے لگے۔ اس کی تمام تر تدبیر کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان متحدہ قوت بن کر اس کے خلاف جہاد نہ کرسکیں۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی صحیح راہ نمائی نہیں ہوسکی۔ ان حالات میں بھی مجاہدین کا

میدانوں میں نکلنا اور عملِ جہاد کو جاری رکھنا بہت بڑی بات تھی۔ اللہ ان کی مساعی جمیلہ اور قربانیوں کو قبول فرمائے۔ ..... جہاد کے خلاف پھیلے ہوئے پراپیگنڈے کا آج بھی گہرا اثر موجود ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں ان پھیلے ہوئے تمام مسائل کو بڑی خوبی اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جہاد کی تعریف سے لے کر تمام اہم مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے جہاد کے فرض عین یا کفایہ کے مسئلے کی وضاحت کی گئی ہے۔

اسی طرح جہاد کے لیے والدین کی اجازت کے مسئلے کو مدلل بیان کیا ہے۔ خاص طور پر یہ مسئلہ کہ کیا حکومت اور خلافت کے بغیر جہاد ہو سکتا ہے؟ کشمیر و افغانستان میں جاری جہاد کی کیا شرعی حیثیت ہے؟ ''فی سبیل اللہ'' جہاد کونسا ہے اور آج جو جہاد ہو رہا ہے کیا یہ ''فی سبیل اللہ'' کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں؟ اور دیگر بہت سے مسائل جن کے بارے میں شکوک پھیلائے گئے تھے۔ کتاب میں پیش کر کے ان کے بارے میں قرآن وحدیث اور وضاحت کے لیے سلف امت کے اقتباسات دیئے گئے ہیں۔

یہ کتاب جس قدر تفصیلی ہے اس کا مطالعہ بھی اس قدر تفصیلی ہونا چاہیے۔ امید واثق ہے کہ جو شخص کتاب کو مکمل طور پر پڑھے گا اس کا ذہن بفضلہٖ تعالیٰ تمام شکوک سے پاک ہو جائے گا اور وہ بصیرت کے ساتھ جہاد کو بیان بھی کر سکے گا اور عملِ جہاد کو اختیار بھی کر سکے گا۔ ان شاء اللہ۔

کتاب کی تیاری میں محترم بھائی اعجاز احمد تنویر صاحب کی محنت بھی بہت زیادہ ہے۔ انہوں نے مشکل الفاظ اور عبارتوں کو آسان بنایا ہے۔ روایات کی تخریج کی ہے اور کتاب کو آسان انداز میں ترتیب دیا ہے۔ مفتی صاحب کی محنت سے صرف علماء ہی فائدہ اٹھا سکتے تھے لیکن اعجاز بھائی کی محنت سے کتاب عام لوگوں کے لیے بھی مفید ہو گئی ہے۔ اللہ دونوں بھائیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور تمام مسلمانوں کو کتاب سے کما حقہ فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے۔

ادارہ دارالاندلس کے لیے بھی دعا گو ہیں اور بھائی سیف اللہ، جن کے سینے میں بہت سے جذبات ہیں، کے لیے بھی دعا کرتے ہیں۔ اللہ سب سے کام لے اور آج جہاد کے سلسلے میں مسلمانوں پر جو آزمائش ہے اللہ اس میں سرخرو فرمائے۔ اللہ ہمیں توفیق بخشے کہ اخلاص اور محنت سے قربانیاں پیش کرتے جائیں اور اللہ ان قربانیوں کو قبول کر کے اور زیادہ نتیجہ خیز بنائے۔

حافظ محمد سعید

(امیر جماعۃ الدعوۃ۔ پاکستان)

عرض ناشر

اس وقت یقیناً کفر کی آندھی بڑی تیز چلی ہوئی ہے اور اس کی کوشش ہے کہ دین حق کی شمع کو اپنے اسلحہ و بارود کی آندھی سے بجھا دے لیکن دوسری طرف اصل سپر طاقت اللہ کا بھی اٹل اعلان ہے:

"(کافر) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھا دیں اور اللہ کو یہ بات منظور نہیں۔ وہ اپنا نور پورا کرے گا، اگرچہ کافر کتنے ہی ناخوش ہوں۔" [الصف=۶۱:۸]

زیر نظر کتاب "الجہاد الاسلامی" انہی حقیقتوں اور صداقتوں پر مبنی کتاب ہے۔ مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی حفظہ اللہ نے اسے مرتب کیا ہے۔ مفتی صاحب جماعۃ الدعوۃ کی ثالثی شرعی عدالت کے رئیس القضاۃ ہیں۔ دیگر علمی مسائل کے علاوہ فقہ الجہاد میں انہیں اللہ تعالیٰ نے خاص توفیق سے نوازا ہے۔ عصرِ حاضر میں جہاد کی شرعی حیثیت پر ہونے والے اعتراضات کا مدلل جواب دیتے اور خوب وکالت کرتے ہیں۔ کتاب کے چھبیس(۲۶) ابواب بنا کر ہر باب میں کتاب و سنت کی شرعی نصوص، صحابہ کرام و ائمہ عظام کے اقوال کے علاوہ ہر باب سے مستنبط مسائل و احکام کو باب کے آخر میں ترتیب سے درج کیا گیا ہے۔ جس سے کتاب کی افادیت میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔

چند سال قبل جب یہ کتاب مرتب کی گئی تو اس کا انداز بہت زیادہ فقہی اور علمی تھا۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ اس کی مکمل تخریج و تسہیل کر کے عام قاری کے لیے بھی مفید بنایا جائے۔ یہ ذمہ داری دارالاندلس کے رفیقِ علمی محترم اعجاز احمد تنویر حفظہ اللہ کی لگائی گئی۔ پانچ سال کی بھرپور محنت کے بعد اب یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ محترم اعجاز احمد تنویر صاحب کی محنت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ تقریباً ساڑھے چار سو (۴۵۰) صفحات کی اصل کتاب اب تقریباً نو سو (۹۰۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی افادیت کا اندازہ تو اسے پڑھنے ہی سے چلے گا۔ البتہ یہ کہنا بالکل مبالغہ نہیں ہوگا کہ جہاد کے مسائل و احکام پر یہ کتاب ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا جہاد سے محبت رکھنے والے ہر گھر میں ہونا وقت کی ضرورت ہے تاکہ آج کا مسلمان شرعی دلائل کے ساتھ کفر کی یلغار کا مقابلہ کر سکے۔

ادارہ دارالاندلس اس عظیم علمی و تحریکی اثاثہ کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ حقیقی طور پر کتاب کے معانی و مطالب سے مستفید ہونے کی توفیق دے اور اسے سب مسلمانوں کے لیے نافع بنائے۔ خاص طور پر جن دو احباب نے اس کی تالیف و ترتیب اور تہذیب و تسہیل پر شب و روز محنت کی اللہ تعالیٰ ان کے لیے اور ان کے عزیز و اقارب کے لیے دنیا و آخرت کی عظیم کامیابیوں کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

(دعاؤں کا طالب)

محمد سیف اللہ خالد

مدیر "دارالاندلس"

مقدمہ

(از قلم: محترم الشیخ مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی صاحب)

عالم انسانیت کی طرف اللہ تعالیٰ کے آخری رسول جناب محمد ﷺ جو پیغام لے کر آئے اس کا خلاصہ یہ تھا کہ جن و انس کی تخلیق کا واحد مقصد کائنات کو اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی خالص بندگی پر جمع کرنا اور ان کے درمیان عدل وسلامتی کو قائم کرنا۔ اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ ﴾

[الحدید ۵۷:۲۵]

''یقیناً ہم نے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمائی۔ تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔''

اس لیے رسالت کی بنیادی تعلیمات میں یہ بات شامل تھی کہ تمام انسان فطرتاً مساوی اور برابر ہیں۔ رنگ ونسل جغرافیائی حدود اور لسانیت کی اساس پر ان کے درمیان کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے۔ فرق و امتیاز صرف اور صرف انسانوں کے اعمال اور تقویٰ سے قائم ہوگا۔ اعلیٰ ترین عمل و کردار کا حامل افضل و اشرف ہوگا جبکہ ادنیٰ عمل و کردار کا حامل حقیر و کمتر تصور کی جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ ﴾ [الحجرات ۴۹:۱۳]

''اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ تمہارے کنبے اور قبیلے بنادیے ہیں۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔''

توحید و مساوات کی یہی دعوت اعلیٰ انسانی اقدار اور شرفِ انسانیت کے حصول کا وسیلہ بن سکتی ہے۔ لیکن اللہ کے ساتھ شرک اور مادہ پرستی کے علاوہ مختلف عصبیتوں کی ظلمتوں میں کھوئے ہوئے گمراہ انسانوں نے اس نہایت خوبصورت اور مبنی بر عدل ''دعوت حق'' کو قبول کرنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ حق و صداقت کے قبول کرنے والوں پر عرصۂ حیات تنگ کردیا۔ ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے اور ان کو اپنے آبائی گھروں سے ہجرت کرنے پر مجبور کردیا۔ یہی مظلوم و مہاجر انسان اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے حق دار ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ نے جہاد و قتال کی اجازت کی صورت میں مظلوموں کی حمایت اور ظلم و

جبر کے خاتمہ کے احکامات نازل فرمائے۔ تاکہ دنیا توحید اور امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝﴾ [الحج-۲۲-۳۹]

''جن (مسلمانوں) سے (کافر) جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔''

پھر چشم فلک نے دیکھا کہ جہاد اسلامی کی بدولت دنیا سے ظلم و جبر کا قلع قمع ہوا، عالمی امن وسلامتی کا قیام ممکن ہوا اور اسلامی خلافت کے قیام نے انسانی معاشرے میں نیکیوں کی اشاعت، برائیوں کے ازالہ اور بحیثیت انسان (مسلم وغیر مسلم) سب کے شخصی اور مذہبی حقوق محفوظ کرنے میں مثالی کردار ادا کیا۔ کسی کو شک ہو تو خلافت راشدہ کے سنہری ادوار کی تاریخ کا کوئی ورق کھول کر دیکھ لے۔

امت مسلمہ کا اقوام عالم کے مقابلہ میں یہ شرف صرف اور صرف توحید و عدل اور دعوت و جہاد کا ہی نتیجہ تھا۔ جب اور جیسے جیسے یہ بنیاد ضعیف اور کمزور ہوتی گئی امت کی پرشکوہ عمارت اسی نسبت سے شکست و ریخت کا شکار ہوتی رہی۔ تاہم دین حق کی تعلیمات عارضی اور جز وقتی نہیں بلکہ مستقل، دائمی اور عالمی ہیں۔ لہٰذا شرک باللہ اور ظلم وستم کی تاریکیاں جب بھی پھیلیں گی اور کرۂ ارضی پر طاغوتی فتنوں کا دور دورہ ہوگا تو ہجرت و جہاد کی ضرورت و اہمیت شدید سے شدید تر ہوگی، اللہ عزوجل کا دین غلبہ حاصل کرنے کے لیے اپنے پرستاروں کو زبانِ حال سے پکارے گا اور ہر صورت ان شاء اللہ العزیز اسلام غالب اور مستحکم رہے گا۔ دنیا میں دین حق کی حکمرانی ہوگی جو فلاح انسانیت کا ضامن ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝﴾ [الانفال-۸-۳۹]

''اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ ہی کا ہو جائے پھر اگر یہ (کافر) باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔''

اس آیت کی تائید میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی ہے:

((اَلْاِسْلَامُ يَعْلُوْ وَ لَا يُعْلٰى عَلَيْهِ)) [رَوَاهُ البخاری تعلیقاً]

'اسلام سربلند ہوتا ہے اور سرنگوں نہیں ہوتا۔''

یہ یقینی بات ہے کہ ایسے دین برحق کا غلبہ نہ ماضی میں دعوت و جہاد کے بغیر ممکن ہوا اور نہ مستقبل میں ہوگا۔ امت مسلمہ کی آخری زائل شدہ خلافت (خلافت ترکیہ) کے زوال کا واحد سبب کس کو معلوم

نہیں؟ یعنی کفار کی سازشوں سے مسلمانوں میں دینی غیرت کے مقابلہ میں عرب پرستی اور نسلی و لسانی عصبیتوں کے گندے جراثیم کا نشو ونما پاجانا زوال کا واحد سبب تھا۔ چودھویں صدی ہجری کے وسط سے پندرھویں کے اوائل تک کا دور بحمد اللہ زبوں حال امت کی اپنے اصل یعنی شرف وعزت کی طرف واپسی کا دور ہے، اطراف عالم میں ہر سو امت مسلمہ کی ''نشاۃ ثانیہ'' کے آثار ظاہر ہوئے ہیں، پھر ظلم و جبر کے خلاف ہجرت و جہاد کی ضرورت و افادیت کو تسلیم کیا جا رہا ہے، احیائے دین کا یہ عمل حیرت انگیز تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ مذکورہ حالات میں پوری دنیا میں موجود مظلوم و مقہور مسلمان جہاد اسلامی کے بارے میں چند سوالات اور تحفظات رکھتے ہیں، جن کے جواب دینے کے لیے عرب و عجم کے اہل قلم مسلمان مفکرین نے اب تک بہت کچھ لکھا ہے اور اس کے بے حد مفید نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ (فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ سَعْيَهُمْ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ)

جماعۃ الدعوۃ پاکستان خالصتاً ایک تبلیغی، دعوتی اور فکری تنظیم ہے۔ تاہم وہ جہاد فی سبیل اللہ کو بھی دین برحق کا اہم ترین فریضہ اور دعوت و تبلیغ کا تسلسل تصور کرتی ہے۔ اس کے امیر محترم حافظ محمد سعید حفظہ اللہ کی ترغیب اور بعض دیگر علماء کرام کے توجہ دلانے پر جہاد اسلامی کے موضوع پر یہ مجموعہ ترتیب دیا گیا ہے جس میں اختصار کے ساتھ جہاد کی اہمیت و افادیت سے لے کر اس کے نتائج و ثمرات اور مسائل و احکام تک جملہ امور کو قرآن و سنت کے دلائل کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب کے چھبیس (۲۶) ابواب کی فہرست ملاحظہ کرنے سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ مولف اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب رہا ہے؟

تاہم دلائل کی قوت کا دارو مدار ان کی صحت و پختگی پر ہوتا ہے قرآن حکیم سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اور مضبوط دلیل موجود نہیں ہے اور قرآن نے جہاد کو تمام موضوعات کے مقابلہ میں زیادہ مفصل و مدلل طور پر بیان کیا ہے۔ حتی کہ اس بات میں مبالغہ آرائی کا کوئی عمل دخل نہیں کہ کم از کم قرآن کا ایک چوتھائی حصہ (۱/۴) صرف جہاد کی تفصیلات پر مشتمل ہے۔ لہٰذا ہم نے دلائل کے میدان میں زیادہ تر انحصار قرآن پر ہی کیا ہے۔

اسلام میں دلیل و حجت کا دوسرا بڑا ماخذ سنت رسول ﷺ ہے۔ چنانچہ جا بجا صحیح احادیث ہمارے دلائل کی قوت بنتی رہی ہیں۔ اجماع امت میں سب سے بلند مرتبہ و مقام ''اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم'' کو حاصل ہے۔ لہٰذا آپ کو اس کتاب میں اجماع صحابہ سے بھی استدلال کی کئی مثالیں ملیں گیں۔ امت کے فقہاء اور محدثین کے اقوال تائید کے لیے ہمارے پیش نظر رہے ہیں۔ فقہی مسائل میں بغیر کسی تعصب کے صحیح ترین موقف کا انتخاب، اس کتاب کی امتیازی خصوصیت شمار کی جا سکتی ہے۔

بہر حال یہ مجموعہ ایک انسانی کوشش ہے۔ خطا و نسیان سے ہرگز مبرا نہیں۔ اہل علم سے امید رکھتے ہیں کہ جہاں کوئی کمی کوتاہی محسوس کریں اصلاح و نصیحت فرمانا نہ بھولیں۔ جہاد اسلامی کے موضوع پر اردو زبان میں یہ کاوش اگر اللہ کی توفیق و نصرت سے ملت اسلامیہ کی ''نشاۃ ثانیہ'' کی تحریک میں کوئی معمولی سرگرمی پیدا کرنے میں کامیابی حاصل کرلے تو مولف کے لیے ان شاء اللہ دنیا و آخرت کی خوش بختی کا بڑا وسیلہ ہوگی۔

کتاب کی ترتیب و تالیف کے بعد تخریج و تحقیق، سلیس اردو زبان میں آسان و دلپذیر جملوں کا استعمال بہت ضروری تھا۔ تاکہ علماء کرام کے ساتھ ساتھ عوام الناس بھی اس علمی ذخیرہ سے مستفید ہوسکیں۔ اس سلسلہ میں محترم الشیخ اعجاز احمد تنویر صاحب میرے معاون رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مسلمانوں کی ایک بنیادی علمی ضرورت کی تکمیل میں حصہ ملانے کی توفیق بخشی۔ وہی اس کو شرف قبولیت بخشنے پر قادر ہے۔ اسی سے دعا و التجا ہے کہ یہ کوشش ناچیز کے لیے اور اس کے تمام ساتھیوں کے لیے ذخیرۂ آخرت بن جائے اور اس کے والدین کو اس عمل کے ثمرات کا وافر حصہ نصیب ہو، جن کی تربیت کی بدولت اے اللہ! تیرا یہ عاجز بندہ اس کام کے قابل ہوا۔ (رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا)

الراقم.....

عبد الرحمن الرحمانی بن سراج الرحمن بن محمد

غفر اللہ لہ ولوالدیہ

مدعائے نگارش

(از قلم: محترم اعجاز احمد تنویر صاحب)

اس دنیا میں جہاں کہیں بھی دین اسلام نافذ ہوا اور اسلامی معاشرہ قائم ہوا وہ صرف اور صرف دعوت و جہاد سے قائم ہوا۔ دعوت و جہاد میں سے بھی اقامت دین کا بڑا سہارا ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہی ہے۔ رسول مکرم نبی معظم جناب محمد ﷺ نے تیرہ برس مکہ مکرمہ کی گلیوں میں دعوت توحید پیش کی مگر وہ ''دعوت الی اللہ'' جہاد کے سہارے کے بغیر تھی۔ اس لیے اس میں کماحقہ نکھار پیدا نہ ہوا۔ مدینہ منورہ میں جب دعوت توحید کو جہاد کی تلوار کا سہارا ملا اور بدر و احد، احزاب و خیبر، حنین و تبوک اور فتح مکہ جیسے معرکے برپا ہوئے تو اسلام اور اسلامی معاشرہ نہ صرف پورے جزیرۂ عرب میں قائم ہوا بلکہ روم و ایران تک پہنچتا ہوا چہار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ کفار و مشرکین جوق در جوق دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے چلے گئے۔

جہاد فی سبیل اللہ اسلام کے قیام و نفاذ کا جہاں واحد ذریعہ ہے وہاں یہ مسلمانوں کی عزت و فلاح اور رفعت و بلندی کا واحد ضامن بھی ہے۔ تاریخ کے اوراق ان حقائق و شواہد سے بھرے پڑے ہیں۔ جب مسلمان جہاد کرتے تھے تو دنیا کی کوئی حکومت و سلطنت ان کے سامنے دم نہیں مارتی تھی۔ سب کے سب عاجز و درماندہ ہو کر اپنے زندہ رہنے کا ٹیکس ''جزیہ'' ادا کرتے تھے۔

مگر ..... آج مسلمانوں کی دنیا بھر میں کیا حالت ہے؟ تفکر و تدبر کے اس موڑ پر پہنچ کر علامہ اقبال کے وہ اشعار یاد آ جاتے ہیں:

کبھی اے نوجوانِ مسلم! تدبّر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تُو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا [کلیات اقبال:۳۲۱]

ایک دردمند مسلمان کھلی آنکھوں سارے حالات دیکھ رہا ہے۔ اس ساری صورت حال کا سب سے بڑا اور بنیادی سبب فقط ''ترک جہاد'' ہے۔ بڑی ہی وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث میں اس طرف رہنمائی اور تنبیہ فرمائی۔ آج ساری دنیا میں ہجرتیں صرف مسلمان کر رہے ہیں، گھر اور علاقے صرف مسلمانوں کے جلائے اور مسمار کیے جا رہے ہیں، پابندیاں اور جکڑ بندیاں صرف مسلم شخصیات اور تنظیمات کے لیے ہیں۔ کشمیر و فلسطین، کابل و

قندھار میں صرف مسلم عزتیں پامال اور نیلام ہو رہی ہیں۔ اس کی وجہ فقط یہ ہے کہ آج کا مسلمان کفار کی عسکری اور تہذیبی یلغار سے مرعوب ہو کر جہاد ترک کر چکا ہے۔ کفار سے جزیے کی وصولی کی باتیں، کفار سے نفرت و عداوت کا نظریہ، کفار کو غلام اور لونڈیاں بنانے کے احکام، کافر قیدیوں کو قتل کرنے کے اختیارات اور خلافت و امارت کا نظام سیاست یہ سب چیزیں آج ہمارے ذہنوں سے نسیاً منسیاً ہوتی جا رہی ہیں۔ یہاں تک کہ آج کا مسلم اسلام کی حقانیت، جہاد فی سبیل اللہ، شہادت فی سبیل اللہ اور اعلائے کلمۃ اللہ کی باتیں زبان پر لانے میں خوف اور ندامت محسوس کرتا ہے۔

اس خوف اور ندامت میں بہت زیادہ منفی کردار، درباری، سرکاری اور پیٹ کے پجاری علماء وسکالرز کا بھی ہے، جو جہاد فی سبیل اللہ جیسے بین الممالک متفقہ مسئلہ پر طرح طرح کی رقیق بحثیں چھیڑ کر عوام الناس کو جہاد سے متنفر کرتے ہیں۔ اس پورے تناظر میں مسلمانوں کے اندر جہاد کے خفتہ جذبات کو بیدار کرنے کے لیے اور جہاد کے حقیقی فہم، بصیرت اور حیثیت کو واضح کرنے کے لیے فضیلۃ الشیخ مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی (حفظہ اللہ) نے زیر نظر کتاب "**الجهاد الاسلامی**" علمی اور فقہی انداز میں ترتیب دی۔ اللہ رب العزت نے محترم و مکرم مفتی صاحب کو فقہ الدین میں خاص شرح صدر اور بالغ نظری عطا فرمائی ہے۔ بلاشبہ کتاب انتہائی مفید تھی۔ جہاد کے اغراض و مقاصد، اقسام و مراحل، فضائل و آداب، اسلامی اور غیر اسلامی جنگوں کے اصول اور تجزیے، اموال غنیمت سے حقوق العباد، شہداء کی نماز جنازہ اور فدائی کارروائیوں کی شرعی حیثیت جیسے جملہ اہم موضوعات پر قلم اٹھایا گیا تھا۔ کتاب کا انداز تحریر بہر حال محترم مفتی صاحب (حفظہ اللہ) کی عالمانہ شخصیت اور فاضلانہ وجاہت کے شایان شان تو تھا مگر اس کو مزید آسان اور عام فہم بنانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔

لہٰذا امیر محترم پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب (حفظہ اللہ) کی طرف سے مجھے یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ اس کتاب کو عام فہم اور سلیس بنایا جائے۔ جس کے لیے اس کتاب کو درج ذیل مراحل سے گزارنا پڑا۔

① **تسہیل:** کتاب میں جتنے مشکل جملے اور الفاظ تھے ان کو آسان مترادف الفاظ ہی بدل دیا گیا اور علماء کے ہاں معروف علمی اصطلاحات (Terminologies) کو عام فہم بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔

② **تکمیل:** بعض مقامات پر آیات و احادیث کا ابتدائی حصہ تحریر کر کے آگے ڈاٹس "....." ڈالے گئے تھے ان کو بھی مکمل طور پر ذکر کیا گیا۔

③ **تعلیق:** بعض مقامات پر مزید وضاحت کے لیے حواشی ذکر کیے گئے۔

④ **تہذیب:** کتاب میں اگر کہیں کوئی ضعیف حدیث آئی تو اس کو ختم کر کے اس مضمون کی کوئی صحیح حدیث ذکر کر دی گئی۔ سوائے ان مقامات کے جہاں ضعیف حدیث کو بیان کرنے کا مقصد ہی اس کے ضعف کو واضح کرنا ہے۔ اگر کوئی حدیث ایسی آئی جس کا ذکر کرنا بھی ضروری تھا مگر اس کو کچھ

محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے تو اس کو اس بنا پر ذکر کر دیا گیا کہ بعض محدثین نے اسے صحیح بھی کہا ہے۔ البتہ طرفین کے طویل موقف کو بیان کرنے کی بجائے اس حدیث کا صرف حوالہ ذکر کر دیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر چند احادیث کو ترتیب سے لا کر ایک حدیث کی شکل میں پیش کیا گیا تھا۔ ان احادیث کو بھی الگ الگ کر کے الگ الگ حوالہ جات ذکر کر دیے گئے۔

⑤ تسوید: مذکورہ بالا سارا کام کتاب کے مسودہ (فوٹو کاپی) اوراق پر تھا۔ اوپر تلے اور بین السطور اس قدر اوور رائٹنگ (Over writing) ہو چکی تھی کہ کمپوزنگ سے قبل نئے مسودے کی تیاری کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس طرح پوری کتاب کا اوّل تا آخر نیا مسودہ تیار کیا گیا۔

⑥ ترقیم: شروع سے آخر تک (عربی رسم الخط) میں مذکورہ آیات و احادیث کو الرقم المسلسل (Seirial nomber) لگا دیا گیا۔ اس کا فائدہ یہ تھا کہ مثلاً اگر ایک حدیث ایک سے زیادہ مقامات پر آئی ہے۔ اور وہ آئندہ کسی دوسرے مقام پر انہی الفاظ سے مروی ہے تو اس کے تحت مکمل تخریج دینے کی بجائے یہ لکھ دیا گیا ہے کہ "تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل :....."

⑦ تخریج: کتاب کی پہلی شکل میں اگرچہ احادیث رسول ﷺ اور اقوال سلف کے حوالہ جات مذکور تھے مگر ان پر بھی بوجوہ کام کرنے کی ضرورت پیش آئی اور یہ کام اس نہج پر کیا گیا کہ:

❶ آیات قرآنیہ کے حوالہ جات میں پہلے سورت کا نام، پھر سورت کا نمبر اور پھر اس سورت کی آیت کا نمبر دیا گیا ہے۔

❷ احادیث کی تخریج میں پہلے حدیث کی کتاب کا نام، پھر کتاب کی کتب (مثلاً کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجهاد یا کتاب المغازی وغیرہ) کا تذکرہ، پھر باب کا تذکرہ اور آخر میں حدیث نمبر ذکر کیا گیا ہے۔

❸ صحیح البخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کے ساتھ تو کسی وضاحت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کیونکہ سلف و خلف میں تمام علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان دو کتابوں میں تمام احادیث صحیح ہیں۔

❹ شیخین کی صحیحین کے علاوہ کتب ستہ کی باقی چار کتابیں سنن اربعہ (ابو داؤد + الترمذی + النسائی اور ابن ماجۃ) پر اکثر و بیشتر عصر حاضر کے عظیم محقق علامہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق پر اعتماد کیا گیا ہے اور ان کی سنن صحیحہ کے ہی رقم الحدیث ذکر کیے گئے ہیں۔

● اگر کوئی حدیث کتب ستہ (المعروف صحاح ستہ) کے علاوہ کسی اور کتاب سے تعلق رکھتی ہے تو وہاں صحیح اور ضعیف کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ صحیح اور ضعیف کہنے والے محدث کا تذکرہ بھی کر دیا گیا ہے۔

❻ کتب احادیث کے علاوہ کتب تفاسیر، کتب شروحات، کتب تواریخ و سیرت میں بالکل انہی کتابوں کے حوالہ جات برقرار رکھے گئے ہیں جو کتاب کے آخر میں مراجع و مصادر کے تحت وضاحت کردہ مطبوعہ میں مذکور ہیں۔ مسند احمد کے حوالہ جات بھی مراجع میں مذکور مطبوعہ کے مطابق ہیں۔ احادیث

کی تخریج میں جو میرے پیش نظر زیادہ تر کتب رہی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

- صحیح البخاری / بترقیم الدّکتور مصطفی دیب البغا/ طبع دار ابن کثیر دمشق بیروت
- صحیح مسلم بشرح النووی / بترقیم فؤاد عبد الباقی /طبع دار الکتب العلمیة بیروت۔ لبنان
- صحیح سُنَن ابی داؤد / بتصحیح الشیخ البانیؒ / طبع مکتب التربیه العربی لِدُوَلِ الخَلِیْجِ الریاض
- صحیح سُنَن الترمذی / بتصحیح الشیخ البانی / طبع مکتب التربیة العربی لِدُوَلِ الخلیج. الریاض
- صحیح سُنَن النسائی / بتصحیح الشیخ البانیؒ / طبع مکتب التربیة العربی لِدُوَلِ الخلیج . الریاض
- صحیح سُنَن ابن ماجة / بتصحیح محمد ناصر الدین البانی / طبع مکتب التربیة العربی لِدُوَلِ الخَلِیْجِ.
- ضعیف سُنَن اربعة / بتضعیف محمد ناصر الدین البانی / طبع المکتب الاسلامی بیروت . دمشق

تاہم اس پر جتنی بھی محنت ہوئی ہے بالآخر یہ ایک انسانی کاوش ہے ۔ جو کسی صورت بھی خطا و نسیان سے مبرّا قرار نہیں دی جا سکتی ۔ لہٰذا اگر کسی محترم بھائی کو کہیں کوئی قابل اصلاح چیز نظر آئے تو آگاہ فرما کر "عِنْدَ اللّٰهِ مَأْجُوْر وَ عِنْدَنَا مَشْكُوْر" ہوں ۔ آخر میں:

اوّلاً تو اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر گزار ہوں کہ جس نے مجھے اس کام کو سرانجام دینے کے قابل بنایا یہاں تک کہ یہ کارِ خیر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَات»

ثانیاً امیرِ محترم پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب (حفظہ اللہ) اور محترم الشیخ مفتی عبد الرحمٰن الرحمانی (حفظہ اللہ) میری طرف سے شکریہ کے حق دار ہیں کہ جنہوں نے ایک صبر آزما تاخیر و التوا کو برداشت کیا۔

ثالثاً محترم بھائی سیف اللہ خالد (حفظہ اللہ) (مدیر دارالاندلس) بھی شکریہ کے حق دار ہیں کہ جن کی توجہ اور بہت زیادہ دلچسپی سے یہ کتاب منظر عام پر آ رہی ہے ۔

رابعاً محترم الشیخ ابو ذر زکریا صاحب (حفظہ اللہ) بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے چوتھی اور آخری پروف ریڈنگ کے لیے وقت نکالا۔

خامساً یقیناً ناانصافی اور ناشکری ہوگی اگر محترمہ ام سیاف صاحبہ (وفاق المدارس/ فاضل عربی) کا تذکرہ نہ کیا جائے جنہوں نے احادیث کی تلاش اور مسوّدہ کی تیاری میں بھرپور تعاون کیا۔

المختصر اس کتاب میں تعاون کرنے والے تمام احباب گرامی کو اللہ تعالیٰ جزائے جمیل و جزیل عطا فرمائے۔ اس کتاب کو عامۃ الناس کے لیے "جہاد فی سبیل اللہ" میں اپنا بھرپور اور مثبت کردار ادا کرنے میں مدد و معاون بنا دے تاکہ کفار و منافقین کی سازشیں ناکام ہوں اور دین اسلام غالب و فاتح بنے۔

((اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْجِهَادَ وَالْمُجَاهِدِيْنَ. اَللّٰهُمَّ مَنْ اَرَادَ بِالْجِهَادِ سُوْءًا فَاشْغِلْهُ بِنَفْسِهٖ وَ رُدَّ كَيْدَهٗ فِيْ نَحْرِهٖ وَ اجْعَلْ تَدْبِيْرَهٗ تَدْمِيْرًا عَلَيْهِ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ)) « آمین »

العبد الفقیر الی رحمة ربه القدیر

ابو سیاف اعجاز احمد تنویر (عفی اللہ عنہ)

۲۰ محرم ۱۴۲۵ ھجری / الموافق ۱۲/۰۳/۲۰۰۴

باب:۱

چند اہم بنیادی باتیں

علم جہاد کی اہمیت:

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔اس کے تمام فرائض و واجبات پر عمل کرنا دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کی ضمانت ہے۔بالخصوص فریضۂ جہاد جو اسلامی کوہان کی چوٹی ہے، اعلاء کلمۃ اللہ کا سب سے بڑا اور قابل فخر ذریعہ ہے، توحید و رسالت کی گواہی پر پوری کائنات کو جمع کرنے کا عظیم الشان راستہ ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کی زمین پر پھیلے ہوئے ظلم وفساد کے انسداد اور انسانی جبر وقہر کے ازالہ کا مؤثر ترین وسیلہ ہے، مظلوموں، مقہوروں اور مجبوروں کے لیے عدل و انصاف فراہم کرنے کا سبیل برحق اور اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی اور دعوت حق کے قیام کا صراط مستقیم ہے۔

جہاد: انسانوں کی دینی زندگی میں اجتماعی رنگ پیدا کرنے کی اساس —— مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ وابستگی کے لیے انتہائی ثمر بار —— خلیفہ و امیر کی اطاعت و فرمانبرداری کا اصل میدان------نظام خلافت و امارت کے حصول کا صحیح ترین راستہ —— اور خلافت وامارت کے ثمرات و برکات سے فیض یاب ہونے کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔

جہاد: بلند مقاصد اور عظیم درجات تک پہنچنے کی سیڑھی —— ارکان اسلام کا اصل الاصول —— نماز اور زکاۃ کے نظام کو قائم کرنے کے لیے عظیم ترین راستہ —— روزہ، حج اور اللہ تعالیٰ کے دیگر شعائر کی تعظیم وتکریم کے لیے عظیم ترین وسیلہ ہے۔

جہاد: طائفہ منصورہ یعنی سلف صالحین کا سب سے بڑا شعار ہے —— مسلمانوں کی جماعت حقہ کے لیے باعث صد افتخار ہے۔اجر وثواب، مال غنیمت اور شہادت فی سبیل اللہ کے حصول کا موجب ہے —— تمام اسلامی اعمال میں اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین عمل ہے۔

جہاد: تمام صغیرہ گناہوں کی تلافی اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے کفارہ

- اسلام کے دوام وقیام کا ذریعہ
- دین اسلام کے احیاء و بقاء
- مظلوم، بے بس اور کمزور مسلمانوں کی نصرت وحمائت
- حیات ابدی کے حصول
- اللہ کے تیار کئے ہوئے باغات میں دخول
- اور بالآخر رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ أَكْبَرُ اور اپنے رب سے ملاقات کی دائمی لذت و راحت کے حصول کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔

تاہم:

دیگر دینی فرائض کے ساتھ ساتھ جہاد کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔تاکہ اللہ رب العزت کے احکام کے مطابق فریضۂ جہاد کو صحیح طور پر ادا کیا جاسکے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[۱] « مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ »[1]

''جس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتا ہے اس کو دینی علم و دانش عطا فرما دیتا ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "الجامع الصّحیح" میں فرمایا ہے: ہر قول وعمل سے پہلے علم حاصل کرنا ضروری ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲] ﴿ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ..... ﴾ [محمد=۴۷:۱۹]

''(اے نبی ﷺ!) اس بات کا علم حاصل کرلو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے.....''[2]

مزید برآں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

[۳] « طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ »[3]

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔''

---

[1] صحيح البخاري= كتاب العلم: باب مَن يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خيرًا يُفَقِّهْهُ في الدّين ، الحديث:٧١ (بتحقيق و ترقيم الدّكتور مصطفى ديب البغا ، المطبوع من دار ابن كثير دمشق بيروت) + صحيح مسلم= كتاب الزكوة : باب النّهي عن المسئلة ، الحديث:١٠٣٧ بترقيم فؤاد عبدالباقي مع شرح النّووي المطبوع دارالكتب العلمية، بيروت لبنان

[2] صحيح البخاري= كتاب العلم: باب العلم قبل القول والعمل.

[3] صحيح ابن ماجة = المقدمة: باب فضل العلماء والحثّ على طلب العلم ، الحديث:١٨٤ بتحقيق الألباني + صحيح الجامع الصّغير ، الحديث:٣٩١٣ بتحقيق الألباني + مشكوة = كتاب العلم : الفصل الثاني ، الحديث: ٢١٨

.....لہٰذا:

اسی ضرورت کے پیش نظر یہ مختصر مگر جامع کتاب جہاد کی تعلیمات اور احکامات کے بارے میں تالیف کی گئی ہے۔ جس کے جملہ دلائل قرآن مجید کی آیات ،رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث اور تسلیم شدہ حقائق پر مشتمل ہونگے ۔(ان شاء اللہ الرحمٰن)

جہاد کا لغوی معنیٰ:

لغوی اعتبار سے جہاد کے دو معانی ہیں:

1. «جَهَدَ» ''اس نے پوری طاقت کو صرف کیا'' اس لحاظ سے جہاد کا معنیٰ ہے:

« بَذْلُ الطَّاقَةِ وَالْوُسْعِ أَوْ هُوَ الْمَشَقَّةُ » [1]

''پوری طاقت وقوت کو کھپا دینا یا مشقت برداشت کرنا۔''

2. « اَلْقِتَالُ مَعَ الْعَدُوِّ » [2]

''دشمن کے ساتھ لڑنا۔''

جہاد کا شرعی اور اصطلاحی معنیٰ:

جہاد کا شرعی معنیٰ خود رسول ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٤] «قَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَمَا الْجِهَادُ ؟ قَالَ : أَنْ تُقَاتِلَ الْكُفَّارَ إِذَا لَقِيْتَهُمْ » [3]

''ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ! جہاد کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہاد یہ ہے کہ تو کفار کے مقابلہ میں جنگ کرے۔''

حدیث مذکور کے مطابق جمہور فقہائے اسلام کے نزدیک جہاد کا شرعی معنیٰ صرف اور صرف کفار کے خلاف جنگ کرنا ہے۔ مطلق طور پر لفظ جہاد سے اسلام میں صرف یہی معنیٰ مراد لیا جاتا ہے۔ [4]

---

[1] القاموس: ١/ ٦٩٦ + لسان العرب + تاج العروس

[2] القاموس: ١/ ٢٩٦

[3] مسند احمد = ٤/ ١١٤ احمد عبد الرحمٰن البنّاء کہتے ہیں: '' اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔'' لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھئے : فتح الرّباني = القسم الأول التوحيد و أصول الدّين ، الفصل السادس في وفادة رجال من العرب لم يُسَمّوا (١/ ٧٤) المطبوع من "دار الحديث" القاهرة : بتحقيق و تبويب و ترقيم احمد عبد الرحمن البنّاء + المتجر الرّابح للذّمياطي، الحديث: ٧٩٧، المطبوع من "النّهضة الحديثة" مكة المكرمة.

[4] شرح زاد المستقنع: ٢/ ٣ + بدائع الصّنائع : ٩/ ٤٢٩٩ + سُبل السّلام : ٤/ ٨١ + فقه السّنّة : ٣/ ١٢٥

سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ کا مطالعہ کرنے والے پر یہ بات مخفی نہ رہے گی کہ قرآن مجید میں ''جہاد فی سبیل اللہ'' کا لفظ کفار کے خلاف جنگ کرنے کے علاوہ کسی دوسرے معنی کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ چند دلائل درج ذیل ہیں :

[۵]﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝﴾ [التوبۃ=۹:۷۳]

''اے نبی ﷺ ! کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کرو اور ان پر خوب سختی برتو (یعنی قتال کرو کیونکہ سختی کا استعمال صرف جنگ اور قتال ہی میں ہوتا ہے) ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔''

[۶]﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ ﴾ [النساء=۴:۹۵]

''مومنوں میں سے گھروں میں بیٹھ رہنے والے ـــــ ماسوائے معذور اور نابینا کے ـــــ اور اللہ کے راستے میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والے کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔''

(مذکورہ بالا آیت میں جہاد کرنیوالوں سے مراد قتال کرنیوالے ہی ہیں کیونکہ بیٹھ رہنے والوں کو میدان میں نکلنے والوں کے مقابلے میں ذکر کیا گیا ہے اور ''اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ'' کے الفاظ جنگ و قتال کے لیے واضح ترین قرائن ہیں۔)

[۷]﴿ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝﴾ [التوبۃ=۹:۸۱]

''رسول اللہ ﷺ سے پیچھے چھوڑے گئے لوگ پیچھے بیٹھ رہنے پر بہت خوش ہوتے ہیں اور انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد (قتال کرنا) ناگوار سمجھا اور لوگوں کو کہنے لگے گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دیجئے جہنم کی آگ گرم ترین ہے اگر وہ سمجھتے۔''

(ظاہر ہے کہ پیچھے چھوڑا جانا، پیچھے بیٹھ رہنا، جان و مال کے الفاظ کا استعمال، گھروں سے نکل کر میدان جنگ کی طرف جانے سے روکنا ایسے واضح اور منہ بولتے دلائل ہیں جن کی موجودگی میں جہاد کا معنی ''قتال بالکفار'' کے سوا کوئی اور نہیں کیا جا سکتا۔

[۸] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ [التوبۃ ۹: ۴۱]

" مسلمانو! تم ہلکے ہو یا بھاری ہر حالت میں نکلو اور اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ (یعنی قتال کرو کیونکہ ہلکے یا بھاری پن کے ساتھ نکلنا اور جان و مال کھپا دینا صرف جنگ و قتال کے لیے ہی ہوا کرتا ہے) یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جان لو۔"

یہ نمونہ کے طور پر چند دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔ وگرنہ بہت زیادہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس بات پر دلیل ہیں کہ مطلقاً جہاد کا لفظ شریعت اسلامیہ میں صرف "جنگ بمقابلہ کفار" کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے اور یہی جہاد اسلامی کوہان کی چوٹی اور اعلاء کلمۃ اللہ جیسے بلند ترین مقصد کا اصل موجب ہے۔ ہمارے علم کے مطابق تمام محدثین اور فقہائے اسلام کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں کتاب الجہاد کے تحت مذکور ابواب میں بالعموم " قتال بالکفار " کی آیات و احادیث ہی بیان کی گئی ہیں۔ ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، سنن بیہقی، سنن دارمی، سنن دار قطنی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ اور ان کے علاوہ فقہی ابواب پر ترتیب دی گئی دیگر کتب حدیث۔

علمِ جہاد کا موضوع:

علم جہاد کا موضوع "مسلم بحیثیت مجاہد" ہے۔ جس میں ایک مسلمان شخص کے ان احوال اور پیش آمدہ چیزوں سے متعلق بحث کی جاتی ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کفار اور منافقین کے ساتھ قتال کرتے ہوئے یا جہاد کی تیاری کے سلسلے میں اسے پیش آتے ہیں۔

علمِ جہاد کی غرض و غایت:

علم جہاد کی غرض و غایت یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کے کلمہ کو یعنی دین اسلام کو تمام ادیان پر بلند اور غالب کیا جائے اور آخرت میں اللہ کی تیار کی ہوئی جنت کو حاصل کیا جائے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کے ضمن میں مظلوم و مقہور اور مجبور و بے بس مسلمانوں کی نصرت —— اسلامی ممالک اور علاقہ جات کا تحفظ —— کفار و مشرکین کے غلبہ اور قبضہ سے مقبوضہ علاقہ جات کو آزاد کرانا —— اموال غنیمت کا حصول —— حصول جنت کے ضمن میں صغیرہ و کبیرہ گناہوں کا کفارہ —— حصول اجر و ثواب اور مذکورہ بالا تمام بلند مقاصد کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ضمانت کا حصول —— اس

جیسی اغراض شامل ہیں۔جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۹]« اِنْتَدَبَ اللّٰهُ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا اِيْمَانٌ بِيْ وَ تَصْدِيْقٌ بِرُسُلِيْ ، اَنْ اَرْجِعَهٗ بِمَا نَالَ مِنْ اَجْرٍ اَوْ غَنِيْمَةٍ اَوْ اُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ »[۵]

''اللہ تعالیٰ اس شخص کا ذمہ اٹھاتا ہے جو اس کی راہ میں جہاد کے لئے نکلتا ہے۔اس کو اللہ پر ایمان اور رسولوں کی تصدیق کے سوا کوئی چیز نہیں نکالتی ۔ (اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ) میں اس کو اجر یا غنیمت کے ساتھ واپس (اس کے اہل خانہ میں) لوٹاؤں گا یا پھر اس کو جنت میں داخل کردوں گا۔''

نیز محشر میں اعمال ناموں کے تولے جانے سے قبل ہی سبز رنگ کے پرندوں میں روحیں ڈال کر اللہ تعالیٰ شہداء کو بہشتوں کی سیر و سیاحت کراتا ہے ۔شہداء ان بہشتوں کی بیش قیمت نعمتوں سے لذت حاصل کرتے اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۰]« اَرْوَاحُهُمْ فِيْ جَوْفِ طَيْرٍ خُضْرٍ لَهَا قَنَادِيْلُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ ۔ تَسْرَحُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ شَاءَتْ »[۵]

''شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے جسموں میں ہوتی ہیں ۔جہاں چاہتی ہیں جنت کی سیر و سیاحت کرتی ہیں (اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی رہتی ہیں)۔''

اہداف و مقاصد اور ثمرات و نتائج:

جہاد کے اہداف و مقاصد اور ثمرات و نتائج درج ذیل ہیں:

① دین اسلام تمام اہل عالم کے لیے ہدایت و رحمت ہے اور جن و انس کو ایک رب کی خالص بندگی پر جمع کرنے کا مضبوط ترین ذریعہ ہے ۔اللہ کی حاکمیت اور عدل اجتماعی کو قائم کرنے کے لیے رکن اعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ظلم و جبر اور فتنہ وفساد کو مکمل طور پر ختم کرنے کا سب سے بڑا داعی ہے۔ مذکورہ بالا تمام مقاصد کے حصول میں بدترین لوگوں کی

---

۵ صحيح البخاري = كتاب الإيمان : باب الجهاد من الإيمان ، الحديث: ٣٦و أبواب الخُمُس: باب قول النّبيّ صلى الله عليه وسلم :((أُحِلّت لِيَ الغنائم)) الحديث:٢٩٥٥+صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله ، الحديث:١٨٧٦، الموطّأ للإمام مالك= كتاب الجهاد : باب التّرغيب في الجهاد

۵ صحيح مسلم=كتاب الإمارة : باب بيان أنّ أرواح الشّهداء في الجنة و أنّهم ﴿ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ وال مدرا-٣:١٦٩، الحديث:١٨٨٧

طرف سے پیدا کردہ رکاوٹیں دور کرنا جہاد کا سب سے بڑا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱] ﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [الأنفال = ۸: ۳۹]

''اور تم کفار سے فتنہ و فساد ختم ہونے تک اور پورا دین اللہ کے لیے خالص ہو جانے تک قتال کرو۔ اگر وہ (کفار) باز آ جائیں تو بے شک اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں دیکھنے والا ہے۔''

② شریعت مطہرہ اور دین حق کو قائم کرنے کے لیے اقتدار و حکومت اور قوت و طاقت کو حاصل کرنا بھی جہاد کے مقاصد میں سے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۲] ﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴾ [الحج = ۲۲: ۴۱]

''وہ لوگ (یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کرنے والے) اگر ہم ان کو زمین میں قوت و اقتدار عطا کریں تو نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، بھلائیوں کا حکم دیں گے اور برائیوں سے باز رکھیں گے۔ اور تمام معاملات کا انجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

نبی ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

[۱۳] « أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ » [1]

''مجھے لوگوں کے ساتھ مسلسل قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ وہ اللہ کے وحدہ لاشریک معبود ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت دینے لگیں، نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کر دیں۔ ایسا کر کے وہ اپنے خون اور مال مجھ سے محفوظ کر لیں گے سوائے کسی اسلامی حق کے (یعنی اگر کوئی مسلمان ہونے کے بعد کسی کو قتل کر دیتا ہے یا مرتد ہو جاتا ہے یا شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرتا ہے پھر اس کی جان کو مارنا اور خون بہانا اسلامی حکومت کے لیے جائز و مباح ہے) اور ان کے اعمال کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔''

③ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو ذلیل اور خوفزدہ کرنا نیز ان کی قوت و طاقت کے اثرات کو مظلوم و

---

[1] صحيح البخاري = كتاب الإيمان: باب ﴿ فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ﴾ (التوبة = ۹: ۵)، الحديث: ۲۵ + صحيح مسلم = كتاب الإيمان: باب الأمر بقتال الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله محمد رسول الله ....، الحديث: ۲۰

مقہور انسانوں سے زائل کرنا بھی مقصد جہاد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۴] ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ ﴾ [التوبة:۹:۲۹]

''ان لوگوں سے قتال کرتے رہو جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں جانتے اور دین حق کو اختیار نہیں کرتے، وہ لوگ جو اہل کتاب سے ہیں حتیٰ کہ وہ ذلیل ہاتھوں کے ساتھ جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

[۱۵] ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ ﴾ [الأنفال:۸:۶۰]

''دشمنان دین کے لیے ہر ممکن قوت جمع کرو اور گھوڑے باندھو جس سے تم اپنے اور اللہ کے دشمنوں کو خوفزدہ رکھو گے اور کچھ دوسرے لوگوں کو جو ان (ظاہری دشمنوں) کے علاوہ ہیں جن کو تم نہیں جانتے اللہ خوب جانتا ہے اور تم جو بھی چیز اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تمہارے اوپر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

④ مظلوم و مقہور اور ضعیف و ناتواں مسلمانوں کی نصرت وحمایت کرنا بھی جہاد کا مقصد ہے۔ تاکہ وہ ظالم و جابر کافروں کے پنجۂ استبداد سے نجات حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۶] ﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ ﴾ [النساء:۴:۷۵]

''اور تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر قتال کیوں نہیں کرتے ہو؟ جو بے بسی میں پکارتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے باہر نکال لے جس کے باشندے ظالم و جابر ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور مددگار عطا فرما۔''

⑤ دین حق کی سربلندی اور تمام ادیان باطلہ کی سرنگونی بھی مقاصد جہاد میں سے ہے۔ تاکہ ارض وسماء میں رب ارض و سماء کی حاکمیت قائم ہو اور انسانوں کے خود ساختہ اور خود تراشیدہ مذاہب نیست و نابود ہوں یا پھر دین حق کے تابع و غلام بن کر رہیں۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۷] « مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ »[۱]

"جس نے کلمۃ اللہ کی سربلندی کے لیے قتال کیا تو وہ ہی مجاہد فی سبیل اللہ ہے۔"

⑥ فَسَاد فِي الْأَرْض اور ظلم وجبر کا قلع قمع کرنا اور تمام عبادت گاہوں کو امن وتحفظ فراہم کرنا بھی مقاصد جہاد میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۸] ﴿ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ [البقرة:۲:۲۵۱]

"اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں (کفار ومشرکین) کو بعض لوگوں (مسلم مجاہدوں) کے ساتھ (جنگ و قتال کے ذریعے) سے نہ روکتا تو ساری زمین پر فساد برپا ہو جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو اہل دنیا پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۱۹] ﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾ [الحج:۲۲:۴۰]

"اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے سے بذریعہ جنگ و قتال دور نہ ہٹاتا تو ڈھا دیتے، گرجے، یہود کے عبادت خانے اور مساجد ـــــ جن میں کثرت سے اللہ کو یاد کیا جاتا ہے ـــــ گرا دیئے جاتے اور البتہ اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد کرتا ہے جو اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔"

⑦ مومنوں کے اعمال کو شرک اور ریاکاری سے پاک صاف کرنا تاکہ پتہ چل سکے کون اندر اور باہر سے پکے مومن اور مخلص مسلمان ہیں اور کن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری

---

[۱] صحيح البخاري= كتاب العلم: باب من سأل و هو قائم عالماً جالساً، الحديث:۱۲۳ =و كتاب الجهاد : باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا ، الحديث:۲۶۵۵+صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب من قاتل لتكون كلمة الله العليا فَهُوَ فِي سَبِيلِ الله ، الحديث:۱۹۰۴

ہے۔غزوۂ احد میں مسلمانوں کے لئے مصائب و آلام پر تبصرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[۲۰]﴿ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِي صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝﴾[آل عمران=۳:۱۵۴]

''تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے ارادوں کو آزمائے اور دلوں کی میل کچیل کو پاک صاف کردے اور اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو جاننے والے ہیں۔''

⑧ کفار کے مقابلے میں مومنوں کی استقامت و ثابت قدمی کا امتحان اور پھر اس امتحان میں پاس ہونے والوں کے لیے بلند درجات اور عظیم مراتب کی تعیین بھی مقاصد جہاد میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲۱]﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝﴾[آل عمران=۳:۲۰۰]

''اے ایمان والو! صبر کرو اور جنگ و قتال میں ایک دوسرے کو تھامے رکھو اور مورچوں پر ڈٹے رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

⑨ خطا کار مؤمنوں کے لیے تزکیہ و تطہیر اور گناہوں کی تلافی کے راستے پیدا کرنا بھی جہاد کا ایک مقصد ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۲۲]« اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ »[۴۲]

''اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا قرض کے علاوہ تمام گناہوں کا کفارہ ہے۔''

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۲۳]« لَا يَجْتَمِعُ كَافِرٌ وَقَاتِلُهُ فِي النَّارِ أَبَدًا »[۴۳]

''کافر اور اس کا (مومن) قاتل کبھی بھی جہنم میں اکٹھے نہیں ہونگے۔(یعنی کافر کو قتل کرنے والا مجاہد ان شاء اللہ بہر صورت جنتی ہے۔)''

⑩ جنت میں انبیاء اور رسولوں کے ساتھیوں اور ہمیشہ کی زندگی پانے والے شہداء کا انتخاب بھی جہاد سے ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

۴۲ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب من قتل فی سبیل اللّٰہ کفّرت خطایاہ إلّا الدّین، الحدیث:۱۸۸۶

۴۳ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب من قتل کافرًا ثمّ سدّد، الحدیث:۱۸۹۱

[۲۴]﴿ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَO﴾ [آل عمران=۳:۱۴۰]

(غزوۂ احد میں مسلمانوں کا کثرت سے زخمی ہونا اور قتل ہونا) اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو دیکھ لے اور تم میں سے چند لوگوں کو شہداء کے مرتبے پر فائز کر دے اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

مزید اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۲۵]﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَO﴾ [آل عمران=۳:۱۶۹]

"جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو ہرگز مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔"

جہاد کے اغراض و مقاصد کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

1. مشکوٰۃ المصابیح مع شرح الطیبی: ۷/۲۶۲-۳۱۳=کتاب الجهاد
2. زاد المعاد لإبن القيّم: ۲/۱۰۶-۱۱۴
3. حجّة الله البالغة: ۲/۱۷۰-۱۷۸
4. محاسن اسلام لمحمّد بن عبد الرحمٰن البخاری: ۷۱-۷۳
5. فقه السُّنة للسّيّد السّابق: ۳/۱۰۱-۱۲۷

اقسام جہاد:

جہاد فی سبیل اللہ کی کل تین اقسام ہیں:

1. جهاد بالمال
2. جهاد بالنّفس
3. جهاد باللّسان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲۶]﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَO﴾ [التوبة=۹:۴۱]

"تم ہلکے ہو یا بھاری، نکلو اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد و قتال کرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جان لو۔"

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۲۷] «جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ» [۱۴]

"مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرتے رہو۔"

حدیث مذکور میں کافروں اور مشرکوں کے خلاف جان، مال اور زبان کے ساتھ جہاد جاری رکھنے کے واجب اور فرض ہونے کی واضح دلیل موجود ہے۔ کافروں کے ساتھ جہاد کی فرضیت بہت سی قرآنی آیات سے ثابت ہے۔ [۱۵]

گذشتہ اوراق میں دلائل کے ساتھ واضح کیا گیا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا مطلقاً استعمال صرف اور صرف "کافروں کے خلاف جنگ کرنا" کے معنی میں ہوتا ہے۔

جہاد کی اقسام بمعنیٰ عام:

تاہم جب کسی قرینہ سے اس کو عام معنی میں لیا جائے تو اس کی درج ذیل چند اقسام ہوں گی:

1. نفس کے خلاف جہاد
2. شیطان کے خلاف جہاد
3. فاسقوں اور فاجروں کے خلاف جہاد
4. کافروں اور مشرکوں کے خلاف جہاد

(۱) نفس کے خلاف جہاد:

جہاد بالنفس کا مطلق معنی تو وہی ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں بیان کیا جا چکا ہے یعنی کفار کے ساتھ جنگ و قتال کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دینا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[۱۴] صحيح أبي داوٗد= كتاب الجهاد: باب كراهية ترك الغزو، الحديث:۲۵۰۲،۲۱۸۶+صحيح سنن النّسائي= كتاب الجهاد : باب وجوب الجهاد، الحديث:۲۹۰۰، و باب من خان غازياً في أهله ، الحديث:۲۹۹۱+صحيح الجامع الصّغير:۳۰۹۰+سنن الدّارمي= كتاب الجهاد:باب في جهاد المشركين باللّسان واليد، الحديث:۲۴۳۶مطبع:نشر السُّنّة ملتان+ المُستدرك علَى الصّحيحين للحاكم= كتاب الجهاد ، الحديث:۲۴۲۷+ صحيح ابن حبان ، الحديث۱۶۱۸+مسند احمد

[۱۵] نيل الأوطار:۷/۲۲۲-۲۲۴

[۲۸]﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ..... ﴾

[التوبة=۹:۴۱]

''جہاد کے لیے نکل پڑو، خواہ تم ہلکے ہو یا بھاری اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔''

اس کے علاوہ قرآن مجید میں اور بہت سی آیات اس معنی کی موجود ہیں۔ جبکہ اس کا ایک دوسرا معنی ''اللہ کی اطاعت کے لیے مجاہدہ نفس'' بھی ہے۔ اس کے لیے دو روایتیں پیش کی جاتی ہیں۔

[۲۹]« اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ »[۱]

''مجاہد وہ ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری پر لگا دیا۔''

[۳۰]« رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ »[۲]

''ہم جہاد اصغر (کافروں کے ساتھ جنگ) سے پلٹ کر جہاد اکبر (مجاہدہ نفس) کی طرف جا رہے ہیں۔''

اس موضوع پر ایک مستقل عنوان کے تحت تفصیل کے ساتھ بحث اسی کتاب کے باب نمبر ۷ ''خلافت و جہاد'' کے ذیلی عنوان ''خلافت کا تصور اور گمراہ فرقے'' میں ذکر کی گئی ہے۔ تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) شیطان کے خلاف جہاد:

اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت اور اس کے رسول کی اتباع کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ کے دشمن شیطان کی مخالفت کی جائے اور اس کو اپنا ازلی دشمن سمجھ کر مکمل دوری اختیار کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۱]﴿ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾

[یٰس=۳۶:۶۰]

''اے آدم علیہ السلام کے بیٹو! کیا میں نے (انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ) تم سے عہد نہیں

---

[۱] شُعَبُ الإيمان للبيهقي = السَّابع والسَّبعون من شُعَب الإيمان : باب في أن يُحِبَّ الرَّجُلُ لأخيه المسلم مَايُحِبُّ لِنَفْسِهِ و يكرَهُ لَهُ مَا يكرَهُ لِنَفْسِهِ، الحديث:۱۱۱۲۳، المطبوع من دارالكتب العلمية بيروت لبنان، +المُستدرَك على الصَّحيحين = كتاب الإيمان ، الحديث:۲۴+موارد الظَّمان إلى زوائد ابن حبّان، الحديث:۲۵+طبراني كبير:۱۸/۷۹۶+ مسند احمد :۶/۲۱۔شعیب الارناؤوط کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے۔ دیکھئے: الإحسان في تقريب صحيح ابن حبّا بتحقيق شعيب الارناؤوط، الحديث:۴۶۲۴،۴۷۰۶،۴۸۶۲۔

[۲] بیهقی فی الزهد(۱/۴۲) + تاریخ بغداد للخطیب بغدادی :۱۳/۴۹۴۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے ضعف کی مکمل اور مفصل وضاحت کے لیے دیکھئے سلسلة احاديث الضعيفة، الحديث:۲۴۶۰(۵/۴۷۸)

لیا تھا کہ شیطان کی بندگی نہ کرنا ، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۳۲]﴿ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝﴾

[البقرۃ= ۲: ۱۶۸، ۲۰۸+الأنعام= ۶: ۱۴۲]

" اور تم شیطان کے طور طریقوں کی اتباع نہ کرو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

اسی قسم کی بہت سی آیات ہیں جن میں شیطان کی مخالفت ،اس کے طور طریقوں کی نافرمانی اور اسے اپنا کھلا دشمن سمجھنے کے احکامات دیئے گئے ہیں۔

تاہم شیطان اور اس کے چیلوں سے جہاد کرنے کا عام فہم معنی قتال ہی ہے جس پر حسب ذیل آیت کریمہ دلیل ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۳۳]﴿ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَاۗءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝﴾[النساء - ۴: ۷۶]

" (اے ایمان والو!)تم شیطان کے دوستوں اور حواریوں کے ساتھ قتال کرو ۔بلاشبہ شیطان کا مکروفریب نہایت ہی ضعیف ہے۔"

مذکورہ بالا آیت سے یہ رہنمائی مل رہی ہے کہ شیطان کے دوستوں سے جہاد کا مطلب یہی ہے کہ کافروں کے خلاف جہاد کیا جائے ۔جب اس آیت کے سیاق وسباق کو ملحوظ رکھا جائے تو مزید واضح ہو جائے گا کہ جہاد بالشّیطان کا معنی شیطان کے دوستوں یعنی کافروں کے ساتھ جنگ وقتال ہی ہے۔اس بارے میں کسی بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

(۳)فاسقوں اور فاجروں کے خلاف جہاد:

اس کا دوسرا نام "تَغْيِيْرِ مُنْكَر "ہے یعنی برائی کو ختم کرنے کے لیے جہاد کرنا ۔اس کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

1. ہاتھ سے برائی ختم کرنا
2. زبان سے برائی ختم کرنا (یعنی برائی کے خلاف آواز بلند کرنا)
3. دل سے برائی کو برا سمجھنا

نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

[۳۴]" مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ ، فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ

فَبِقَلْبِهِ ، وَذَالِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ"[۴۸]

"جو شخص تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو ہاتھ کی قوت سے اس کو بدل دے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کے خلاف آواز بلند کرے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔"

اس طرح نبی ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

[۳۵] "مَامِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي، إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَ يَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ۔ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَالَا يَفْعَلُونَ۔ وَ يَفْعَلُونَ مَالَا يُؤْمَرُونَ۔فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ ۔ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ وَ مَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ ۔ وَ لَيْسَ وَرَآءَ ذَالِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ"[۴۹]

"مجھ سے پہلے جو بھی نبی مبعوث کیا گیا اس کی امت میں سے اس کے اصحاب اور انصار ہوتے تھے جو اسکی سنت کی پیروی کرتے اور اس کا حکم مانتے تھے۔ پھر ان کے بعد کچھ ایسے نا خلف (نالائق اور نا اہل) آجاتے جو ایسی باتیں کرتے جن پر خود عمل نہ کرتے اور ایسے اعمال بجا لاتے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ پس جو شخص ایسے نالائقوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے، جو ان کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو ان کے ساتھ اپنے دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے۔ اس کے بغیر ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان باقی نہ رہے گا۔"

مذکورہ بالا دونوں احادیث واضح کرتی ہیں کہ مندرجہ بالا تینوں قسم کا جہاد "جهاد بالكفار" نہیں بلکہ امت کے فاسق، فاجر اور نا اہل لوگوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ کافروں کے خلاف جہاد کی کوئی قسم ایسی نہیں جس کو "قلبی جہاد" قرار دیا جا سکے۔ وگرنہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہلکی پھلکی اور آسان ترین قسم امت کی خیر و بھلائی کے لیے لازمی طور پر بیان فرما دیتے۔ لہٰذا بعض لوگوں کا کفار کے مقابلے میں "قلبی جہاد" کی دعوت دینا سہل انگاری، کمزوری اور بزدلی کے سوا کچھ نہیں۔ بلکہ یہ

---

۴۸ صحيح مسلم = كتاب الإيمان: باب كون النهي عن المنكر من الإيمان وَ أَنَّ الإيمان يزيد و ينقص..... ، الحديث: ٤٩ + صحيح الترمذي= أبواب الفتن : باب ما جاء في تغيير المنكر باليد واللسان أو بالقلب، الحديث: ١٧٦٤ + صحيح ابن ماجة= كتاب إقامة الصلاة وَالسُّنَّة فيها : باب مَاجَاءَ في صلاة العيدين ، الحديث: ١٠٥٣ + صحيح أبي داؤد = كتاب الصلاة : باب الخطبة ، الحديث: ١٠٠٩

۴۹ صحيح مسلم= كتاب الإيمان : باب بيان كون النهي عن المنكر مِنَ الإيمان وَ أَنَّ الإيمان يَزِيدُ وَ يَنْقُصُ..... ، الحديث: ٥٠

امت مسلمہ کے لئے باعث صد افتخار، سب سے بڑے فریضہ اور اسلام کی چوٹی جہاد فی سبیل اللہ کو ختم کرنے اور نا قابل عمل ٹھہرانے کی ابلیسی چال ہے۔[۵] ((اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذَالِكَ))

(۴) کافروں اور مشرکوں کے خلاف جہاد:

یہی حقیقی اور اصلی جہاد ہے جس کو قرآن مجید میں ''جہاد فی سبیل اللہ'' کہا گیا ہے —— یہی بلند ترین چوٹی ہے —— یہی اعلائے کلمۃ اللہ کا موجب ہے —— یہی مظلوموں اور بے بسوں کی ڈھارس ہے —— عظیم ترین فریضہ اور افضل ترین عمل ہے —— اللہ کے لیے ہجرت کرنے والوں کا شعار ہے —— مومنوں کے لیے مضبوط دفاعی دیوار ہے —— دین اسلام کے دوام اور بقا کا ضامن ہے۔

عدل و انصاف اور شریعت مطہرہ کے عملی نفاذ کا ذریعہ ہے —— حاجیوں کو پانی پلانے اور خانہ کعبہ کو آباد کرنے سے بھی افضل و بہتر ہے —— گناہوں کا کفارہ اور باعث مغفرت و رحمت ہے —— اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانے کی سب سے بڑی نشانی ہے۔

یہ جہاد ہی —— آیت کریمہ [۳۶] ﴿ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾ [الحج-۲۲:۷۸] ''اللہ کے راستہ میں ایسے جہاد کرو جس طرح جہاد کرنیکا حق ہے'' میں ذکر کیا گیا '' —— كَمَا حَقُّهٗ '' ''جہاد'' ہے۔

یہی جہاد —— ارشاد باری تعالیٰ:

[۳۷] ﴿ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ ﴾ [الصف-۶۱:۱۰]

'' کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے دے'' میں ذکر کی گئی —— ''تجارت نجات'' ہے۔

یہی جہاد جنت کا سیدھا راستہ ہے —— اسی جہاد پر اللہ کے وعدے اور عظیم خوشخبریاں ہیں۔ قرآن و سنت کی لغت میں ہر جگہ یہی مقصود و مراد ہے —— اسی جہاد کو کرنے والا مجاہد ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہے —— ہمیشہ کی جنتوں کا حقدار ہے —— یہی مجاہد ہے جس کو اللہ کی طرف سے پکے مومن ہونے کا سرٹیفکیٹ ملتا ہے —— یہی مجاہد ہے جس کو اللہ کے ہاں ''سب سے بڑے درجے والا'' ہونے کا تمغۂ امتیاز ملتا ہے۔

---

[۵] ملاحظہ ہو تلبیس ابلیس: ۱۴۶۔ ۱۴۹

اس کے لیے مزید ملاحظہ فرمائیں:

۱ البقرة= ۲:۲۱۸	۲ آل عمران= ۳:۱۴۲
۳ النِّساء= ٤ / ۹٤	۴ المائدة=۵:۳۵۔۵٤
۵ الأنعام=٦:۱۰۹	۶ الأنفال=۸:۸۲،۷٤،۷۵
۷ التّوبة= ۹:۱٦۔۲۰، ٤۱۔٤٤، ۷۹۔۸۸	
۸ النّحل=۱٦:۳۸،۱۱۰	۹ الحجّ=۲۲: ۷۸
۱۰ الفرقان=۲۵:۵۲	۱۱ العنكبوت=۲۹:٦۔٦۹
۱۲ لقمان= ۳۰:۱۵	۱۳ النور= ۲:۵۳
۱۴ محمّد= ٤۷:۳۱	۱۵ الحجرات=٤۹:۱۵
۱٦ الممتحنة = ٦۰:۱	۱۷ التّحريم=٦٦: ۹
۱۸ الصّف=٦۱:۱۱	۱۹ فاطر= ۳۵:٤۲
۲۰ صحيح البخاری=كتاب الجهاد	۲۱ صحيح مسلم= كتاب الجهاد
۲۲ أبو داؤد	۲۳ جامع التّرمذی
۲۴ سنن النّسائی	۲۵ سنن ابن ماجة
۲٦ المؤطّا للإمام مالك اور دیگر کتب حدیث	

فرضیت جہاد کے تدریجی مراحل:

شریعت اسلامیہ کے دیگر احکام کی طرح بندوں کی سہولت کی خاطر اور دینی فرائض کو قابل قبول بنانے کے لیے جہاد میں بھی تدریج و ترتیب کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ذیل میں فرضیت جہاد کے تدریجی مراحل کا سلسلہ وار مختصر تجزیہ پیش خدمت کیا جاتا ہے:

پہلا مرحلہ، دعوت و تبلیغ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

[۳۸] ﴿يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝﴾ [المدثر- ۷٤:۱۔۳]

"اے کپڑا اوڑھنے والے! اٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کر۔"

اس مرحلے میں تبلیغ و دعوت میں جہاں کفار اور مشرکین سے پہنچنے والی ایذاؤں، سختیوں، مصائب و آلام میں درگزر کا حکم ہے وہاں جہاد باللسان کو جاری رکھنے کے واضح احکامات بھی موجود ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۹]﴿ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴾ [الطور= ۵۲:۴۸]

''اپنے مالک کے حکم پر صبر اختیار کیجئے۔یقیناً آپ ہماری نظروں کے سامنے ہیں اور تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ جب آپ کھڑے ہوں۔''

[۴۰]﴿ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيلَ ﴾ [الحجر= ۱۵:۸۵]

'' (کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف میں) بہت عمدہ درگزر کیجئے۔''

[۴۱]﴿ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴾ [الفرقان= ۲۵:۵۲]

''پس تو کفار کی بات نہ مان (اور قرآن کے دلائل سے) ان کے ساتھ زبردست جہاد کرتا رہ۔'' [۱]

اسی طرح ایک طرف تو کفار کے ساتھ قتال بالسیف سے ہاتھ روکے رکھنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۴۲]﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ﴾ [النساء= ۴:۷۷]

''آپ نے ان لوگوں کا حال نہیں دیکھا جن کو (ابتدائے اسلام میں) حکم دیا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ (قتال سے) روکے رکھو اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو۔پھر جب ان پر قتال فرض کیا گیا تو وہ لوگوں سے ایسے ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرنا تھا یا پھر اس سے بھی زیادہ۔''

جبکہ دوسری طرف زبان کے ساتھ جہاد کو ہی ہدایت اور نیکی کا اصل ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے لیے مکی سورت ''العنکبوت'' کی آخری آیت ملاحظہ ہو جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[۴۳]﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴾

[العنکبوت= ۲۹:۶۹]

''جو لوگ ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں ہم ان کو (دنیا و آخرت میں) اپنے راستوں کی بصیرت عطا کرتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

---

[۱] ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ۱۳/ ۳۹

یعنی محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ جنہوں نے احکام الٰہیہ پر عمل کر کے تبلیغ و دعوت کا جہاد کیا ہم دنیا و آخرت کے نامعلوم راستے بھی ان کو دکھلا دینگے۔ [۲۲]

ثابت ہوا فریضہ جہاد اپنی مختلف اقسام کے ساتھ ابتدائے اسلام سے اختتام وحی تک نبی ﷺ اور تمام مسلمانوں پر فرض عین کی صورت میں جاری و ساری رہا اور قیامت تک رہے گا۔ بے جا نہ ہوگا اگر یوں کہا جائے کہ اسلام کا یہی ایک حکم جو آغاز وحی سے قیام قیامت تک فرض و واجب کے طور پر نافذ ہوا، جاری رہا اور باقی رہے گا۔ اس کی مفصل بحث اسی کتاب کے باب نمبر ۳ کے عنوان ''جہاد کا تسلسل اور ترتیب نبوی ﷺ'' دوام جہاد میں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا مرحلہ، اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت:

جہاد کا دوسرا مرحلہ ہجرت ہے جس میں بہت زیادہ صبر و استقامت کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ مہاجر اپنے محبوب و مانوس وطن اور مال کو اللہ کے لیے خیر باد کہہ دیتا ہے اور مخلص ہو کر اللہ تعالیٰ پر توکل کا عملی مظاہرہ کرتا ہے۔ ہجرت اور قتال کا باہم مضبوط اور پختہ رشتہ ہے اور ان کا ایک دوسرے سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[٤٤] «لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ مَا قُوتِلَ الْكُفَّارُ» [۲۳]

''جب تک دین اسلام کے دشمنوں سے جنگ جاری رہے گی ہجرت کی ضرورت باقی رہے گی۔''

اس حدیث میں ایک غلط فہمی کا ازالہ ہے جس میں عصر حاضر کے بے شمار لوگ مبتلا ہو کر فریضہ جہاد سے خود کو معذور سمجھ بیٹھے ہیں کہ جہاد سے پہلے ہجرت ضروری ہے۔ افسوس کہ وہ جس چیز کو ضروری تسلیم کرتے ہیں اس کے کرنے پر بھی آمادہ نظر نہیں آتے۔ کیونکہ ہجرت کے بعد آخر کار جہاد ہوگا جس کے لیے ان کے دل و دماغ تیار نہیں ہیں اور وہ نفاق کے مرض میں پوری امت مسلمہ کو مبتلا کر کے منافقت کی موت مارنا چاہتے ہیں۔ ہجرت کا بہانہ بنا کر جہاد چھوڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ظالمین قرار دیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[٤٥] ﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۖ

---

[۲۲] ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر / العنکبوت = ۶۹:۲۹

[۲۳] صحیح سنن النسائی = کتاب البیعة : باب ذکر الإختلاف فی انقطاع الهجرة ، الحدیث ۳۸۸۹، ۳۸۹۰ + الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ، الحدیث: ۴۸۶۶ (۱۱/۲۰۷) + تلخیص الحبیر = کتاب السیر: باب وجوب الجهاد ، الحدیث: ۱۸۲۲ المطبوع من المکتبة الأثریة سانگله هل ۔ پاکستان + سلسلة أحادیث الصحیحة الحدیث: ۱۶۷۴

فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا O ﴾ [النساء- ۴:۹۷]

"فرشتے جن لوگوں کی ایسی حالت میں جان نکالتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں۔ فرشتے ان سے کہتے ہیں تم کس حالت میں پڑے رہے؟ وہ لوگ جواب دیتے ہیں: ہم اس ملک میں کمزور اور بے بس تھے۔ تو فرشتے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی، تم اس میں ہجرت کر جاتے؟ پس ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت ہی بری جگہ ہے۔"

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر کے اس کو اسلام کا قلعہ قرار دے دیا۔ اللہ تعالیٰ اس مرحلہ جہاد یعنی ہجرت پر تبصرہ فرماتے ہیں:

[۴۶] ﴿ وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ۖ وَ یَمْکُرُوْنَ وَ یَمْکُرُ اللّٰہُ ۖ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ O ﴾ [الأنفال- ۸:۳۰]

"اور جب کفار مکہ (اے نبی ﷺ!) تیرے متعلق چالیں تیار کر رہے تھے کہ تجھے قید کر لیں یا قتل کر ڈالیں یا مکہ سے نکال دیں۔ وہ اپنی چال چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے زیادہ کامیاب چال چلنے والا ہے۔"[۴۳]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو ہجرت کے مرحلے میں فتح و نصرت سے ہمکنار کیا اور فرمایا:

[۴۷] ﴿ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی ۗ وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا ۗ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ O ﴾ [التوبة- ۹:۴۰]

"اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے (تو کیا پرواہ ہے؟) اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد اس وقت کی تھی جب کفار نے اسے مکہ سے نکال دیا تھا، جب وہ صرف دو شخص تھے اور غار حرا میں وہ رسول اپنے ساتھی (ابو بکر رضی اللہ عنہ) سے کہہ رہا تھا (اے ابو بکر!) کچھ غم نہ کر، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی طرف سے رحمت اور سکون نازل فرمایا اور ایسے لشکروں سے اس کی مدد اور حمایت کی جن کو تم نے نہیں دیکھا، پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کی بات (دین، نظام، پروگرام) کو نیچا کر دیا اور اللہ کا کلمہ (دین اسلام) ہی ہمیشہ بلند و بالا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔"[۴۴]

---

[۴۳] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ۵/ ۲۲۱۔۲۲۵ + تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۵۹۵،۵۹۸

آیت بالا میں چند حقائق نصف النہار کے سورج کی طرح جلوہ گر ہو رہے ہیں:

① ہجرت، نصرت اور فتح بالترتیب وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا طریقہ یعنی سنت الٰہیہ ہے۔

② ہجرت بھی جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ مہاجرین پر نصرت وحمائت کے لیے لشکر اتارتا ہے۔

③ ہجرت اور جہاد لازم وملزوم ہیں۔ دونوں کے مقاصد ایک ہی ہیں یعنی اسلام کو سر بلند اور کفر کو سرنگوں کرنا۔[۲۵]

تیسرا مرحلہ، جہاد وقتال کی اولین اجازت اور اس کے اسباب:

مکہ سے بلا جواز نکالے گئے مظلوم مسلمان جن کا اس کے سوا کوئی جرم نہ تھا کہ وہ اللہ کو اپنا رب مان چکے تھے، اسی عقیدہ توحید کی وجہ سے ظالم مشرکین نے ان کو اپنے آباؤ اجداد کے گھروں اور مالوں سے بے دخل کر کے ان کو حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایسے مظلوم توحید والوں کو ان کا حق دلانے اور ظالموں سے ظلم وستم کا انتقام لینے کی خاطر انہیں تیر وتلوار کے ساتھ جہاد کرنے کی اجازت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۴۸] ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ ﴾ [الحج-۲۲: ۳۹-۴۱]

"جن مسلمانوں سے کفار جنگ کرتے ہیں ان مسلمانوں کو بھی قتال کرنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے جو اپنے گھروں (مکہ مکرمہ) سے صرف اس لیے نکال دیے گئے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب صرف ایک اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ روکتا تو خانقاہیں، گرجے، یہود کے عبادت خانے اور مساجد جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے گرا دی جاتیں اور جو (دشمنان دین کے ساتھ لڑائی میں) اللہ کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد

[۲۵] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۹۵ + تفسیر القرطبی: ۸/ ۹۲

کرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ طاقتور اور غالب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر اقتدار عطا کریں گے تو وہ نماز اور زکاۃ کا نظام قائم کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے، برائی سے منع کریں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔''

مذکورہ آیت میں قتال کے شرعی طور پر درج ذیل اسباب مختصراً بیان ہوئے ہیں:

① ظلم وستم کا نشانہ بننے والے مہاجرین کا انتقام جن کو ناحق ان کے گھروں سے نکالا گیا اور توحید پرستی کی وجہ سے ان کو ستایا گیا۔

② خانقاہوں، گرجوں، یہود کے عبادت خانوں اور مسلمانوں کی مساجد کا تحفظ اور ان میں عبادت کرنے والوں کا دفاع۔ تاکہ وہ آزادی اور امن وسلامتی کی فضا میں اللہ کا ذکر کرسکیں۔

③ مجاہدین کی نصرت وحمایت اور اللہ کی زمین پر ان کو طاقت وقوت کے ساتھ اقتدار عطا کرنا، بھلائیوں کی نشر واشاعت، برائیوں کا خاتمہ، اللہ کی بندگی اور عبادت کا قیام اور نظام صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا اجراء —— تاکہ لوگوں کے معاشی مسائل بھی حل ہوسکیں۔

مذکورہ بالا تمام اسباب ومقاصد واضح کرتے ہیں کہ جہاد اسلامی انسانی معاشرے کی اصلاح اور ملکی معیشت کو درست کرنے کا جامع نظام ہے۔ یہ لوٹ مار اور دہشت گردی نہیں بلکہ لوگوں کی اصلاح اور عدل وانصاف کے قیام کے لیے ضروری ہے۔

یہ جہاد مظلوموں اور مجبوروں کی جہاں حمائت اور مدد کرتا ہے وہاں ضعیفوں اور بے بسوں کا جابروں اور ظالموں کے مقابلے میں بہترین دفاع کرتا ہے۔ یہ جہاد اللہ کی سرزمین پر اس کی خالص بندگی اور حاکمیت قائم کرنے اور ہر ظالم، فرعون صفت اور انسانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے والے طاغوتوں اور شیطان صفت لوگوں سے نجات کا واحد وسیلہ ہے۔

چوتھا مرحلہ، جوابی حملہ:

حملہ آوروں کے ظلم وزیادتی کے نتیجہ میں جوابی کارروائی ''دفاعی قتال'' ہے۔ یعنی جان، مال، عزت اور وطن کا دفاع بھی ''قتال فی سبیل اللہ'' ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۴۹] ﴿ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ ﴾ [البقرة ۲: ۱۹۰]

''اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے قتال کرو جو تم سے قتال کریں اور زیادتی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔''

''وہ لوگ جو تم سے قتال کریں'' کا ذکر صرف حقیقت حال بیان کرنے کے لیے ہے نہ کہ شرط کے طور پر۔ یعنی کافر اللہ کے دشمن ہیں اور مسلسل حالت جنگ میں ہیں۔ لہٰذا تم بھی ہمیشہ ان کے ساتھ دفاعی جنگ جاری رکھو۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۵۰]﴿ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ﴾ [التوبة- ۹:۳۶]

''جس طرح مشرکین سب مل کر تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں اسی طرح تم بھی سب مل کر مشرکین کے ساتھ جنگ کرو۔''

چنانچہ یہ آیت بھی شرط اور جزاء کے طور پر نہیں کہ اگر وہ سب مل کر تمہارے ساتھ جنگ کریں تو پھر تمہیں اجازت ہے کہ سب مل کر کفار سے جنگ کرو، ورنہ نہیں۔ یہ صرف ان کی ایک حالت کا بیان ہے کہ وہ سب مل کر تمہارے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ اسی لئے اگلی آیت میں فرمایا:

[۵۱]﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ﴾

[البقرة- ۲:۱۹۱]

''ان (جنگ وقتال کرنے والے کافروں) کو جہاں پالو قتل کردو اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکہ مکرمہ سے) تم ان کو وہاں سے نکال پھینکو۔'' [۲۶]

علاوہ ازیں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر: ۱۹۰ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ''زیادتی نہ کرو'' اس کی صحیح تفسیر خود رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل حدیث میں بیان فرمائی ہے:

[۵۲]« اُغْزُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ ـ اُغْزُوْا وَلَا تَغُلُّوْا وَلَا تَغْدِرُوْا وَلَا تُمَثِّلُوْا وَلَا تَقْتُلُوْا الْوَلِيْدَ (وَلَا اَصْحَابَ الصَّوَامِعِ)..... »[۲۷]

''اللہ کی راہ میں اللہ کا نام لے کر جنگ کرو، اللہ کے ساتھ کفر کرنے والوں کو مار ڈالو۔ جنگ کرو، اور مال غنیمت میں خیانت نہ کرو، بدعہدی نہ کرو، لاشوں کا مثلہ نہ کرو، بچوں (اور راہبوں) کو قتل نہ کرو۔''

یہی وہ زیادتی ہے جس سے حالت جنگ میں منع کیا گیا ہے لہٰذا ''زیادتی نہ کرو'' سے آیت کے منسوخ ہونے کا استدلال بالکل غلط ہے۔[۲۸]

---

[۲۶] ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر = ۱/ ۲۴۲، ۲۴۳

[۲۷] صحیح مسلم = کتاب الجهاد و السیر : باب تأمیر الإمام الأمراء علی البعوث و وصیته إیاهم بآداب الغزو و غیرها ، الحدیث: ۱۷۳۱ + مسند احمد. "ولا أصحاب الصوامع" کے الفاظ مسند احمد میں ہیں۔

[۲۸] ملاحظہ ہو = جامع البیان للطبری + تفسیر کبیر للرازی + تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۴۳

اولاد اور وطن اسلام کا دفاع بھی ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے:

جان و مال اور عزت و ناموس کے لئے دفاعی جنگ بھی ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے ۔اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا درج ذیل فرمان ہے:

[۵۳]« مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ » [۴۹]

'' جو شخص اپنے مال کے دفاع میں مارا گیا وہ شہید ہے ،اسی طرح جو اپنی جان کے دفاع میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے۔ اس طرح جو اپنے دین کے دفاع میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو اپنے اہل و عیال کے دفاع میں قتل ہو گیا تو وہ بھی شہید ہے ۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[۵۴]﴿ وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ [البقرة=۲:۲۴۶]

''(بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے کہا) ہم اللہ کی راہ میں قتال کیوں نہ کرینگے۔ جبکہ ہمیں اپنے شہروں اور بیٹوں سے دور کر دیا گیا ہے ۔(یعنی ہم شہروں اور بیٹوں کی بازیابی اور واپسی کے لیے اللہ کی راہ میں ضرور لڑینگے)پس جب ان پر قتال فرض کر دیا گیا تو چند لوگوں کے علاوہ سب پھر گئے اور اللہ ظالموں کو جانتے ہیں ۔''

علیٰ ھذا القیاس ضعیف اور ناتواں لوگوں کی حمائت اور دفاع کے لیے جنگ کرنا بھی قتال فی سبیل اللہ ہے ۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

[۵۵]﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ

---

۴۹ صحيح البخاري=كتاب المظالم : باب من قاتل دون ماله ، الحديث:۲۳۴۸+صحيح مسلم=كتاب الإيمان: باب الدّليل على أنّ مَن قصد أخذ مال غيره بغير حقّ كان القاصد مهدر الدّم في حقّه و إن قُتِلَ كان في النّار وَ أنّ مَن قُتِل دون ماله فهو شهيد، الحديث:۱۴۱+صحيح الترمذي= أبواب الدّيات : باب ما جاء في من قتل دون ماله فهو شهيد ، الحديث:۱۱۴۶، ۱۱۴۸+ صحيح أبو داؤد = كتاب السُّنّة : باب في قتال اللّصوص، الحديث:۳۹۹۳+ صحيح النّسائي = كتاب تحريم الدّم: باب من قاتل دون دِينِه ، الحديث:۳۸۱۷+صحيح ابن ماجة = كتاب الحدود : باب من قتل دون ماله فهو شهيد ، الحديث :۲۰۹۳، صحيح البخاري اور صحيح مسلم میں صرف پہلا جملہ ((من قتل دون ماله فهو شهيد)) ہے۔

لَدُنْکَ وَلِیًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْکَ نَصِیْرًا ۝﴾ [النساء:۴:۷۵]

''تم اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (یعنی مدد، حمایت، دفاع اور بچاؤ کی خاطر) کیوں نہیں لڑتے جو پکارتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی دوست بنا اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی مددگار بنا۔''

لہٰذا دفاعی قتال کی مختلف صورتیں ہیں جن کی تشریح و توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ دفاعی قتال بھی دائمی فریضہ ہے، وہ کبھی اور کسی وقت بھی ساقط نہیں ہوسکتا۔

پانچواں مرحلہ، قتال عام کی فرضیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۵۶] ﴿وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً کَمَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ کَآفَّۃً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۝﴾

[التوبۃ=۹:۳۶]

''اور مشرکین کے ساتھ سب مل کر قتال کرو جیسا کہ وہ سب مل کر تم سے قتال کرتے ہیں اور خوب جان لو بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔''

دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ مشرکین کے ساتھ ہمیشہ اور ہر ماہ جنگ کرو جیسا کہ وہ ہمیشہ اور ہر ماہ تم سے جنگ کرتے ہیں۔

دوسری تفسیر زیادہ واضح اور مشہور ہے۔ نیز آیت کے سیاق و سباق سے مطابقت رکھتی ہے۔[۳۰]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۵۷] ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْھُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ وَ خُذُوْھُمْ وَاحْصُرُوْھُمْ وَاقْعُدُوْا لَھُمْ کُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ ۚ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝﴾ [التوبۃ=۹:۵]

''پھر جب امان کے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو اور ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کے لیے گھات کی ہر جگہ پر بیٹھو۔ پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

---

[۳۰] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو جامع البیان للطبری+ تفسیر ابن کثیر :۲/۳۹۲+ الجامع لأحکام القرآن للقرطبی:۸/۸۷

[۵۸] ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرة=۲:۲۱۶]

''مسلمانو! کفار کے ساتھ قتال کرنا تم پر قطعی فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہو گا۔ شاید ایک چیز تمہیں ناگوار ہو مگر وہ تمہارے لیے بہت بہتر ہو اور شاید ایک چیز کو تم پسند کرو مگر وہ تمہارے لیے بدتر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔''

نیز نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۵۹] « لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَ إِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا »[۳۱]

''فتح مکہ کے بعد (وہاں سے ہجرت کا حکم ختم ہے) لیکن جہاد اور جہاد کی نیت فرض و واجب ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے بلایا جائے تو نکل کھڑے ہوں۔''

جہاد کی فرضیت کے مندرجہ بالا پانچ مراحل میں سے کوئی مرحلہ معطل یا منسوخ نہیں ہوا بلکہ مختلف احوال و کیفیات کے تحت ان کی مناسبت سے ہر طرح کا جہاد و قتال ہمیشہ کے لیے فرض اور واجب ہے۔[۳۲]

جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے کہ جہاد فرض عین ہے جس کی ادائیگی ہر مسلمان مرد، بالغ، عاقل، غیر معذور پر لازم ہے اور کسی صورت میں اس کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی یا فرض کفایہ ہے کہ بعض افراد امت کے ادا کرنے سے دوسرے سبکدوش ہو جاتے ہیں یا اسکی بعض صورتیں فرض عین اور بعض فرض کفایہ ہیں؟ اسی کتاب کے باب نمبر۲، ۳ اور ۴ میں اس پر مفصل اور مدلل بحث پیش خدمت کی گئی ہے۔ وہاں سے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

((.....❀❀❀❀❀.....))

---

[۳۱] صحيح البخاري = كتاب الجهاد والسّير: باب فضل الجهاد والسّير، الحديث: ۲۶۳۱= وَ أبواب الإحصار وجزاء الصّيد: باب لا يحلُّ القتال بمكّة ، الحديث:۱۷۳۷ + صحيح مسلم = كتاب الحجّ : باب تحريم مكّة وَ صيدها وَ خلاها و شجرها وَ لُقطتها إلّا لمُنشِدٍ عَلَى الدّوام ، الحديث:۱۳۵۳

[۳۲] ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر + جامع البیان للطبری + الجامع لاحکام القرآن للقرطبی + تفسیر سورۃ أنفال و توبۃ

باب:۲

جہاد فرض عین ہے یا فرضِ کفایہ؟

فرض عین کی تعریف:

شریعت میں وہ حکم فرض عین کہلاتا ہے جس کا ہر مسلمان بذات خود پابند اور مکلف ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے ادا کرنے سے وہ بری الذمہ نہیں ہوسکتا مثلاً نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔

فرض کفایہ کی تعریف:

فرض کفایہ بالعموم وہ حکم ہے جس کی ادائیگی بالعموم ہر مسلمان پر واجب ہے۔ لیکن بعض کے ادا کرنے سے سبھی بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ عدم ادائیگی کی صورت میں تمام مسلمان مجرم ٹھہرتے ہیں اور تمام قابل مواخذہ ہوتے ہیں مثلاً نماز جنازہ وغیرہ۔[1]

فرض کفایہ ادائیگی سے قبل امت کے ہر فرد پر واجب الادا ہوتا ہے (یعنی کفایہ کا یہ معنیٰ ہرگز نہیں کہ ہر فرد دوسرے پر ذمہ داری ڈالتا رہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ختم ہو کر رہ جائے۔)[2]

جہاد بمعنیٰ عام فرض عین ہے:

جہاد کا جب عام معنیٰ لیا جائے تو اس سے مراد وہ جہاد ہے جو اپنی تین اقسام کو شامل ہے یعنی ''کافروں اور مشرکوں سے جہاد کرنا۔''

1. مال کے ساتھ جہاد
2. جان کے ساتھ جہاد
3. زبان کے ساتھ جہاد

قرآن وسنت سے استدلال:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[٦٠] ﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾ [الحج ۲۲:۷۸]

---

[1] بداية المجتهد: ۱/ ٤٤١ + العدّة شرح العمدة للمقدسي: ٤٩٣

[2] العدّة شرح العمدة للمقدسي: ٤٩٣ + شرح زاد المستقنع: ۲/ ۳

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو۔''

◉ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

[٦١] " اَی بِاَمْوَالِکُمْ وَاَلْسِنَتِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ کَمَا قَالَ تَعَالٰی: ﴿ اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ ﴾ [آل عمران=۳:۱۰۲] [۳]

''یہ جہاد کا حکم عام ہے یعنی تم سب اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں ہمیشہ جہاد کرتے رہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اللہ سے ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔''

تو جیسے تقویٰ کی فرضیت فرض عین ہے اس طرح جہاد کی فرضیت بھی فرض عین ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[٦٢] ﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝ ﴾ [الفرقان=۲۵:۵۲]

''اے نبی! کفار کی بات نہ مان اور ہمیشہ (قرآن کے دلائل کے ساتھ) ان سے بہت بڑا جہاد کرتے رہو۔''

◉ حافظ ابن کثیر، امام قرطبی اور دیگر مفسرین نے کہا ہے:

" هٰذَا كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: [٦٣] ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ..... ﴾ " [۴] [التوبة=۹:۷۳+ التحریم=۶۶:۹]

یعنی ''بہت بڑے جہاد'' کا حکم اللہ کے اس حکم کی طرح ہے کہ اے نبی (ﷺ)! کافروں اور منافقوں سے جہاد وقتال کرتے رہو اور ان پر سختی برتو۔''

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[٦٤] «جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ» [۵]

''مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد وقتال کرتے رہو۔''

[٦٥] «لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ» [۶]

---

[۳] تفسیر ابن کثیر / الحج= ۲۲:۷۸

[۴] تفسیر ابن کثیر / الفرقان=۲۵:۵۲

[۵] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل:۲۷

[۶] تفصیل کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل:۵۹

''فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت ختم ہے۔''

یعنی اب یہاں سے مسلمانوں کو ہجرت کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ کیونکہ یہ شہر قیامت تک کافروں کے تسلط اور اقتدار میں نہیں جائے گا (ان شاء اللہ) لیکن جہاد اور اس کی نیت کا حکم عام، حتمی اور دائمی ہے۔

اجماع امت سے استدلال:

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ قسطراز ہیں:

" وَالتَّحْقِيْقُ اَيْضًا اَنَّ جِنْسَ جِهَادِ الْكُفَّارِ مُتَعَيِّنٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اِمَّا بِيَدِهٖ وَ اِمَّا بِلِسَانِهٖ وَاِمَّا بِمَالِهٖ وَ اِمَّا بِقَلْبِهٖ." [٤]

''تحقیق شدہ اور تسلیم شدہ بات یہ ہے کہ جنس جہاد (جہاد اپنے عام معنی کے اعتبار سے) ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ، اپنی زبان، اپنے مال یا اپنے دل سے ہمیشہ جہاد جاری رکھے۔''

◎ حافظ ابن قیم جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایمان، ہجرت اور جہاد کا ایک دوسرے سے اتنا گہرا تعلق اور رابطہ ہے کہ کوئی شخص ان تینوں سے یا تینوں میں سے کسی ایک سے محروم رہ کر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اپنی جانوں کے ساتھ جہاد اللہ کیلئے فرض ہے اور یہ فرض عین ہے۔ [٥]

◎ امام شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الْجِهَادَ لَايَزَالُ مَادَامَ الْاِسْلَامُ وَالْمُسْلِمُوْنَ اِلٰى ظُهُوْرِ الدَّجَّالِ [٦]

''رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث —— [٦٦] « اَلْجِهَادُ مَاضٍ مُذْ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰى اَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ اُمَّتِيَ الدَّجَّالَ » [٧] (جہاد میری بعثت سے لے کر مسیح الدجال کے ساتھ جنگ

---

[٤] فتح الباری: ٦/ ٣٧٧

[٥] ملاحظہ ہو زاد المعاد: ٢/ ١٠٦-١٠٨

[٦] نیل الأوطار: ٧/ ٢٢٦

[٧] ضعیف سنن أبوداؤد= کتاب الجهاد: باب في الغزو مع أئمة الجور، الحدیث: ٢٤٥٤. شیخ ناصر الدین الالبانی رحمة الله علیه فرماتے ہیں: اس حدیث کا معنی صحیح ہے مگر سند میں ایک راوی (یزید بن ابی سنبہ) مجہول ہے۔ دیکھئے مشکاة، الحدیث: ٥٩+نصب الرّایة = کتاب السّیر: الحدیث الأول (٣/ ٣٧٧)۔ اس حدیث کے معنی اور مفہوم کی دیگر بہت ساری صحیح احادیث سے تائید ہوتی ہے۔ مثلاً دیکھئے صحیح البخاری= کتاب الجهاد والسّیر: باب الجهاد ماضٍ مع البرّ والفاجر، الحدیث: ٢٦٩٧

کرنے تک جاری رہے گا)—— میں صریح دلیل ہے کہ جب تک اسلام اور مسلمان باقی ہیں جہاد دجال کے ظاہر ہونے تک باقی رہے گا اور یہ فرض عین ہے۔"

لہٰذا کافروں کے خلاف جہاد قرآن وسنت اور اجماع امت کی رو سے ہر عاقل، بالغ، غیر معذور مسلمان مرد وعورت پر دیگر ارکان اسلام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی طرح واجب اور فرض عین ہے۔[1]

"جہاد" قتال کے معنیٰ میں بھی فرض عین ہے

قرآن مجید کے دلائل:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[٦٧] ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ ﴾ [الأنفال-٨:٧٤]

"جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی۔ صرف وہی سچے مومن ہیں۔ صرف انہی کے لیے مغفرت اور عزت والا رزق ہے۔"

آیت میں ہجرت کا ذکر ایسا قرینہ ہے جو جہاد کو "قتال بالکفار" کے معنی میں خاص کر رہا ہے۔ "وہی سچے مومن ہیں" کے جملے میں تین وجوہ کے اعتبار سے تخصیص کا معنی ہے کہ فقط مومن، مہاجر، مجاہد ہی پکے اور سچے ایمان دار ہیں پھر ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ میں ﴿لَهُمْ﴾ جار مجرور مل کر "ثابت" وغیرہ کے متعلق ہو کر خبر ہے اور ﴿مَغْفِرَةٌ﴾ مبتداء ہے۔ اس جگہ بھی خبر کو حصر اور تخصیص کیلئے ہی مقدم رکھا گیا ہے۔ گویا آیت میں چار تخصیصات موجود ہیں کہ ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کے بغیر ایمان، مغفرت اور عزت والا رزق حاصل نہ ہوگا اور انصار، مہاجرین کی مالی نصرت کے ساتھ جہاد بالمال کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔

[٦٨] ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ ﴾ [الحجرات-٤٩:١٥]

"مومن تو بس وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر دل و جان سے یقین رکھا، پھر کسی طرح کا شک نہ کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا۔ یقیناً

[1] ملاحظہ ہو مراتب الاجماع لابن حزم: ١١٩

صرف وہی لوگ (ایمان لانے کے دعوٰی میں) سچے ہیں۔"

ایمان کا جھوٹا دعوٰی کرنے والے اعراب (بادیہ نشینوں) کو ایمان کے بنیادی فرائض سے آگاہ کیا جارہا ہے۔سورۃ الحجرات کی مندرجہ بالا آیت کا سیاق و سباق اور حصر و تخصیص پر مشتمل کلمات ـــ مثلاً: ﴿اِنَّمَا﴾ ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ﴿هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جان و مال سے جہاد کرنا لازمی، دائمی اور مسلسل فرائض میں شامل ہے۔

[٦٩] ﴿فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ﴾

[النساء=٤:٨٤]

"اے نبی (ﷺ) !تو اللہ کی راہ میں کفار سے قتال کر۔ (خواہ تو اکیلا ہو) تو صرف اپنے آپ کا ذمہ دار ہے۔ البتہ تمام مومنوں کو (جنگ کے لئے) برانگیختہ کرتا رہ۔"

نبی ﷺ کو ہر حال میں اللہ کے راستے میں جنگ و قتال کرتے رہنے کا حکم دینا اور جنگ و قتال کی رغبت دلاتے رہنے کا پابند کرنا، ظاہر کرتا ہے کہ جہاد ایسا فریضہ ہے جو ہر مومن کے ایمان کے لیے شرط اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے کہ جب تک عدم وجوب کا کوئی قرینہ اور اشارہ نہ ہو فعل امر کے ساتھ بیان ہونے والا حکم فرض اور واجب کا ہی درجہ رکھتا ہے۔[۱۲]

جہاد بالسیف کے بارے آیات:

[٧٠] ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ﴾ [التوبة=٩:٥]

"جب (امان والے چار ماہ) ختم ہو جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو، اور ان کو گرفتار کرو، ان کا محاصرہ کرو اور ان کے لیے ہر گھات پر بیٹھو۔"

[٧١] ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝﴾ [التوبة=٩:٢٩]

"ان اہل کتاب سے قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اللہ اور اس کے رسول کے محرمات کو حرام نہیں جانتے اور دین حق قبول نہیں کرتے حتی کہ وہ ذلیل ہو کر جزیہ ادا کرنے پر تیار ہو جائیں۔"

---

[۱۲] الإحكام في أصول الأحكام: ٣/٢٦٩-٢٩٤

[۷۲]﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ﴾ [التحریم ۶۶:۹]

"اے نبی (ﷺ) ! کفار و منافقین کے ساتھ جہاد و قتال کرو اور ان پر سختی اختیار کرو۔"

[۷۳]﴿ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ ﴾ [الحجرات ۴۹:۹]

"اگر مومنین کی دو جماعتیں باہم لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔ پھر اگر ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والی جماعت کے ساتھ قتال کرو حتی کہ وہ حکم الٰہی کی طرف لوٹ آئیں۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کو چار تلواروں کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے جن کا ذکر مندرجہ بالا چاروں آیات میں مذکور ہے۔[۱۳]

قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں پہلی آیت: [۷۴]﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ..... ﴾ محکم آیت ہے اور اس کا حکم قیامت تک کے لئے باقی ہے۔[۱۴]

مذکورہ بالا چاروں "آیات سیف" جہاد بالکفار کے فرض ہونے اور امت کے ہر فرد پر واجب ہونے کی صریح دلیلیں ہیں۔

تم پر قتال فرض کر دیا گیا ہے:

[۷۵]﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـــًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـــًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾

[البقرۃ ۲:۲۱۶]

"تم پر کافروں کے ساتھ لڑنا فرض کر دیا گیا ہے اور وہ تمہیں ناگوار ہے۔ شاید تم ایک چیز کو ناگوار سمجھو مگر وہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو جو تمہارے لیے بری ہو اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔"

◉ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

"هٰذَا اِيْجَابٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لِلْجِهَادِ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ۔"[۱۵]

---

[۱۳] تفسیر ابن کثیر / التوبۃ = ۹:۵

[۱۴] تفسیر ابن کثیر / التوبۃ = ۹:۵

[۱۵] تفسیر ابن کثیر / البقرۃ = ۲:۲۱۶

''یہ آیت تمام مسلمانوں پر اللہ کی طرف سے جہاد کو فرض اور واجب قرار دے رہی ہے۔''

◎ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ اَحَدٍ غَزَا اَوْ قَعَدَ فَالْقَاعِدُ عَلَيْهِ اِذَا اسْتُعِيْنَ اَنْ يُّعِيْنَ" [۱۷]

''یعنی جہاد ہر مسلمان پر واجب ہے، وہ قتال میں شامل ہو یا پیچھے بیٹھا ہوا ہو۔ البتہ جب پیچھے بیٹھے ہوئے سے مدد طلب کی جائے تو مدد کرنا اس پر واجب ہے۔''

◎ ابن رشد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جمہور علماء اسلام کے نزدیک ذکر کردہ آیت جہاد کی فرضیت کے لیے قطعی دلیل ہے۔'' [۱۸]

جب جہاد کے لئے اعلان عام ہو جائے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۷۶] ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [التوبة = ۹:۴۱]

''مسلمانو! ہلکے یا بھاری نکل کھڑے ہوں اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔''

[۷۷] ﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [التوبة = ۹:۳۹]

''اگر تم (اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے) نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے دوچار کرے گا، تمہارے بدلے دوسری قوم لے آئے گا (جو جہاد کرنیوالی ہو گی) اور تم اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

یعنی وہ قوم جہاد کے ساتھ نبی ﷺ کی مدد کرے گی اور دین کو قائم کرے گی اور تم جہاد سے روگردانی کر کے اللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے۔ [۱۹]

سورۃ التوبہ کی آیت: ۴۱ میں ﴿اِنْفِرُوْا﴾ اور ﴿جَاهِدُوْا﴾ جمع مخاطب، فعل امر کے صیغے ہیں اور امر کا صیغہ وجوب اور فرضیت کو ثابت کرتا ہے۔ لہٰذا جہاد کے فرض عین ہونے اور تمام

---

[۱۷] تفسیر ابن کثیر / البقرة = ۲:۲۱۶

[۱۸] بدایة المجتهد: ۱/ ۴۴۱

[۱۹] ملاحظہ ہو فتح القدیر للشوکانی: ۲/ ۳۶۳ + أحکام القرآن للقرطبی: ۸/ ۹۶ + تفسیر ابن کثیر / التوبة = ۹:۳۹

مسلمانوں پر واجب ہونے پر یہ آیت دلیل ہے۔[۱۹]

◎ امام بخاری رحمہ اللہ اسی آیت کے حوالے سے عنوان قائم کرتے ہیں:

"بَابُ وُجُوْبِ النَّفِيْرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ" وَ قَوْلِهِ تَعَالٰى:[۷۸] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ..... ﴾ [التوبة=۹:۴۱،۴۲][۲۰]

باب اس بارے میں کہ نکل کھڑے ہونا واجب ہے اور جہاد اور نیت کے تحت کیا گیا واجب ہے۔علاوہ ازیں اللہ کے اس فرمان کے بارے میں کہ "ہلکے ہوں یا بھاری نکل کھڑے ہوں اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو....."

آیت: ۳۹ میں اللہ کی راہ میں نہ نکلنے والوں کے لیے دردناک عذاب، ہلاکت اور تباہی کی وعید ہے اور جہاد چھوڑ دینے والوں کو نیست ونابود کر دینے کی شدید وعید سنائی ہے۔یہ آیت جہاد کے قطعی طور پر فرض عین ہونے کی منہ بولتی دلیل ہے۔

مذکورہ بالا "آیات نفیر" کے منسوخ ہونے کا قول جو ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے محققین علماء کے نزدیک درست نہیں۔ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے دلائل کے ساتھ اس کا رد کیا ہے۔[۲۱]

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" وَالتَّحْقِيْقُ اَنْ لَّا نَسْخَ بَلِ الرُّجُوْعُ فِي الْآيَتَيْنِ اِلٰى تَعْيِيْنِ الْاِمَامِ وَاِلَى الْحَاجَةِ اِلٰى ذٰلِكَ" [۲۲]

"مبنی بر تحقیق موقف یہی ہے کہ[۷۹] ﴿ وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً..... ﴾ [التوبة=۹:۱۲۲] والی آیت [۸۰] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا..... ﴾ [التوبة=۹:۴۱] والی آیت کو منسوخ نہیں کرتی بلکہ دونوں آیتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ امام کی صوابدید پر موقوف ہے۔جس کو امام (امیر یا خلیفہ) معین کر کے حکم کر دے اس پر نکلنا ضروری ہے۔امام سب کا نکلنا ضروری قرار دے دے یا کچھ افراد کا نکلنا۔یا پھر ضرورت کی بناء پر ہے کہ سب کے نکلنے کی ضرورت ہے تو سب پر فرض ہے۔اگر کچھ افراد کے نکلنے سے بھی حاجت پوری ہو جاتی ہے تو

---

[۱۹] الإحكام لابن حزم: ۲/۲۶۹+نور الأنوار: ۲۷

[۲۰] ملاحظہ ہو صحيح البخاري= كتاب الجهاد والسير: باب وجوب النفير و ما يجب من الجهاد والنية.....

[۲۱] ملاحظہ ہو جامع البيان للطبري+تفسير ابن كثير /البقرة: ۲/۲۱۴+فتح القدير للشوكاني: ۲/۳۶۳

[۲۲] فتح الباري شرح صحيح البخاري= كتاب الجهاد والسير: باب وجوب النفير و ما يجب من الجهاد والنية.....

کچھ افراد کا نکلنا ہی فرض ہے۔"

جہاد کے ذریعے آزمائش:

[۸۱] ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ﴾ [آل عمران= ۳:۱۴۲]

"کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے جب کہ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جہاد کرنیوالوں کو اور صبر کرنیوالوں کو ظاہر نہیں کیا۔"

[۸۲] ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۝ وَ نَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ۝ ﴾

[سورۃ محمد= ۴۷:۳۱]

"اور ہم تم کو ضرور آزمائیں گے تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کرلیں اور تمہارے حالات جان لیں۔"

[۸۳] ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝ ﴾ [البقرۃ= ۲:۲۱۴]

"کیا تم سمجھتے ہو کہ تم بلا تکلیف جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تک تم پر وہ حالت نہیں آئی جو تم سے پہلوں پر آئی تھی۔ مصائب و تکالیف نے ان کو گھیرا اور ڈگمگائے گئے حتی کہ رسول اور اس کے مومنین ساتھی پکار اٹھے: اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو اللہ کی مدد بہت قریب ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے سیدنا ابن عباس وابن مسعود رضی اللہ عنہم اور تابعین مفسرین نے کہا ہے کہ ﴿البأساء﴾ سے مراد فتنہ وتنگدستی ہے اور ﴿ الضَّرَّآء ﴾ سے مراد بیماری اور کمزوری ہے۔ "زُلْزِلُوْا" سے مراد دشمنوں کا خوف ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں اس کی تفسیر مروی ہے اور غزوۂ احزاب میں مسلمانوں پر بعینہ مذکورہ حالت طاری ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۸۴] ﴿ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝ ﴾ [الأحزاب= ۳۳:۱۱]

"اس وقت مومنوں کی آزمائش کی گئی اور اچھی طرح جھنجھوڑا گیا۔"[۲۳]

---

۲۳ ملاحظہ ہو فتح القدیر للشوکانی: ۱/ ۲۱۵ + تفسیر ابن کثیر / البقرۃ: ۲:۲۱۴

مذکورہ بالا تینوں آیات کا حاصل یہ ہے کہ صبر، جہاد فی سبیل اللہ، دشمنان حق سے دو بدو جنگ، جنگ میں ثابت قدمی اور جنگ کی سختیوں کو جھیلے بغیر کوئی امت جنت میں داخل ہونے کی حقدار ہی نہیں ہو گی۔ یہی وہ کامرانی کی گھاٹی ہے جس پر چڑھنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک اللہ تعالیٰ کا یہی طریق کار ہے۔ پھر کیا ایسا عمل بھی فرض کفایہ ہو سکتا ہے؟

[۸۵] ﴿فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ [الحشر=۵۹:۲]

سنت سے دلائل:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

[۸۶] « لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَ إِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا » [۴۴]

"مکہ فتح ہو جانے کے بعد (مکہ سے) ہجرت ختم ہے (کیونکہ مکہ قیامت تک اب مسلمانوں کے پاس رہے گا، کبھی بھی کافروں کے زیر تسلط اور زیر اقتدار نہیں جائے گا، ان شاء اللہ) جب کہ جہاد اور جہاد کی نیت باقی ہے اور جب تم سے جہاد کیلئے نکلنے کو کہا جائے تو نکل پڑا کرو۔"

◎ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" الثَّانِي ، أَنَّهُ كَانَ فَرْضَ عَيْنٍ " [۴۵]

"ہمارے احباب کے نزدیک دوسرا موقف یہ ہے کہ وہ فرض عین ہے۔"

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے:

" وَفِيْهِ وُجُوْبُ تَعْيِيْنِ الْخُرُوْجِ لِلْغَزْوِ عَلٰى مَنْ عَيَّنَهُ الْإِمَامُ " [۴۶]

"حدیث بالا سے یہ ثابت ہوا کہ خلیفہ اور امام جس کو جہاد پر طلب کرے اس پر جہاد کیلئے نکلنا واجب اور فرض عین ہو جاتا ہے۔"

((لٰكِنَّ)) حرف استدراک ہے جو سابقہ کلام میں پیدا ہونے والی ذہنی خلش کو دور کرنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ "فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں" سے بات ذہن میں آ سکتی تھی کہ شاید اب

---

[۴۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۹

[۴۵] شرح النووی علی المسلم: ۲/ ۱۳۰

[۴۶] فتح الباری: ۶/ ۳۷۹

جہاد بھی ختم ہو گیا ہو۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ''لیکن جہاد اور نیت جہاد'' کہہ کر اس ذہنی خلش کو دور فرما دیا کہ جہاد اور جہاد کی نیت و ارادہ قیامت تک جاری رہے گا۔ پھر مزید فرمایا کہ جب امام اور خلیفہ کی طرف سے ایک یا چند یا سب لوگوں کو نفیر عام (یعنی جہاد کے لیے نکلنے) کا حکم دیا جائے تو ان پر جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہونا فرض عین ہو جاتا ہے۔[۷۷]

◎ امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

" فِيهِ إِيجَابُ النَّفِيرِ وَالْخُرُوجِ إِلَى الْعَدُوِّ إِذَا وَقَعَتِ الدَّعْوَةُ ."[۷۸]

''اس حدیث سے جنگ اور جہاد کے اعلان عام کے بعد سب لوگوں پر جہاد کیلئے نکلنے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۸۷] « مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ ، وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ ، مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ »[۷۹]

''جو شخص ایسی حالت میں مر جائے کہ اس نے نہ جہاد فی سبیل اللہ کیا اور نہ ہی جہاد کا عزم رکھا تو اس کی موت منافقت کے ایک شعبے پر ہوگی۔''

جہاد میں شرکت ممکن ہو تو عملاً جہاد میں شرکت کرنا اور اگر شرکت ممکن نہ ہو تو جہاد کا پختہ ارادہ رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ جہاد ان واجبات اور فرائض میں سے ہے جن کی ادائیگی کے بغیر کوئی شخص مسلمان کی موت نہیں مر سکتا۔ مذکورہ بالا حدیث یہی مفہوم پیش کر رہی ہے۔[۸۰]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۸۸] « جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ »[۸۱]

''مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، اپنی جانوں اور زبانوں سے جہاد کرتے رہو۔''

◎ صاحب سبل السلام رحمہ اللہ نے کہا ہے:

" الْحَدِيثُ دَلِيلٌ عَلَى وُجُوبِ الْجِهَادِ بِالنَّفْسِ وَالْمَالِ وَاللِّسَانِ. "[۸۲]

---

[۷۷] شرح النووی علی المسلم: ۲/ ۱۳۰، ۱۳۱ + فتح الباری: ۶/ ۳۷۸، ۳۷۹)

[۷۸] مختصر سنن أبی داؤد: ۳/ ۳۵۲

[۷۹] صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب ذم من مات ولم یغز، ولم یحدث نفسه بالغزو، الحدیث: ۱۹۱۰

[۸۰] شرح النووی علی المسلم: ۲/ ۱۴۱ + سبل السلام: ۴/ ۸۱

[۸۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۷

[۸۲] سبل السلام: ۴/ ۸۱

"یہ حدیث جانی، مالی اور لسانی جہاد کے واجب اور فرض ہونے پر حجت اور دلیل ہے۔"

امام نسائی نے اس حدیث کو "بَابُ وُجُوبِ الْجِهَادِ" (جہاد کا واجب اور فرض ہونا) کے تحت ذکر کیا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۸۹] « ثَلٰثَةٌ مِنْ اَصْلِ الْاِيْمَانِ : اَلْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَ لَا تُكَفِّرُهُ بِذَنْبٍ ، وَ لَا تُخْرِجُهُ مِنَ الْاِسْلَامِ بِعَمَلٍ وَالْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰى اَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ اُمَّتِيَ الدَّجَّالَ لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ ، وَ لَا عَدْلُ عَادِلٍ وَالْاِيْمَانُ بِالْاَقْدَارِ » [۳۳]

"تین چیزیں ایمان کی بنیاد ہیں (۱) "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہنے والے سے اپنا ہاتھ روک لے، کسی گناہ کی بناء پر اس کو کافر نہ کہہ اور کسی (برے) عمل کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج نہ کر۔ (۲) جہاد میری بعثت سے جاری ہے یہاں تک کہ میرا آخری امتی دجال سے لڑائی کرے گا۔ کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل اس کو ختم اور باطل نہیں کر سکے گا۔ (۳) تقدیروں پر ایمان لانا (کہ ہر اچھا اور برا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہے۔)"

حدیث بالا جہاد کی فرضیت پر پکی دلیل ہے۔ غور کیجئے! جہاد اصل ایمان ہے جیسے کلمہ گو کو کافر نہ سمجھنا اور تقدیر پر ایمان رکھنا۔ جہاد کے بغیر ایمان کا لعدم اور باطل ہوگا جیسے تقدیر پر ایمان وغیرہ کے بغیر ایمان غیر معتبر ہے۔ لہٰذا یہ تینوں امور فرض عین اور شرائط ایمان سے ہیں۔ کسی فرض کفایہ کو ادا کرنا ہر مومن کے لیے انفرادی طور پر ضروری نہیں ہوتا۔ جب کہ ایمان کے اصول و شرائط کی تکمیل کے بغیر ایمان کا وجود ہی ناممکن ہے۔ آغاز بعثت سے قتال دجال تک جہاد کا جاری و ساری رہنا اور کسی عادل کے عدل یا ظالم کے ظلم کے باوجود کالعدم اور منسوخ نہ ہو سکنا جیسے کلمات بتا رہے ہیں کہ جہاد امت کے ہر فرد پر (معذورین کے علاوہ) لازمی فریضہ ہے۔

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[۳۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۶۶

[۹۰] « لَنْ يَبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا ، يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ » [۳۳]

''دین اسلام ہمیشہ قائم رہے گا ،اس کی خاطر مسلمانوں کا ایک گروہ یا جماعت قتال کرتی رہے گی۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔''

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۹۱] « لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ » [۳۴]

''میری امت میں سے ایک گروہ حق پر رہتے ہوئے قتال کرتا رہے گا اور وہ قیامت تک غالب رہے گا۔''

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۹۲] « لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَأَهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ » [۳۶]

''ایک گروہ مسلمانوں میں سے ہمیشہ حق پر قائم رہتے ہوئے قتال کرتا رہے گا ، وہ اپنے مخالفین پر قیامت قائم ہونے تک غالب رہے گا۔''

مذکورہ بالا احادیث بھی جہاد کے واجب اور فرض ہونے کے پختہ دلائل ہیں ۔اس موضوع پر مفصل بحث اسی کتاب کے باب نمبر :۷''خلافت و جہاد'' کے زیر عنوان'' عصابۃ المسلمین اور طائفہ منصورہ پر تحقیقی نظر'' بحث میں آئے گی ۔(ان شاء اللہ) [۳۷]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۹۳] « أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَ حِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ » [۳۸]

---

[۳۳] صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب قوله ﷺ ((لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم))، الحديث:۱۹۲۲

[۳۴] صحيح مسلم=كتاب الامارة : باب قوله ﷺ ((لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم))، الحديث:۱۹۲۳

[۳۶] صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب قوله ﷺ ((لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم)) الحديث :۱۰۳۷ + صحيح البخاري= كتاب التوحيد : باب قول الله تعالى ﴿ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ ﴾ الحديث:۷۰۲۱، ۷۰۲۲

[۳۷] شرح النووي:۲/ ۱٤٤

[۳۸] تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل:۱۳

"مجھے لوگوں (کفار و مشرکین) کے ساتھ جنگ و قتال جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اِلٰہ واحد ہونے اور جناب محمد ﷺ کے رسول برحق ہونے کی شہادت دینے لگیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ سو جب وہ ایسا کرلیں گے تو ان کے خون اور مال مجھ سے محفوظ ہو جائیں گے مگر کسی اسلامی حق میں۔ اور ان کا باقی حساب اللہ کے ذمے ہے۔"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو ہمیشہ کے لیے جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح امت کے تمام افراد بھی اس حکم میں شامل ہیں اور دین اسلام کو جب تک کافر قبول نہیں کر لیتے اس وقت تک مسلسل اور متواتر تمام مشرکین اور کفار کے ساتھ جہاد فرض عین کی صورت میں باقی رہے گا۔

مزید تفصیل کے لیے **ملاحظہ ہو:**

1. باب وجوب الجهاد للنسائي: ۲/ ۴۵۔۴۷
2. صحيح البخاري: ۱/ ۱۰، باب الجهاد من الايمان و باب وجوب النفير: ۱/ ۳۹۶، وباب الخيل معقودٌ في نواصيها الخير إلى يوم القيامة و باب الجهاد ماضٍ مع البرِّ وَالفَاجِرِ: ۱/ ۳۹۹
3. نيل الأوطار للشوكاني: ۷/ ۲۱۹۔۲۳۶
4. مسلم مع النووي / كتاب الجهاد والسير: ۲/ ۱۳۵۔۱۴۱
5. زاد المعاد لابن القيم: ۲/ ۱۵۱۔۱۶۶

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[۹۴] «اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَلْاَجْرُ وَالْمَغْنَمُ» [۳۹]

"گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک اجر اور غنیمت کی صورت میں خیر و بھلائی رکھ دی گئی ہے۔"

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جہاد ہر نیک و بد کے ہمراہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اسی کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے۔ [۴۰]

---

[۳۹] صحيح البخاري= كتاب الجهاد والسّير: باب الجهاد ماضٍ مَعَ البرّ والفاجر، الحديث: ۲۶۹۷ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب الخيل في نواصيها الخير إلى يوم القيامة، الحديث: ۱۸۷۳

[۴۰] صحيح البخاري= كتاب الجهاد والسّير: باب الجهاد ماضٍ مَعَ البرّ والفاجر.

جہاد کے بارے چند منتخب احادیث:

نبی ﷺ نے فرمایا :

[۹۵] « بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَعَ السَّيْفِ »[۴۱]

''مجھے قیامت سے پہلے (یعنی قیامت تک) تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔''

[۹۶] « اَلْبَرَكَةُ فِيْ نَوَاصِي الْخَيْلِ »[۴۲]

''برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں ہے۔''

[۹۷] « اُغْزُوْا بِاسْمِ اللّٰهِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، قَاتِلُوْا مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ »[۴۳]

''اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کرتے رہو اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے والے ہر شخص سے قتال جاری رکھو۔''

[۹۸] «جُعِلَ رِزْقِيْ تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِيْ وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصِّغَارُ عَلٰى مَنْ خَالَفَ اَمْرِيْ»[۴۴]

''میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے اور میرے مخالف ہمیشہ ذلیل و خوار ہونگے۔''

---

۴۱ مسند احمد : ۲ / ۵۰، ۹۲ شیخ احمد شاکر فرماتے ہیں : اس کی سند صحیح ہے۔ دیکھئے المسند للإمام أحمد بن حنبل بتحقیق أحمد شاکر ، الحدیث: ۵۱۵، ۵۶۶۷ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان ایک راوی ہے جس کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے۔ البتہ اس حدیث کی ایک شاہد روایت بھی ہے جو حسن درجے کی ہے۔ اس شاہد کو مصنف ابن ابی شیبہ نے'' أوزاعی عن سعید بن جبلہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم.....'' کی سند سے روایت کیا ہے۔ دیکھئے :فتح الباری شرح صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب ما قیل فی الزّماح (۶ / ۴۳۸)

۴۲ صحیح البخاری= کتاب الجهاد والسّیر: باب الخیل معقود فی نواصیها الخیر إلی یوم القیامة ، الحدیث: ۲۶۹۶ + صحیح مسلم =کتاب الإمارة : باب الخیل فی نواصیها الخیر إلی یوم القیامة ، الحدیث: ۱۸۷۴

۴۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۵۲

۴۴ مسند أحمد= ۲ / ۵۰۔ یہ حدیث حسن درجے کی ہے۔ دیکھئے: فتح الرّبانی (۲۲ : ۴۰)۔ القسم الثّالث من کتاب السّیرة النّبویّة فی شمائله ﷺ : باب ما جاء فی خصوصیّاته۔ امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا ہے: اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن ثابت راوی ہے جو ثوبان سے بیان کرتا ہے۔ اس کو ابن عدی اور ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن امام احمد اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ اس حدیث کی ایک شاہد روایت بھی ہے جس کو ابن ابی شیبہ نے الأوزاعی عن سعید بن جبلة عن النبی ﷺ بیان کیا ہے۔ دیکھئے :فتح الباری شرح صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب ما قیل فی الزّماح۔ اس حدیث کو ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں، امام طبرانی نے طبرانی کبیر میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں بھی ذکر کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب الجهاد : باب ما قیل فی الزّماح کے ترجمۃ الباب میں سند کے بغیر ذکر کیا ہے۔ نیز دیکھئے صحیح الجامع الصّغیر ، الحدیث ۲۸۳۱ اور مسند احمد بتحقیق احمد شاکر ، الحدیث: ۵۱۱۴، ۵۶۶۷

[۹۹] « اُقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِينَ وَاسْتَبْقُوا شَرْخَهُمْ »[۴۵]

''بڑے بڑے (اہل قوت نوجوان) مشرکوں کو قتل کرو اور ان کے چھوٹے بچوں کو چھوڑ دو۔''

[۱۰۰] « وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْلَا أَنَّ رِجَالًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَطِيبُ أَنْفُسُهُمْ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِّي وَلَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُهُمْ عَلَيْهِ مَا تَخَلَّفْتُ عَنْ سَرِيَّةٍ تَغْزُو فِي سَبِيلِ اللَّهِ »[۴۶]

''اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر کچھ مومن مرد ایسے نہ ہوتے جو میرے پیچھے رہنے کو پسند نہیں کرتے اور نہ میرے پاس ان کے لئے سواری ہے تو میں کبھی بھی اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والے کسی لشکر سے غیر حاضر نہ ہوتا۔''

اسلم بن عمران کہتے ہیں: ہم مدینہ منورہ سے چلے، ہماری منزل مقصود ''قسطنطنیہ'' تھی، ہمارے لشکر کی قیادت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کر رہے تھے، رومی کافر اپنی پشتوں کو شہر کی دیوار کے ساتھ لگائے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے ایک تیر پکڑ کر دشمن پر حملہ کرنا چاہا۔ لوگوں نے کہا ''اوہ، اوہ، لا الہ الا اللہ'' یہ شخص تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔'' اس وقت میزبان رسول ﷺ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

[۱۰۱] « إِنَّمَا أُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِينَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، لَمَّا نَصَرَ اللَّهُ نَبِيَّهُ وَ أَظْهَرَ الْإِسْلَامَ، قُلْنَا: هَلُمَّ نُقِيمُ فِي أَمْوَالِنَا وَ نُصْلِحُهَا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿ وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ﴾ فَالْإِلْقَاءُ بِأَيْدِينَا إِلَى التَّهْلُكَةِ أَنْ نُقِيمَ فِي أَمْوَالِنَا وَ نُصْلِحَهَا وَ نَدَعَ الْجِهَادَ »[۴۷]

---

[۴۵] سنن أبي داؤد= كتاب الجهاد: باب في قتل النّساء. + سُنَن الترمذي= أبواب السّير: باب ما جاء في النّزول على الحكم، اس حدیث کی سند تو ضعیف ہے مگر معنی صحیح ہے۔ شیخ الالبانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے مشکوۃ، الحديث: ۳۹۵۲ بتحقيق الثاني. معنی صحیح ہونے کی وضاحت یہ ہے کہ عورتوں اور بچوں کو اسلام نے قتل کرنے سے منع کیا۔ جیسا کہ بہت ساری صحیح احادیث سے واضح ہوتا ہے۔ مثلاً دیکھئے صحيح مسلم= كتاب الجهاد والسّير: باب تحريم قتل النّساء والصّبيان في الحرب، الحديث: ۱۷۴۴ + صحيح التّرمذي = أبواب السّير: باب ما جاء في النّهي عن قتل النّساء والصّبيان، الحديث: ۱۶۷۵ + صحيح أبي داؤد= كتاب الجهاد: باب في قتل النّساء، الحديث: ۲۳۲۳۔ بڑے بڑے جوان مشرکوں کو قتل کرنے کے بارے میں قرآن مجید کی وہ تمام آیات دلیل ہیں جن میں مشرکوں کو قتل کرنے اور مشرکوں کی گردنیں اڑانے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً دیکھئے: سورة التوبة ۹: ۵ + الأنفال ۸: ۱۲ اور سورۃ محمد ۴۷: ۴۔ لہٰذا قرآن و حدیث کے دیگر دلائل کی بناء پر اس حدیث کے معنی و مفہوم کو صحیح کہا جا سکتا ہے۔ (واللہ اعلم، ابو عمار ابن عبد الجبار)

[۴۶] صحيح البخاري= كتاب الجهاد: باب تمنّي الشّهادة، الحديث ۲۶۴۴ + صحيح مسلم= كتاب الإمارة: باب فضل الجهاد والخروج في سبيل الله، الحديث: ۱۸۷۶

[۴۷] صحيح أبوداؤد= كتاب الجهاد: باب في قوله تعالى: ﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرة= ۲: ۱۹۵)، الحديث: ۲۱۹۲ + صحيح التّرمذي= أبواب التّفسير: باب و من سورة البقرة، الحديث: ۲۳۷۲ + مسند أحمد: ۴/ ۲۸۱۔ ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

''یہ آیت تو ہم انصار مدینہ کے بارے نازل ہوئی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنی مدد سے نوازا اور اسلام کو غالب کر دیا تو ہم نے کہا: (اب جہاد کی کیا ضرورت ہے؟) اب ہم اپنے مالوں (باغوں، کھیتوں اور مویشیوں) میں رہیں گے اور ان کی درستگی اور دیکھ بھال کریں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو (جہاد سے روک کر) ہلاکت میں مت ڈالو۔ گویا ہمارا اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف لے جانا یہی تھا کہ ہم اپنے مالوں میں مشغول ہو جاتے، ان کی اصلاح اور دیکھ بھال شروع کر دیتے اور جہاد کو ترک کر بیٹھتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ترک جہاد امت کی ہلاکت اور بربادی ہے اور نجات فقط فریضۂ جہاد کو جاری رکھنے میں ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۰۲] « اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ۔ قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا هُنَّ ؟ قَالَ : الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَ قَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَكْلُ الرِّبَا، وَ اَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ » [۴۸]

''سات مہلک اشیاء سے بچو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کونسی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) ایسی جان کو قتل کرنا جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) مقابلے کے دن میدان جنگ سے فرار ہونا (۷) پاکدامن بھولی بھالی ایماندار عورتوں پر تہمت لگانا۔''

[۱۰۳] « إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِيْنَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيْتُمْ بِالزَّرْعِ وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ عَنْكُمْ حَتّٰى تَرْجِعُوْا إِلٰى دِيْنِكُمْ » [۴۹]

''جب تم سودی کاروبار شروع کر دو گے، گائے کی دمیں پکڑ لو گے، کھیتی باڑی پر تکیہ لگا کر بیٹھو گے اور تم جہاد چھوڑ بیٹھو گے تو اللہ تمہارے اوپر ذلت مسلط کر دے گا اور اس کو اس

---

[۴۸] صحيح البخاري: كتاب الوصايا: باب قول الله تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾، (النساء: ۴: ۱۰) الحديث: ۲۶۱۵ + صحيح مسلم: كتاب الإيمان: باب بيان الكبائر وأكبرها، الحديث: ۸۹

[۴۹] صحيح أبوداؤد: كتاب الجهاد: باب في النهي عن العينة، الحديث: ۲۹۵۶ + سلسلة أحاديث الصحيحة، الحديث: ۱۱

وقت تک نہیں اٹھائے گا جب تک تم اپنے دین (جہاد) کی طرف واپس نہ پلٹو۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ترک جہاد کا نتیجہ ذلت و رسوائی ہے اور جہاد ہی دین ہے۔"

مذکورہ بالا صحیح احادیث سے جہاد کے فرض عین اور واجب ہونے کا نتیجہ اخذ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین و محدثین کی ایک جماعت کا یہی موقف ہے۔ جہاد اپنے خاص معنی "کافروں کے خلاف جنگ و قتال کرنا" کے اعتبار سے فرض عین ہے۔[۵۰]

اس کی مزید تفصیل آئندہ صفحات میں دلائل کے ساتھ پیش کی جائے گی۔

تخصیص کرنے والی آیات و احادیث:

اس باب میں ان آیات اور احادیث پر بحث کی جائے گی جو فرضیت جہاد پر کھلی دلیلیں ہیں۔ لیکن ان میں بعض ایسے مقامات و احوال کی قیود موجود ہیں جن سے جہاد کے فرض کفایہ ہونے کی وضاحت یا اشارہ ملتا ہے۔ علماء محققین کے نزدیک ایسی آیات و احادیث ان آیات و احادیث کو منسوخ کرنے والی نہیں ہیں جن میں جہاد کے فرض عین ہونے کے دلائل موجود ہیں۔ بلکہ ان سے مخصوص حالات اور مقامات کی رہنمائی ہوتی ہے۔ تخصیص وتقیید سے کسی طرح بھی کسی حکم کا منسوخ اور ختم ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔

اس کے باوجود صحابہ و تابعین اور بعد کے علماء کی ایک جماعت ایسی آیات و احادیث کو تخصیص وتقیید کے لئے بھی حجت تسلیم نہیں کرتی اور وہ بدستور جہاد کو تمام امت پر فرض عین قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ باب میں ذکر کردہ آیات وصحیح احادیث سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[۱۰۴] ﴿وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۠﴾

[التوبة-۹: ۱۲۲]

"اور یہ مناسب نہیں کہ تمام کے تمام مومنین (جہاد یا طلب علم) کیلئے نکل کھڑے ہوں۔ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ان کے ہر فرقہ (گروہ) سے ایک جماعت نکلے۔ تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں اور واپسی پر اپنی پوری قوم کو ڈرائیں تاکہ وہ بچے رہیں۔"

[۵۰] نیل الأوطار للشوکانی: ۷/ ۲۲۶

مفسرین صحابہ وتابعین کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ مذکورہ آیت جہاد یا حصول علم کی خاطر خروج کیلئے ہے۔ زیادہ تر اہل علم نے سیاق وسباق کی بنا پر جہاد کے لئے نکلنے پر ہی محمول کیا ہے۔ تاہم دوسرے قول کے دلائل بھی کمزور نہیں۔ صحیح موقف یہی ہے کہ آیت کے حکم میں دونوں خروج داخل ہیں۔[۵۱]

[۱۰۵] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ ﴾ [التوبة= ۹:۳۸]

''اے ایمان والو! کیا سبب ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کیلئے) نکلو تو تم زمین پر ڈھیر ہو جاتے ہو؟ کیا آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی پر راضی ہو بیٹھے ہو؟ سو آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کا مزہ اور فائدہ بہت تھوڑا ہے۔''

[۱۰۶] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝ ﴾ [النساء= ۴:۷۱]

''اے ایمان والو! دشمن سے اپنا بچاؤ مضبوط رکھو اور جماعت در جماعت جہاد کیلئے نکلو یا سارے کے سارے۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد اور عکرمہ وغیرہم سے یہی تفسیر مروی ہے۔[۵۲]

[۱۰۷] ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ [النساء= ۴:۹۵]

''بیٹھ رہنے والے مومنین (معذور، نابینا کے علاوہ) اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ اللہ نے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرنیوالوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ کی فضیلت دی ہے۔ (ویسے تو) سب سے ہی اللہ تعالیٰ نے اچھا وعدہ کیا ہے اور مجاہدین کو (بیٹھ رہنے والوں) کے مقابلے میں بہت زیادہ اجر و

---

۵۱ ملاحظہ ہو فتح القدیر للشوکانی: ۲/۴۱۶+جامع البیان للطبری +تفسیر کبیر للرازی+ تفسیر ابن کثیر: ۲/۴۳۹-۴۴۰

۵۲ تفسیر ابن کثیر: ۱/۷۵+فتح القدیر للشوکانی: ۱/۴۸۶

ثواب کی برتری عطا فرمائی ہے۔"

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۰۸] "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا اِلٰى بَنِيْ لِحْيَانَ مِنْ هُذَيْلٍ فَقَالَ لِيَنْبَعِثْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا وَالْاَجْرُ بَيْنَهُمَا" [۵۳]

"رسول اللہ ﷺ نے ھذیل قبیلے کی ایک شاخ بنی لحیان کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا۔پس حکم دیا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک (جہاد کے لیے) نکل کھڑا ہو اور اجر و ثواب دونوں میں برابر تقسیم ہوگا (بشرطیکہ وہ مجاہد کا خیر خواہ رہے)"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۰۹] "مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ صَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ جَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا)) فَقَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَفَلَا نُبَشِّرُ النَّاسَ ؟ قَالَ ((اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ، فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهُ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَ اَعْلَى الْجَنَّةِ فَوْقَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ)) " [۵۴]

"جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، نماز قائم کی اور رمضان کا روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ پر حق ہوگا کہ اس کو جنت میں داخل فرمائے، وہ جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہو یا اپنی جائے پیدائش میں بیٹھا رہے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم یہ خوشخبری سب لوگوں کو سنا دیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "جنت میں ایک سو درجات ہیں جو اللہ نے صرف مجاہدین کے لیے تیار فرمائے ہیں۔ ہر دو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔سو جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو کیونکہ یہ سب جنتوں سے عمدہ اور اعلیٰ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے (اور اسی سے جنت کے تمام دریا پھوٹتے ہیں)"

سورۃ التوبہ کی آیت نمبر :۳۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ نفیر عام یعنی جہاد کے اعلان عام کے وقت بیٹھ رہنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ۔جس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ عمومی حالات میں جہاد

---

[۵۳] صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب وغيره ، وخلافته في أهله بخير، الحديث: ۱۸۹۶

[۵۴] صحیح البخاری=کتاب الجهاد: باب درجات المجاهدين في سبيل الله ، الحديث:۲۶۳۷ +صحیح مسلم= كتاب الإمارة: باب بيان ما أعدّ الله تعالى للمجاهد في الجنّة من الدّرجات، الحديث:۱۸۸۴

فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح سورۃ النساء کی آیت نمبر :۷۱ سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد کے لیے متفرق طور پر یا مجموعی طور پر دونوں طرح نکلنا فریضہ جہاد کی ادائیگی میں کفائت کرتا ہے۔ مگر اس آیت سے تمام افراد امت کے لیے جہاد کے فرض عین نہ ہونے کا مفہوم اخذ کرنا انتہائی محال ہے۔ اسی طرح مفہوم مخالف سے استدلال بالاجماع حجت قرار نہیں پاسکتا۔ بنی لحیان کی طرف لشکر روانہ کرنے والی حدیث بھی خروج عام کی فرضیت کی نفی تو کرتی ہے مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انبعاث (اٹھ کھڑے ہونا)، اخراج (جہاد کے لیے لوگوں کو نکالنا) اور نفیر عام (سب کو جہاد کے لیے نکل پڑنے کا حکم دے دینا) نبی یا اس کے خلفاء اور امراء کا فریضہ ہے جس کو مختلف حالتوں کی مطابقت سے عام یا خاص کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ایسی آیات و احادیث کو کسی اسلامی فریضہ کے فرض عین یا فرض کفایہ میں سے کسی ایک پر دلیل بنانا استدلال کے شرعی تقاضوں سے مطابقت نہیں رکھتا۔

جہاں تک ذکر کردہ حدیث ابو ہریرہ «كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ» کا تعلق ہے (یعنی اللہ کے ذمہ ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے) تو اس میں جنت کے داخلے کے لیے ادائیگی زکوٰۃ اور حج بیت اللہ کو بھی شرائط میں داخل نہیں کیا گیا۔ تو کیا اس سے یہ استدلال کرنا صحیح ہوگا کہ یہ دونوں فرائض اسلام بھی فرض کفایہ میں شامل ہیں۔

لا محالہ ہمیں مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ «أَوْ جَلَسَ فِي أَرْضِهِ» (یا اپنی جائے پیدائش پر بیٹھا رہا) کا معنیٰ یہ کرنا ہوگا کہ وہ جہاد کا عزم اور ارادہ کر کے بیٹھا رہا، نہ یہ کہ وہ جہاد کا مخالف بن کر بیٹھا رہا۔ جیسا کہ دونوں مذکورہ فرائض (زکوٰۃ اور حج) حدیث میں ذکر نہیں ہوئے، اس کے باوجود جنت میں داخل ہونے کے لیے وہ بھی لازمی شرائط ہیں۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں یہ شرط بھی موجود ہے۔

[۱۱۰] ثُمَّ قَالَ ﷺ لِلْقَاعِدِ: «لَيُخْلُفْ الْخَارِجَ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ بِخَيْرٍ» [۵۵]

"(پھر آپ نے پیچھے گھر میں بیٹھنے والے کے لئے کہا: تم میں جو کوئی جہاد پر جانے والے کی جانشینی کرے گا اس کے اہل خانہ میں اور مال (کاروبار) میں بھلائی کے ساتھ تو اس کو جہاد پر جانے والے کے اجر سے نصف اجر کی طرح اجر ملے گا۔"

---

۵۵ صحیح مسلم، کتاب الإمارة : باب فضل إعانة الغازی فی سبیل الله بمرکوب وغیره و خلافته فی أهله بخیر، الحدیث:۱۸۹۶

گویا وہ جہاد کے عمل میں شامل ہے، جہاد کے عمل سے وہ خارج نہیں ہے اس لیے وہ برابر کا حصے دار ہے۔

جہاد کے فرض عین ہونے پر آثار و اقوال:

جہاد کے فرض کفایہ ہونے سے متعلق دلائل اثبات دعویٰ کیلئے واضح اور محکم نہیں، بلکہ ان میں کئی معانی کے احتمالات ہیں۔ اصول فقہ کا مشہور قاعدہ ہے کہ "وَ إِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ" جب کسی بات میں کئی احتمال پیدا ہوجائیں تو استدلال وہاں باطل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد کے فرض عین ہونے پر قرآن وسنت اور اجماع امت سے مضبوط دلائل موجود ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۱۱] ﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ﴾ [التوبة=۹:۷۳+التحریم=۶۶:۹]

"اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔"

[۱۱۲] ﴿ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ ﴾ [النساء=۴:۸۴]

"تو صرف اپنے آپ کا ذمہ دار ہے۔"

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۳] «اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.....»[۵۶]

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ توحید و رسالت کی گواہی دیں۔"

نیز نبی ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۴] «اَلْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰى اَنْ يُّقَاتِلَ اٰخِرُ اُمَّتِيَ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ»[۵۷]

"میری بعثت سے لے کر میری امت کے آخری شخص کے مسیح دجال سے جنگ کرنے تک جہاد جاری رہے گا۔"

اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد تک جہاد پوری امت پر فرض عین تھا۔ محققین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ جہاد سب پر فرض عین ہے۔ مشہور تابعی سعید بن مسیب اور دیگر علماء کا قول یہی ہے۔[۵۸]

---

۵۶ تخریج کے لئے دیکھئے «الرقم المسلسل:۱۳»

۵۷ تخریج کے لئے دیکھئے «الرقم المسلسل:۱۶»

۵۸ ملاحظہ ہو نیل الأوطار:۷/۲۲۶+شرح النووی:۱/۳۹۰۳۸

◎ امام شوکانی اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:

" وَالْجِهَادُ مِنْ آكَدِ الْفَرَائِضِ وَ أَعْظَمِهَا " [۲۹]

"جہاد تمام دینی فرائض میں سب سے زیادہ مؤکد اور عظیم ترین فریضہ ہے"

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" ثُمَّ بَعْدَ أَنْ شَرَعَ هَلْ فَرْضُ عَيْنٍ أَوْ كِفَايَةٍ قَوْلَانِ مَشْهُوْرَانِ لِلْعُلَمَآءِ هُمَا وَفِيْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ " [۳۰]

" یہ بات ثابت ہوگئی کہ اسلام میں جہاد ہے۔ اب اگلی قابل غور بات یہ ہے کہ آیا وہ فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ یہ دونوں قول شافعیوں کے ہیں۔"

علماء اسلام کے اس میں دو مشہور قول ہیں:

پہلا موقف: جہاد فرض عین ہے۔

دوسرا موقف: جہاد فرض کفایہ ہے۔

امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جہاد مہاجرین پر فرض عین تھا۔ اسی لیے فتح مکہ سے قبل تک ان پر ہجرت کرنا اور مدینہ پہنچ کر جہاد میں اہل اسلام کی مدد کرنا فرض عین تھا۔[۳۱]

امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جہاد انصار پر فرض عین تھا۔ اس کی تائید وہ دلیل کرتی ہے کہ لیلۃ العقبہ (یعنی جس رات رسول اللہ ﷺ نے چیدہ چیدہ انصار صحابہ سے سمع وطاعت کا عہد لیا تھا مکہ کے قریب ایک گھاٹی میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے اپنی نصرت وحمائت کی بیعت لی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۱۱۵] «تَعَالَوْا بَايِعُوْنِيْ عَلٰى أَنْ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا .....» [۳۲]

"آؤ! مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ کسی کو اللہ کے شریک نہیں ٹھہراؤ گے۔"

---

[۲۹] ملاحظہ ہو: فتح القدیر للشوکانی: ۲/ ۳۶۳+ المحلّٰی لابن حزم: ۷/ ۲۹۱

[۳۰] فتح الباری: ۶/ ۳۷۷

[۳۱] دیکھئے سورۂ انفال آیت: ۷۲۔۷۴۔ نیز دیکھئے کتاب فضائل الصّحابة: باب هجرة النّبيّ ﷺ وأصحابه إلى المدينة، الاحادیث: ۳۶۸۹۔۳۷۰۸+ صحیح مسلم= کتاب فضائل الصّحابة: باب کم أقام النّبيّ ﷺ بمكة، الحدیث: ۲۳۵۱

[۳۲] صحیح البخاری= کتاب فضائل الصّحابة: باب وفود الأنصار إلى النّبيّ ﷺ بمكّة وبيعة العقبة، الحدیث: ۳۶۷۹+ صحیح مسلم = کتاب الحدود: باب الحدود كفّارات لأهله۔ (یاد رہے مذکورہ بالا دونوں اقوال امام ماوردی اور امام سہیلی کے فتح الباری: ۶/ ۳۷۷ میں ہیں)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ مزید کہتے ہیں :دونوں اماموں کے اقوال مع الدلائل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاد مہاجرین اور انصار دونوں پر فرض عین تھا۔ صحیح ترین بات یہ ہے کہ جہاد ہر اس مسلمان پر فرض عین ہو جاتا تھا جس کو نبی ﷺ جہاد کیلئے منتخب کر لیتے یا نکلنے کا حکم فرما دیتے ہیں۔(وہ انصاری ہوتا یا مہاجر) اگر چہ نبی اکرم ﷺ خود نہ بھی نکلتے۔"[۴۳]

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

" وَالتَّحْقِيْقُ اَيْضًا أَنَّ جِنْسَ جِهَادِ الْكُفَّارِ مُتَعَيِّنٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ "[۴۴]

" حقیقت یہی ہے کہ مطلقاً کافروں کے ساتھ جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔"

کتاب الجہاد میں امام بخاری کے عنوانات سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کافروں کے ساتھ جہاد کے فرض عین ہونے کے قائل ہیں۔ چنانچہ " بَابُ وُجُوبِ النَّفِيْرِ وَ مَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ "(باب اس بارے میں کہ جہاد کیلئے نکل کھڑے ہونا واجب ہے نیز اس بات کا بیان کہ جہاد اور نیت جہاد کے تحت کیا کیا باتیں ضروری ہیں) کے تحت وہ ان آیات و احادیث کو پیش فرماتے ہیں جن کا مفہوم ہی یہ ہے کہ جہاد فرض عین ہے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[۱۱۶] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾

[التوبۃ=۹:۴۱]

"تم ہلکے ہو یا بھاری جہاد کیلئے نکل پڑو۔ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

[۱۱۷] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ ﴾ [التوبۃ=۹:۳۸]

"اے ایمان والو! کیا سبب ہے جب تمہیں اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنے کو کہا جائے تو تم زمین پر ڈھیر ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش

---

۴۳ فتح الباری :۶/ ۳۷۷

۴۴ فتح الباری :۶/ ۳۷۷

ہو بیٹھے ہو؟"

اسی طرح نبی ﷺ نے فتح مکہ کے روز فرمایا:

[۱۱۸] « لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَ اِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا » [۴۵]

"فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت کرنے کا حکم ختم ہو چکا ہے لیکن جہاد اور اس کی نیت رکھنا اب بھی فرض اور واجب ہے اور جب تمہیں جہاد کیلئے نکالا جائے تو نکل پڑو۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اللہ کی راہ میں ہلکے ہو یا بھاری بہر صورت نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔"

◎ امام طبری رحمہ اللہ نے کہا:

" وَالَّذِیْ یَظْهَرُ اَنَّهَا مَخْصُوْصَةٌ وَ لَیْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ..... " [۴۶]

"صحیح اور ظاہر بات ہے کہ

[۱۱۹] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ﴾ [التوبۃ-۹:۴۱] اور

[۱۲۰] ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾..... [التوبۃ=۹:۳۸] جیسی آیات منسوخ نہیں ہیں البتہ مخصوص ہیں۔"

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وَالتَّحْقِیْقُ اَنْ لَّا نَسْخَ بَلِ الرُّجُوْعُ فِی الْآیَتَیْنِ اِلٰی تَعْیِیْنِ الْاِمَامِ وَاِلَی الْحَاجَةِ اِلٰی ذٰلِكَ. " [۴۷]

"تحقیق بات یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں امام اور خلیفہ وقت کے منتخب اور متعین کر دینے کے بعد کہ فلاں فلاں آدمی جہاد کیلئے نکل کھڑے ہوں حاجت وضرورت کے پیش آنے کی شرائط کے بعد ان کو منسوخ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

◎ امام محمد بن اسماعیل صنعانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

" اَلْحَدِیْثُ دَلِیْلٌ عَلٰی وُجُوْبِ الْجِهَادِ بِالنَّفْسِ وَهُوَ بِالْخُرُوْجِ وَالْمُبَاشَرَةِ لِلْكُفَّارِ بِالْمَالِ وَ هُوَ بَذْلُهٗ لِمَا یَقُوْمُ بِهٖ مِنَ النَّفَقَةِ فِی الْجِهَادِ وَالسِّلَاحِ وَ نَحْوِهٖ " [۴۸]

---

۴۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۹

۴۶ فتح الباری: ۶/ ۳۷۸

۴۷ فتح الباری: ۶/ ۳۷۸

۴۸ سبل السلام: ۴/ ۸۲

حدیث رسول ﷺ [۱۲۱] «جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَ أَلْسِنَتِكُمْ» اس امر کی بے مثال دلیل ہے کہ جہاد بالنفس یعنی کفار کے ساتھ دو بدو جنگ اور جہاد بالمال یعنی میدان جہاد کے لئے اسلحہ وغیرہ کی ضروریات پر مال خرچ کرنا دونوں واجب اور فرض عین ہیں۔"

◎ امام نسائی اور امام ابو داؤد کا مؤقف:

حدیث کا ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ محدثین اسلام کا مذہب حدیث پر عمل کرنا ہی تھا اور انہوں نے اپنے افکار و آراء کتب حدیث کے تراجم ابواب کی شکل میں مرتب کر کے امت کے سامنے پیش کر دیئے۔ امام نسائی نے کتاب الجہاد کا سب سے پہلا باب "وجوب الجہاد" قائم کیا ہے اور امام ابو داؤد نے کتاب الجہاد کا پہلا باب "دوام الجہاد" درج فرمایا ہے۔ حدیث کے دونوں اماموں نے مذکورہ ابواب کے ضمن میں وہ آیات و احادیث بیان کی ہیں جن سے جہاد کا فرض عین ہونا واضح ہوتا ہے۔ نیز فریضۂ جہاد کے ہمیشہ اور قیامت تک جاری و ساری رہنے کے احکام ثابت ہوتے ہیں۔ لامحالہ مذکورہ محدثین کا مؤقف اور عقیدہ بھی وہی ہے جو ذکر کردہ آیات و احادیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، جس کو انہوں نے تراجم و ابواب کی صورت میں بیان کر دیا ہے۔[۶۹]

فرضیت جہاد کے متعلق محدثین کرام کے اقوال کی یہ چند مثالیں ہیں۔ تفصیل کیلئے ان محدثین عظام کی کتب اور فقہ الحدیث کی مستند و معتبر تصنیفات کا مطالعہ کیجئے جنہوں نے اپنی تصنیفات میں ابواب و تراجم قائم فرمائے ہیں۔ مثلاً

(۱) بخاری (۲) مسلم (۳) ابو داؤد (۴) ترمذی
(۵) نسائی (۶) ابن ماجہ (۷) المؤطا لمالک (۸) سنن دارمی
(۹) صحیح ابن حبان (۱۰) دارقطنی (۱۱) بیہقی
(۱۲) صحیح ابن خزیمہ وغیرہ۔

علاوہ ازیں فقہ الحدیث کی مستند و معتبر تصنیفات مثلاً:

(۱۳) المنتقی مع النّیل: ۷/ ۲۱۹۔۲۲۹
(۱۴) والمحلّی لابن حزم ۷/ ۲۹۱۔۲۹۳
(۱۵) سُبُل السّلام مع بلوغ المرام ٤/ ۸۱۔۱٤۱

---

۶۹ سُنَن أبی داؤد = کتاب الجهاد: باب فی دوام الجهاد + سُنَن النّسائی = کتاب الجهاد: باب وجوب الجهاد.

(١٦) التّلخيص الحبير لابن حجر باب وجوب الجهاد٤ / ٨٧، ٩٦

◉ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" وَالتَّحْقِيْقُ أَنَّ جِنْسَ الْجِهَادِ فَرْضُ عَيْنٍ "[۲۰]

''حقیقت یہی ہے کہ جہاد فرض عین ہے۔''

نیز فرماتے ہیں:

" أَمَّا الْجِهَادُ بِالْمَالِ فَفِي وُجُوبِهِ قَوْلَانِ وَالصَّحِيْحُ وُجُوْبُهُ لِأَنَّ الْأَمْرَ بِالْجِهَادِ بِهِ وَبِالنَّفْسِ فِي الْقُرْآنِ سَوَاءٌ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :[١٢٢]﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾[التوبة=٩:٤١] .....إِلٰى قَوْلِهِ : ثُمَّ أَعْلَمَهُمْ أَنَّ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ "[۲۱]

'' جہاد بالمال کے واجب ہونے میں دو قول ہیں۔صحیح قول یہ ہے کہ وہ جہاد بالنفس کی طرح واجب ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاد بالمال اور جہاد بالنفس دونوں کا یکساں حکم فرمایا ہے اور دردناک عذاب سے نجات ،گناہوں کی مغفرت اور دخول جنت کیلئے دونوں قسم کے جہاد کو لازمی شرائط کے طور پر بیان فرمایا ہے۔جبکہ یہ تینوں مقاصد ہر مومن کے لئے مقاصد حسنہ ہیں۔ان کے حصول کے بغیر کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونا ناممکن ہے۔''

الغرض کفار کے مقابلے میں جہاد بالمال اور جہاد بالنفس دونوں واجب اور فرض ہیں۔

◉ مشہور تابعی ،محدث اور امام سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

" إِنَّهُ فَرْضُ عَيْنٍ وَ قَالَ قَوْمٌ إِنَّهُ كَانَ فَرْضَ عَيْنٍ فِيْ زَمَنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ "[۲۲]

'' جہاد فرض عین ہے جبکہ کچھ لوگوں کا موقف ہے کہ جہاد عہد صحابہ میں فرض عین تھا۔''

◉ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" يَجِبُ جِهَادُ الْكُفَّارِ وَاسْتِنْقَاذُ مَا بِأَيْدِيْهِمْ مِنْ بِلَادِ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَسْرَاهُمْ وَ يَجِبُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ أَنْ يَكُوْنُوْا يَدًا وَّاحِدَةً عَلَى الْكُفَّارِ وَ أَنْ يَجْتَمِعُوْا وَ يُقَاتِلُوْا عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ وَ

---

[۲۰] زاد المعاد ٢ / ١٥١

[۲۱] زاد المعاد :٢ / ١٥١، ١٥٢

[۲۲] نيل الأوطار :٧ / ٢٢٦+الرّوضة النّديّة :٢ / ٣٣٢

رَسُولِهِ وَ الْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِهِ ..... فَإِنَّ هٰذَا مِنْ أَعْظَمِ أُصُوْلِ الْإِسْلَامِ وَ قَوَاعِدِ الْإِيْمَانِ۔ [۷۳]

''کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان کے قبضے سے مسلمانوں کے علاقوں اور قیدیوں کو آزاد کرانا واجب ہے۔ اسی طرح تمام مسلمانوں پر فرض اور واجب ہے کہ کفار کے مقابلے میں جسد واحد کی طرح متحد و متفق ہو جائیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں جہاد فی سبیل اللہ اور قتال بالکفار کے میدان میں سب کے سب جمع ہو جائیں۔ کیونکہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' تمام اسلامی اصولوں کی بنیاد اور سب سے بڑا قاعدہ ہے۔''

فیصلہ کن بات:

◎ مجتہد امام قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''کفار کے ساتھ جہاد و قتال کرنا اور انہیں قبول اسلام، ادائیگی جزیہ یا قتل تین صورتوں میں سے ایک کے قبول کرنے پر مجبور کرنا دین کی اہم ضرورت (یعنی فرض عین) ہے۔ انہی مقاصد کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے، کتابیں نازل کی گئیں اور رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت سے وفات تک جہاد و قتال کو اپنا سب سے بڑا مقصود بنائے رکھا۔ قرآن وسنت کے بے شمار دلائل اس پر قائم ہیں۔ مسلمانوں کا اس بارے اجماع ہے کہ جو آیات واحادیث کفار کے ساتھ صلح و آشتی یا ان کے جنگ سے باز رہنے کی صورت میں جنگ نہ کرنے کے موضوع پر وارد ہوئی ہیں وہ سب منسوخ ہیں۔ ان کو منسوخ قرار دینے والی وہ آیات ہیں جن میں کفار کے ساتھ ہر حالت میں جہاد و قتال جاری رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، خواہ ان پر پوری طرح قابو پا لیا جائے یا وہ خود اپنے شہروں کی طرف واپس جانے لگیں۔'' [۷۴]

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا تجزیہ جہاد اسلامی کے تمام پہلوؤں پر ایک مدلل، محقق اور فیصلہ کن بات کا درجہ رکھتا ہے اور قرآن وسنت کا گہرا مطالعہ کرنیوالوں پر یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ جہاد واقعتہً اسلام کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد ہے جس سے اللہ رب العزت کی حاکمیت اعلیٰ کے راستے ہموار ہوتے ہیں۔

◎ عظیم فقیہ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اِتَّفَقُوْا أَنَّ دِفَاعَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ أَهْلِ الْكُفْرِ عَلٰى بَيْضَةِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَ قُرَاهُمْ وَ

---

[۷۳] مختصر الفتاوی المصریۃ: ۵۵۳۔ مطبع بیروت

[۷۴] السیل الجرار: ۴/۵۱۸ مطبوع بیروت

حُصُوبِهِمْ وَ حُرُمِهِمْ إِذَا نَزَلَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَرْضٌ عَلَى الْأَحْرَارِ الْبَالِغِيْنَ الْمُطِيْقِيْنَ۔"[۵۷]

"جملہ علماء اسلام کا اس امر پر اتفاق و اجماع ہے کہ مشرکین و کفار جب مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو اپنے مرکز، اپنی بستیوں، اپنے قلعوں اور عزتوں کے دفاع میں حملہ آور روں کے خلاف جہاد و قتال کرنا تمام آزاد، بالغ اور صاحب استطاعت مسلمانوں پر فرض اور واجب ہوتا ہے۔"

◎ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" اِعْلَمْ اَنَّ اَتَمَّ الشَّرَائِعِ وَاَكْمَلَ النَّوَامِيْسِ هُوَ الشَّرْعُ الَّذِيْ يُؤْمَرُ فِيْهِ بِالْجِهَادِ....."[۵۶]

"یاد رہے کہ کامل اور اکمل ترین شریعت اور مکمل ترین ناموس الٰہی ایک ایسی شریعت اور قانون ہی ہوسکتا ہے جس میں جہاد کا حکم ہو۔"

کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ دین حق کو غالب کرنے اور کفر کی قوت کو توڑنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ جب تک کفر کی گردن نہ توڑی جائے اس وقت تک اسلام کا غلبہ بعید از قیاس ہے۔

وجوب جہاد اور اس کی فرضیت عینیہ کے موضوع پر حوالہ جات مذکورہ کے علاوہ درج ذیل حوالہ جات بھی **ملاحظہ ہوں:**

1. المنتقى لإبن الجارود باب فی دوام الجهاد الی یوم القیامة:۳٤۳
2. مشكوة المصابيح مع شرح الطِّيْبِي :۷/۲٦۲-۳۱۳
3. جمع الفوائد من جامع الأصول و مجمع الزوائد للمغربی :۲/۱۳-۱٦: باب وجوب الجهاد
4. التَّلخيص الحبير لإبن حجر: باب وجوب الجهاد :٤/۸۷-۹٦
5. نيل الأوطار للشّوكانی: ٤/۲۱۹-۲۲٦
6. زاد المعاد لإبن قيّم:۲/۱۰٦-۱۱٤
7. حجّة الله البالغة للشّاه الدهلوی: ۲/۱۷۰-۱۷۸

((.....❀❀❀❀❀.....))

---

۵۷ مراتب الإجماع لإبن حزم: ۱۱۹

۵۶ حجّة الله البالغة: باب الجهاد: ۲/۱۷۰

تم پر قتال فرض کیا گیا ہے اور وہ تمہیں
ناگوار گزرتا ہے، ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کو
تم ناگوار سمجھو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور
ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور
وہ تمہارے لئے بُری ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں۔

(البقرہ 2/ آیت 216)

باب:۳

فرضِ عین ہونے کے مستقل اور عارضی اسباب

فرض عین ہونے کے مستقل اسباب

جہاد کے فرض عین ہونے کے کچھ مستقل اسباب ہیں اور کچھ عارضی اسباب۔اس باب میں پہلے مستقل اسباب کا تذکرہ ہوگا اور بعد میں عارضی اسباب حوالہ قلم و قرطاس کئے جائیں گے۔(إن شاء الله)

ا۔ فتنہ اور غلبہ دین:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۳]﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ [البقرة=۲:۱۹۳]

''کافروں اور مشرکوں سے لڑائی کرو یہاں تک کہ فتنہ (کفر وشرک) ختم ہو جائے اور زمین پر دین صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہی رہے۔تاہم اگر وہ باز آ جائیں تو پھر ظالموں کے علاوہ ہماری کسی سے کوئی دشمنی نہیں۔''

[۱۲۴]﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَاتَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ ﴾[الأنفال=۸:۳۹]

''کافروں اور مشرکوں سے جنگ جاری رکھو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے،سارے کا سارا دین اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہو جائے۔تاہم اگر وہ باز آ جائیں (تو ٹھیک ہے۔) بے شک اللہ تعالیٰ جو وہ عمل کرتے ہیں اس کو دیکھنے والا ہے۔''

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۱۲۵] « اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ ، وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ، فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ

اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَ حِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ ۱؎

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کے الٰہ واحد ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں۔ چنانچہ جب وہ ایسا کرنے لگیں گے تو ان کے خون اور مال مجھ سے محفوظ ہو جائیں گے مگر کسی اسلامی حق کی وجہ سے (ان کا خون بہایا جا سکتا ہے)۔ جبکہ ان کا باقی (اندرون خانہ) معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔"

مذکورہ آیات نیز بخاری و مسلم کی صحیح حدیث اور انکی ہم معنی بہت ساری آیات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد اور قتال جاری رہے گا اور ہر عاقل و بالغ مسلمان پر اس فریضہ کی ادائیگی حتمی طور پر لازم ہے جب تک فتنہ (شرک و فساد اور مسلمانوں پر ظلم و ستم) باقی ہے اور پوری دنیا میں دین اسلام صرف اللہ تعالیٰ کیلئے خالص نہیں ہو جاتا اور کرۂ ارض کے تمام باشندگان توحید و رسالت کی شہادت نہیں دیتے۔

◎ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَ اِذَا كَانَ اَصْلُ الْقِتَالِ الْمَشْرُوْعِ هُوَ الْجِهَادُ وَ مَقْصُوْدُهُ هُوَ اَنْ يَّكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ وَ اَنْ تَكُوْنَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَمَنِ امْتَنَعَ مِنْ هٰذَا قُوْتِلَ بِاتِّفَاقِ الْمُسْلِمِيْنَ۔" ۲؎

"جب حقیقت یہ ہے کہ شریعت میں قتال کی بنیاد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس کا مقصد فقط یہ ہے کہ تمام دین اللہ کیلئے خالص ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی سربلند ہو جائے۔ تو جو شخص بھی اس سے پیچھے اور باز رہے گا تو مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس کے ساتھ قتال کرنا ضروری ہوگا۔"

۲۔ جب دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۲۶] ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَ مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝﴾ [الأنفال: ۸: ۱۵-۱۶]

"اے ایمان والو! جب تم کفار کے لشکر سے ٹکراؤ تو ان سے پیٹھ پھیر کر مت بھاگو اور جو کوئی اس دن پیٹھ پھیر کر بھاگے گا ــــ ماسوائے اس کے جو لڑائی کی خاطر پینترا بدلے یا دوسری جماعت

۱؎ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۳

۲؎ مجموع الفتاوی: ۲۸/ ۳۵۴

میں جگہ بنائے ـــــ تو یقیناً وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جو لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔"

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۲۷] ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [الأنفال ۸:۴۵]

"اے ایمان والو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو ثابت قدم رہو اور کثرت کے ساتھ اللہ کو یاد کرتے رہو تاکہ تم کامیابی حاصل کرلو۔"

مذکورہ تینوں آیات غزوۂ بدر پر تبصرہ کے طور پر ہیں۔ لیکن یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ احکام سبب نزول کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام ہوتے ہیں۔ مزید برآں آیات کا سیاق وسباق اور کلمات کا عموم بھی یہی بتا رہا ہے کہ یہ حکم عام ہے۔ مثلاً:

[۱۲۸] ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴾ [الأنفال ۸:۱۵] ـــــ [۱۲۹] ﴿ فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ [الأنفال ۸:۴۵] ان آیات کی تفسیر میں وارد صحیحین کی متفق علیہ حدیث بھی واضح کرتی ہے کہ یہ حکم عام ہے۔ وہ حدیث جس میں میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے کو تباہ کر دینے والے کبیرہ گناہوں میں شامل کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا احکام صرف جنگ بدر کے لیے خاص نہیں بلکہ قیامت تک کے لیے جاری وساری ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۳۰] «اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ۔ قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ» [۳]

"سات مہلک اشیاء سے بچو۔ پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

① اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا۔
② جادو کرنا۔
③ ناحق قتل کرنا۔

---

[۳] تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۰۶

④ سود خوری۔

⑤ یتیم کا مال ہڑپ کرنا۔

⑥ میدان جہاد سے پیٹھ دکھاتے ہوئے بھاگنا۔

⑦ پاکدامن بھولی بھالی اور ایمان دار عورتوں پر برائی کی تہمت لگانا۔"

حدیث بالا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ آیات کا حکم قیامت تک عام ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث کی تائید میں بہت ساری صحیح روایات ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میدان جنگ وقتال میں موجود مسلمانوں پر جنگ کرنا فرض عین ہے اور میدان جہاد سے فرار اختیار کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ تمام اہل اسلام، جمہور محدثین عظام اور آئمہ کرام کا یہی موقف اور عقیدہ ہے۔

◎ عظیم مفسر قرآن علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امام مالک، امام شافعی اور اکثر علماء اسلام کا یہی مذہب ہے" [ج]

اللہ تعالیٰ سورۃ الانفال کی آیت نمبر: ۴۵ میں اپنے بندوں کو دشمن سے آمنا سامنا اور دو بدو لڑائی کے وقت جنگ کے آداب بتا رہے ہیں اور شجاعت و بہادری کی تعلیم دے رہے ہیں۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو جنگ کے لیے ابھارتے ہوئے فرماتے ہیں:

[۱۳۱] «أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ» [ح]

"اے لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی از خود آرزو نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا کرو۔ لیکن جب دشمنان دین حق سے ٹکراؤ اور کشمکش ہو جائے (اور تم بالمقابل کھڑے ہو جاؤ) تو پھر میدان جنگ میں خوب جم کر لڑو اور یہ یاد رکھو کہ اللہ کی جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے خلاف لڑتے ہوئے جم کر لڑنے اور خوب دلیری اور بہادری سے ڈٹے رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی طرح میدان جنگ سے بھاگنے، پیٹھ دکھانے، بزدلی اور کمزوری دکھانے کو حرام و ممنوع قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ "وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا" سے ہمہ وقت اپنی یاد تازہ رکھنے کی ہدایت کی۔ کیونکہ فتح و نصرت اور فوز و فلاح کا بہت بڑا بلکہ سب سے بڑا وسیلہ ذکر الٰہی ہی ہے۔

ج تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۲۵۔ ۳۲۷ + تفسیر القرطبی: ۷/ ۲۴۲

ح صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب لاتتمنوا لقاء العدو، الحدیث: ۲۸۶۱ + صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسیر: باب کراهة تمنی لقاء العدو والأمر بالصبر عند اللقاء، الحدیث: ۱۷۴۲

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور دیگر مفسرین کرام رقمطراز ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ شجاعت، بہادری اور میدان قتال میں ثابت قدمی کے بارے انہوں نے وہ تاریخ رقم کی ہے جس کی نظیر قرون اولیٰ میں ملنا ممکن نہیں۔ انہوں نے جہاد فی سبیل اللہ اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کے ثمرات و برکات سے نہایت قلیل مدت میں مشرق و مغرب کے طاقتور ممالک اور ان کے باشندگان کے دل فتح کر لیے۔ حالانکہ کرہ ارضی کی بے شمار افواج کے مقابلہ میں انکی تعداد انتہائی قلیل تھی۔ حتیٰ کہ روم و ایران، ترکی، مصر، سوڈان، اریٹیریا اور شمالی افریقہ کے بے شمار باشندے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور دین اسلام تمام ادیان عالم پر غالب آ گیا۔[۶] [۱۳۲] ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ [المائدة: ۵:۱۱۹]

۳۔ جب جہاد کے لیے سب کو نکلنے کا حکم مل جائے:

اس بات پر بھی تمام مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہے کہ جس طرح کفار سے آمنا سامنا اور مڈبھیڑ ہو جانے پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب جہاد کیلئے نکل پڑنے اور اٹھ کھڑے ہونے کا حکم ہو جائے تو اس وقت بھی ہر مسلمان پر ''جہاد فی سبیل اللہ'' فرض عین ہو جاتا ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے کی شمولیت سے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ یہ حکم قرآن و سنت کے بہت سارے دلائل سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۳] ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝﴾ [التوبة: ۹:۳۸]

''اے ایمان والو! کیا سبب ہے کہ جب تمہیں کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکل کھڑے ہو تو تم زمین پر بھاری ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگانی پر خوش ہو بیٹھے ہو؟ تو سنو! آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی ساز و سامان بہت ہی قلیل ہے۔''

مذکورہ بالا آیت کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۳۴] «لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا»[۷]

---

۶ ملاحظہ ہو جامع البیان للطبری + القرطبی: ۷/۲۴۲ + تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۴۹، ۳۵۰

۷ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۹

''فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت نہیں لیکن جہاد فی سبیل اللہ اور اس کا عزم وارادہ ہمیشہ واجب اور لازم ہے اور جب تمہیں جہاد کیلئے نکلنے کو کہا جائے تو نکل کھڑے ہو۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بحوالہ تفسیر طبری اس آیت کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے جو مروی ہے کہ مندرجہ ذیل تینوں آیات منسوخ ہیں:

[۱۳۵] ﴿ مَالَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ..... ﴾ [التوبة=۹:۳۸]

''اے مسلمانو! کیا سبب ہے کہ جب تمہیں جہاد کیلئے نکل کھڑے ہونے کا کہا جاتا ہے.....''

اور آیت [۱۳۶] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ..... ﴾ [التوبة=۹:۴۱]

''ہلکے ہو یا بھاری ہر حالت میں جہاد کیلئے اللہ کی راہ میں نکلو.....''

نیز آیت [۱۳۷] ﴿ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ..... ﴾ [التوبة=۹:۱۲۰]

''اہل مدینہ اور آس پاس کے دیہاتیوں کیلئے جائز نہیں کہ وہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' میں اللہ کے رسول سے پیچھے رہ جائیں.....''

(سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ مذکورہ بالا تینوں آیات اس مندرجہ ذیل آیت سے منسوخ ہوگئی ہیں:

[۱۳۸] ﴿ وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ﴾ [التوبة=۹:۱۲۲]

(یہ مناسب نہیں کہ تمام مومنین جہاد کیلئے پورے کے پورے نکل کھڑے ہوں۔''

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول انتہائی ضعیف اور نا قابل قبول ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا تینوں آیات جن میں جہاد کے فرض عین ہونے کی وضاحت ہے اس حالت پر فٹ ہوتی ہیں کہ جب مومنوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے طلب کریں تو سب نکل کھڑے ہوں۔ چنانچہ طلب کیے جانے کے بعد " تَخَلُّف عَنِ الْجِهَاد " (جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے) کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور اس صورت میں فریضۂ جہاد سے پیچھے رہنے والا اللہ کے عذاب اور پکڑ کا مستحق ٹھہرے گا۔[۵] (وَ اللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعَالٰى اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ)

۴۔ جب دشمن حملہ آور ہو جائیں نیز قریب ترین کافروں کی سرکوبی:

جب دین اسلام کے دشمن کفار و مشرکین مسلمانوں کے کسی شہر یا علاقہ پر حملہ آور ہوں تو تمام اہل

۵ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۹۴، ۳۹۵

شہر اور قریب سے قریب تر مسلمانوں پر اسکے دفاع کیلئے قتال کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ پہلی تینوں صورتوں کی طرح اس حالت میں بھی جہاد کے فرض عین ہونے پر مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۳۹] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ ﴾ [التوبۃ- ۹:۱۲۳]

''اے ایمان والو! اپنے آس پاس والے کفار سے قتال کرو (ایسا قتال کہ) وہ تمہارے اندر خوب بہادری کا احساس کرلیں اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔''

آیت مذکورہ بالا میں کافروں کے خلاف جنگ کی ترتیب سمجھائی گئی ہے کہ مومنوں کو ''اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ'' (قریب سے قریب تر) کا اصول ملحوظ نظر رکھتے ہوئے قتال کی ابتداء زیادہ قریب رہنے والوں سے کرنی چاہئے، پھر بالترتیب قتال جاری رکھتے ہوئے اس ٹارگٹ کو حاصل کرنا چاہئے جو درج ذیل آیت میں مذکور ہے:

[۱۴۰] ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ ﴾ [الانفال- ۸:۳۹]

''کفار سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ (شرک وفساد اور مسلمانوں کی ایذاء رسانی کا) باقی نہ رہے اور تمام دین خالص اللہ کے لیے ہو جائے۔''

اس آیت سے یہ ٹارگٹ معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کو غالب کرنے تک جنگ جاری رکھنی چاہئے۔ اس آیت سے یہ معنی نکالنا کہ جب دشمن حملہ کرتے ہوئے تمہارے قریب آجائے تو صرف اور صرف دفاعی صورت میں قتال کرو یہ معنی بعید از قیاس ہے بلکہ تحریف معنوی ہے اور اس من گھڑت اصطلاح پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ جہاد کے فرض عین ہونے پر چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن دلیل:

[۱۴۱] ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ..... ﴾ [الانفال- ۸:۳۹] ہے۔

اس آیت میں بیان کیے گئے جہاد کے اہداف و مقاصد کے حصول کی ترتیب ہی سورۃ التوبہ کی آیت نمبر: ۱۲۳ میں پیش کی گئی ہے کہ جہاد کے مقاصد کے حصول میں ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے پہلے قریبی کافر سے پھر دور کے کافر سے قتال جاری رکھو۔

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو کفار کے ساتھ "الأقرب فالأقرب" کی ترتیب سے قتال جاری رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے جزیرۂ عرب کے مشرکین سے قتال کا آغاز کیا اور اس کو مکمل فتح کر لینے کے بعد اہل کتاب رومیوں سے جنگ شروع کی جو جزیرۂ عرب کے قریب تر آباد تھے۔ پھر آپ کے بعد آپ کے خلیفۂ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روم و ایران کے ساتھ جہاد اور قتال جاری رکھا حتی کہ قیصر و کسریٰ کی طاقتور پرانی سلطنتوں کو تاخت و تاراج کر کے (یعنی ان کے تخت و تاج کو گرا کر) کلمۃ اللہ کو سربلند اور کفر و شرک کو سرنگوں کیا، ان کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے۔ پھر فتح و نصرت کی تکمیل آپ کے وصی (وصیت کردہ) اور ولی عہد فاروق اعظم کے دست حق پرست پر ہوئی اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں پر قبضہ کی وہ بشارتیں پوری ہوئیں جو رسول اللہ ﷺ نے دی تھیں۔ [۹]

جہاد کا تسلسل اور ترتیب نبوی:

سیدنا نافع بن عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۴۲] «تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ» [۱۰]

"(اے مسلمانو!) تم پہلے اہل جزیرۂ عرب کے ساتھ جنگ کرو گے جس کو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے فتح کر دے گا۔ پھر تم فارس (ایران) سے جنگ کرو گے، اللہ اس کو تمہارے لیے فتح کر دے گا۔ پھر تم روم کے ساتھ جنگ کرو گے، تو اللہ اس کو بھی فتح کر دے گا۔ پھر تم دجال کے ساتھ جنگ کرو گے، اللہ اس کو بھی فتح کر دے گا۔"

گویا دنیا کے چار بڑے بڑے مجرموں کے ساتھ تمہاری جنگ ہو گی، تم ان کے ساتھ غزوہ کرو گے اور تائید الٰہی کے ساتھ فتح یاب ہو جاؤ گے۔ اس حدیث سے "اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ" یعنی قریب سے قریب تر اور قریب تر سے قریب ترین والے کفار و مشرکین کے ساتھ غزوہ اور قتال کرنے کا ثبوت واضح ہو رہا ہے۔ پھر فتح و نصرت کے مراحل طے کر کے کلمۃ اللہ کی سربلندی، اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت

---

[۹] صحیح مسلم= کتاب الفتن وأشراط الساعة : باب ما یکون من فتوحات المسلمین قبل الدّجال، الحدیث: ۲۹۰۰ وباب لا تقوم الساعة حتّٰی یمرّ الرّجل بقبر الرّجل فیتمنّٰی أن یکون مکان المیّت من البلاء ، الحدیث: ۲۹۱۴،۲۹۱۸ + مشکوٰۃ=کتاب الفتن : باب الملاحم الحدیث: ۵۴۱۰۔۵۴۳۵ + نیز دیکھیے= تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۴۴۱

[۱۰] صحیح مسلم=کتاب الفتن و أشراط الساعة : باب مایکون من فتوحات المسلمین قبل الدّجال، الحدیث: ۲۹۰۰

اور قیصر وکسریٰ کے خزانوں کو فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کا علم حاصل ہوتا ہے جن کی بشارتیں رسول اللہ ﷺ نے دی ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۴۳] « هَلَكَ كِسْرَى ثُمَّ لَا يَكُونُ كِسْرَى بَعْدَهُ۔ وَ قَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُونُ قَيْصَرٌ بَعْدَهُ وَ لَتُقْسَمَنَّ كُنُوزُهُمَا فِي سَبِيلِ اللهِ »۔ « وَ سَمَّى الْحَرْبَ خُدْعَةً »[۱]

''کسریٰ ہلاک ہوگا، پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ قیصر ہلاک ہو جائے گا، پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ ان کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم ہوں گے اور نبی ﷺ نے جنگ کو دھوکہ دہی کا نام دیا ہے۔''

لیکن یہ مذکورہ چاروں چوٹی کے مجرم تم پر اکٹھے ہو کر حملہ آور ہونگے اور وہ تمہارے قریب ہوتے جائیں گے اور تم بے بسی میں صرف دفاعی قتال کیلئے مجبور ہو جاؤ گے، حدیث کے کسی لفظ اور جملے سے اس کا اشارہ تک نہیں ملتا۔

اگر یہ دشمن کے حملے کے جواب میں دفاعی قتال ہوتا تو ''ہلاک ہوگا''۔ ''وہ البتہ ضرور ہلاک ہوگا''۔ ''تم ان کے خزانوں کو اللہ کے راستے میں تقسیم کرو گے'' جیسے جملوں اور فقرات کو رسول اللہ ﷺ کے معجزات اور بشارتوں کا درجہ دینا نہایت بعید از قیاس اور اچنبھے کی باتیں ہیں۔

◎ امام نووی رحمہ اللہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

" هَذَا الْحَدِيثُ فِيهِ مُعْجِزَاتُ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ "[۲]

''اس حدیث میں رسول اللہ کے متعدد معجزات بیان ہوئے ہیں۔ (یعنی فتح جزیرۂ عرب، فتح فارس، فتح روم، فتح دجال) وَلِلّٰهِ الْحَمْد

گذشتہ بحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ فتنہ وفساد کا خاتمہ اور اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ جہاد کے اصل مقاصد ہیں جن کے حصول تک جہاد جاری رکھنے کیلئے نبی ﷺ کی امت کا ہر فرد ذمہ دار اور پابند ہے اور اکثر فرائض اسلامیہ کی طرح فریضۂ جہاد بھی فرض عین ہے۔

جہاد کے فرض عین ہونے کے لیے جن حالات واسباب کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان کی موجودگی میں جہاد کے فرض عین ہونے پر پوری امت مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے۔ چنانچہ مشتے از

---

[۱] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب الحرب خدعة، الحدیث: ۲۸۶۴ + صحیح مسلم= کتاب الفتن وأشراط الساعة: باب لا تقوم الساعة حتى يمرَّ الرّجل بقبر الرّجل فيتمنّى أن يكون مكان الميّت من البلاء، الحديث: ۲۹۱۸

[۲] شرح النووي على المسلم: ۲/ ۳۹۳

خروارے (یعنی مثال) کے طور پر نمونہ کے چند حوالہ جات تحریر کیے جاتے ہیں۔

محدثین اور فقہاء کی گواہی

◎ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت:

عظیم محدث امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بیہقی اپنی مشہور تصنیف "السُّنَنُ الکُبرٰی :کتاب السِّیَر" کے ضمن میں "بَابُ مَنْ یُبْدَأُ بِجِهَادِهِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" قائم کر کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے آیت [۱۴۴] ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ.....﴾ [التوبۃ- ۹:۱۲۳] کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

"اگر قریب ترین کی بجائے دور والا دشمن زیادہ خطرناک ہو تو امیر اور خلیفہ پر لازم ہے کہ خطرناک دشمن کے ساتھ قتال جاری کرے اگرچہ وہ بعید تر ہو۔ کیونکہ یہ حاجت اور ضرورت کی بنیاد پر ہے (جس کا پورا کرنا بہر حال لازم ہے۔) جیسا کہ نبی ﷺ کو قبیلۂ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ آپ کے خلاف فوج کشی کا ارادہ رکھتا ہے تو آپ نے بنی مصطلق پر پیشگی حملہ کرتے ہوئے ان پر شب خون مارا، جبکہ وہ بے خبر تھے۔ انکے لڑنے والوں کو قتل کر دیا اور بچوں اور عورتوں کو قیدی بنالیا۔ حالانکہ ان سے قریب تر دشمن موجود تھے۔"

بعد ازاں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرا باب " اَمْرُ دَفْعِ الْعَدُوِّ قَبْلَ انْتِيَابِهٖ " قائم کر کے غزوۂ احزاب کی حدیث ذکر فرمائی اور باب کے عنوان سے فقہ الحدیث کی طرف اشارہ فرمایا کہ دشمن کے حملہ آور ہونے کی معلومات پر اس کی پیشگی مدافعت امام اور جملہ مسلمانوں پر فرض اور واجب ہو جاتی ہے۔[۴۳]

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت :

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں امام خطابی اور دیگر محدثین سے نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

" وَبَقِيَ فَرْضُ الْجِهَادِ وَ النِّيَّةِ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهٖ اَوْ نَزَلَ بِهٖ عَدُوٌّ ..... "[۴۴]

"میدان قتال میں جو شخص حاضر ہو اور جس پر دشمن حملہ آور ہو، دونوں پر جہاد فرض عین ہوتا

---

۴۳ السُّنَن الکبرٰی للبیهقی: ۹/ ۳۷-۳۹+المنتقی شرح الموطّا: ۳/ ۱۵۹

۴۴ فتح الباری: ۶/ ۳۷۸

ہے۔" مزید فرماتے ہیں:

" وَفِي الْحَدِيْثِ بِشَارَةٌ بِأَنَّ مَكَّةَ تَبْقَى دَارَ الْإِسْلَامِ أَبَدًا وَ فِيْهِ وُجُوْبُ تَعْيِيْنِ الْخُرُوْجِ عَلَى مَنْ عَيَّنَهُ الْإِمَامُ وَ أَنَّ الْأَعْمَالَ تُعْتَبَرُ بِالنِّيَّاتِ. " [۱۵]

"اس حدیث میں اس امر کی بشارت ہے کہ مکہ ہمیشہ کے لیے دارالاسلام رہے گا، (اس سے ہجرت کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی) اس حدیث سے امام کے طلب کرنے پر جہاد کے لیے نکلنے کا فرض عین ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام اعمال کا اعتبار نیت و ارادہ کے مطابق ہوتا ہے۔"

مزید فرماتے ہیں:

" اَلْحَالُ الثَّانِيْ: بَعْدَهُ ﷺ فَهُوَ فَرْضُ كِفَايَةٍ عَلَى الْمَشْهُوْرِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوَ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ كَأَنْ يُدْهِمَ الْعَدُوُّ وَ يَتَعَيَّنُ عَلَى مَنْ عَيَّنَهُ الْإِمَامُ ....." [۱۶]

"(جہاد کی پہلی حالت عہد نبی ﷺ میں تھی۔ صحیح بات یہی ہے کہ اس عہد میں جہاد مہاجرین و انصار دونوں پر فرض عین تھا۔) دوسری حالت عہد نبوت کے بعد کی ہے۔ مشہور قول کے مطابق اس عہد میں جہاد فرض کفایہ ہے (یہ بات مشہور قول کے مطابق تو ہے لیکن اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع نہیں ہوا) لیکن جب جہاد کی ضرورت پیش آ جائے مثلاً دشمن حملہ آور ہو یا جہاد کے لیے امام طلب کرے تو ان صورتوں میں فرض عین ہے۔"

◎ امام عبداللہ بن احمد مقدسی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" وَهُوَ فَرْضُ كِفَايَةٍ إِذَا قَامَ بِهِ مَنْ يَكْفِيْ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ وَ يَتَعَيَّنُ عَلَى مَنْ حَضَرَ الصَّفَّ أَوْ حَصَرَ الْعَدُوُّ بَلَدَهُ. " [۱۷]

"جہاد فرض کفایہ ہے۔ جب لڑنے والے مجاہدین ضرورت پوری کر رہے ہوں تو باقیوں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔ لیکن وہ شخص جو جہاد کی صف میں موجود ہو اور وہ شخص جس کے شہر کا دشمن محاصرہ کر لے دونوں پر جہاد کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔"

---

[۱۵] فتح الباري: ۶/ ۳۷۹

[۱۶] فتح الباري: ۶/ ۳۷۷ + مراتب الإجماع لابن حزم: ۱۱۹ + المحلّى لابن حزم: ۷/ ۲۹۱

[۱۷] العمدة في فقه الإمام أحمد بن حنبل: ۴۹۳

◎ امام شوکانی رحمہ اللہ کی توضیح :

امام شوکانی رحمہ اللہ تیرہویں صدی ہجری کے مجتہد اور امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے اسکی تائید میں فرماتے ہیں:

" وَ اَمَّا بَعْدَهٗ ﷺ فَهُوَ فَرْضُ كِفَايَةٍ عَلَى الْمَشْهُوْرِ اِلَّا اَنْ تَدْعُوَ الْحَاجَةُ كَاَنْ يُدْهِمَ الْعَدُوُّ وَ يَتَعَيَّنُ عَلٰى مَنْ عَيَّنَهُ الْاِمَامُ ..... وَ قِيْلَ يَجِبُ كُلَّمَا اُمِرَ وَ هُوَ قَوِيٌّ ، قَالَ وَ التَّحْقِيْقُ اَنَّ جِنْسَ جِهَادِ الْكُفَّارِ مُتَعَيِّنٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ..... " [۱۸]

"رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں تو کافروں سے لڑنا مہاجرین وانصار سب پر فرض عین تھا۔ تاہم آپ کے بعد مشہور قول کے مطابق فرض کفایہ ہے (عام حالات میں)۔ لیکن جب اس کی ضرورت پیش آجائے مثلاً دشمن حملہ آور ہو جائے یا خلیفۃ المسلمین جہاد کیلئے طلب کرلے..... (ایک رائے کے مطابق یہ ہے کہ) جب امیر کی طرف سے حکم دے دیا جائے اور کوئی شخص جہاد پر جانے کی قدرت اور طاقت بھی رکھتا ہو تو اس پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ تاہم حق بات تو یہ ہے کہ جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جان، مال، زبان یا دل سے ہمیشہ اس فریضہ کو ادا کرتا رہے۔"

◎ نواب صدیق الحسن بھوپالوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" وَلٰكِنْ لَا يَجِبُ ذَالِكَ اِلَّا عَلَى الْكِفَايَةِ فَاِذَا قَامَ بِهِ الْبَعْضُ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ وَ قَبْلَ اَنْ يَّقُوْمَ بِهِ الْبَعْضُ هُوَ فَرْضُ عَيْنٍ عَلٰى كُلِّ مُكَلَّفٍ وَ هٰكَذَا يَجِبُ عَلٰى مَنِ اسْتَنْفَرَهُ الْاِمَامُ۔ " [۱۹]

"جہاد فرض کفایہ ہے، جب بعض لوگ اس کو پورے طور پر ادا کر دیں تو باقیوں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔ لیکن بعض کی ادائیگی سے قبل یہ ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض عین ہے۔ اسی طرح جس کو امام جہاد کیلئے طلب کرے اس پر بھی فرض عین ہے۔"

◎ ہدایہ کے مصنف رقمطراز ہیں:

" اَلْجِهَادُ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ ..... اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ النَّفِيْرُ عَامًا فَيَصِيْرُ مِنْ فُرُوْضِ الْاَعْيَانِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى :[١٤٥] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ..... ﴾ [التوبة=٩:٤١] وَقَالَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ : اَلْجِهَادُ وَاجِبٌ اِلَّا اَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ سَعَةٍ حَتّٰى يُحْتَاجَ اِلَيْهِمْ ..... وَ

---

[۱۸] نیل الأوطار: ۷/ ۲۲۰

[۱۹] الرَّوضة النَّديّة: ۲/ ۳۳۲

قِتَالُ الْكُفَّارِ وَاجِبٌ وَإِنْ لَّمْ يَبْدَوا لِلْعُمُوْمَاتِ..... فَإِنْ هَجَمَ الْعَدُوُّ عَلٰى بَلَدٍ وَجَبَ عَلٰى جَمِيْعِ النَّاسِ الدَّفْعُ تَخْرُجُ الْمَرْأَةُ بِغَيْرِ إِذْنِ زَوْجِهَا وَالْعَبْدُ بِغَيْرِ إِذْنِ الْمَوْلٰى لِأَنَّهُ صَارَ فَرْضَ عَيْنٍ..... كَمَا فِي الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ۔"[۴۰]

"جہاد فرض کفایہ ہے یعنی بعض کے ادا کر لینے سے دوسروں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔..... لیکن جب نفیر (اعلان) عام ہو تو اس وقت فرض عین ہوگا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "ہلکے ہو یا بھاری ہر حالت میں (جہاد کیلئے) نکلو۔" کی وجہ سے۔ اور امام محمد بن حسن "جامع صغیر" میں فرماتے ہیں: "جہاد فرض اور واجب ہے۔ البتہ عمومی طور پر مسلمانوں کے لیے اس میں گنجائش ہے (کہ بعض مسلمان اس کو پورے طور پر ادا کر رہے ہیں)۔ جب سب کی ضرورت ہوگی تو سب پر فرض ہو گا..... کافروں سے جنگ ہر صورت میں واجب ہے اگرچہ قرآن مجید کی عام آیات اور عام احادیث رسول سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی۔..... پس اگر دشمن کسی شہر پر چڑھ دوڑے تو تمام مسلمانوں پر اس کے دفاع میں قتال کرنا فرض عین ہوگا۔ چنانچہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر اور غلام آقا کی اجازت کے بغیر نکل کھڑے ہوں۔ کیونکہ اس وقت جہاد نماز، روزہ کی طرح فرض عین ہو جاتا ہے جس کے لیے مخلوق میں سے کسی کی اجازت کی کوئی شرط نہیں۔"

- شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فَأَمَّا إِذَا أَرَادَ الْعَدُوُّ الْهُجُوْمَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَإِنَّهُ يَصِيْرُ دَفْعُهُ وَاجِبًا عَلَى الْمَقْصُوْدِيْنَ كُلِّهِمْ وَ عَلٰى غَيْرِ الْمَقْصُوْدِيْنَ لِإِعَانَتِهِمْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: [١٤٦] ﴿وَإِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ﴾ [الأنفال = ٨:٧٢]..... لَمْ يَأْذَنِ اللّٰهُ فِيْ تَرْكِهِ لِأَحَدٍ۔"[۴۱]

"جب دشمن مسلمانوں پر حملہ آور ہونا چاہے تو تمام مسلمانوں پر اس کا دفاع فرض عین ہوگا۔ خواہ وہ حملہ آور کی زد میں آتے ہوں یا نہ۔ کیونکہ ان کی نصرت و اعانت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ضروری ہے کہ "اگر وہ مسلمان (جو مکہ میں پھنسے ہوئے ہیں ہجرت نہیں کر پاتے) دین میں تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض اور واجب ہے۔" [الانفال = ٨:٧٣] اور یہ نصرت ہر مسلمان پر جس قدر ممکن ہو جان اور مال کے ساتھ واجب ہے۔ وہ قلیل ہوں یا کثیر، پیادہ ہوں یا سوار۔ جیسا کہ غزوۂ خندق میں جب دشمن نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کا

---

۴۰ الهداية: ٢/ ٥٥٨-٥٥٩

۴۱ مجموع الفتاوى: ٢٨/ ٣٥٨-٣٥٩

ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بلا تفریق تمام مسلمانوں پر دفاعی قتال کو فرض اور واجب قرار دیا اور ان لوگوں کی شدید مذمت فرمائی جو مختلف حیلوں بہانوں سے قتال میں شریک نہ ہونے کی رخصت طلب کرنے لگے تھے۔"

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے افکار و آراء کی مکمل تصدیق کے لیے دیکھئے سورۂ احزاب کی آیات: ۱۱۔۱۶ اور آیات: ۲۰۔۲۵ مع تفسیر قرطبی، ابن کثیر اور کتاب التفسیر صحیح بخاری و سنن ترمذی سے۔

◎ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

" إِذَا دَخَلَ الْعَدُوُّ بِلَادَ الْإِسْلَامِ فَلَا رَيْبَ أَنَّهُ يَجِبُ دَفْعُهُ عَلَى الْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ إِذْ بِلَادُ الْإِسْلَامِ بِمَنْزِلَةِ الْبَلْدَةِ الْوَاحِدَةِ وَأَنَّهُ يَجِبُ النَّفِيرُ إِلَيْهِ بِلَا إِذْنِ وَالِدٍ أَوْ غَرِيمٍ وَ نُصُوصُ أَحْمَدَ صَرِيحَةٌ بِهَذَا." [۲۲]

"جب دشمن بلاد اسلام میں داخل ہو جائے تو بلاشبہ اس کا دفاع قریب سے قریب تر مسلمانوں پر واجب ہوگا۔ کیونکہ تمام بلاد اسلامیہ بمنزلہ ایک شہر ہیں اور اس حالت میں ہر مسلمان پر جنگ کے لیے نکلنا واجب ہوگا۔ نہ والدین کی اجازت ضروری ہے نہ ہی قرض خواہ کی اجازت ضروری ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے صریح اقوال اس بارے میں موجود ہیں۔"

◎ الشیخ منصور بن یونس حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" إِلَّا أَنْ تَدْعُوَ الْحَاجَةُ لِحُضُورِهِ لِعَدَمِ كِفَايَةِ الْحَاضِرِينَ لِلْعَدُوِّ فَيَتَعَيَّنُ أَيْضًا عَلَى الْبَعِيدِ وَ هُوَ الْمُرَادُ بِقَوْلِهِ أَوْ أُحْتِيجَ إِلَيْهِ." [۲۳]

"میدان جہاد میں موجود مجاہدین جب دشمن کے دفاع کے لیے ناکافی ہوں تو امت کے تمام افراد پر جہاد فرض عین ہوگا۔ ہر قریب اور دور والا اس کا پابند اور مامور ہوگا۔ اس کے فرمان کا یہی منشاء ہے یا پھر اس کے علاوہ کوئی ہنگامی صورت پیش آ جائے تو اس وقت بھی تمام لوگوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔"

قریبی کافر اور جہاد کا تسلسل:

" اَلْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ " کے قرآنی اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے دنیا بھر کے تمام کفار و مشرکین کے

---

۲۲ الفتاوی الکبری: ۴/ ۶۰۸

۲۳ شرح زاد المستقنع: ۲/ ۳، طبع الریاض

ساتھ قتال کرنے کے لیے ہر مسلمان ذمہ دار اور مامور ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

[۱۴۷] ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ﴾ [التوبۃ- ۹:۲۳]

''اے مومنو! ان کفار کے ساتھ قتال کرو جو تمہارے قریب تر ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی (بہادری) کا احساس ہونا چاہئے۔''

سابقہ ابواب میں بلند پایہ مفسرین کے مستند حوالہ جات سے واضح کیا جا چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی آیت کو عملی جامہ پہناتے ہوئے پہلے جزیرہ عرب کے کفار و مشرکین اور بعد ازاں اہل روم سے قتال فرمایا اور اسی اسوۂ حسنہ کی اتباع کا حکم فرمایا:

[۱۴۸] «تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ .....»[۴۳]

''تم پہلے جزیرۂ عرب، پھر فارس اور روم اور پھر مسیح الدجال کے ساتھ جنگ کرو گے اور اللہ تعالیٰ ان سب کو تمہارے لئے فتح کر دے گا۔''

۵۔ قبول اسلام، جزیہ یا قتال فی سبیل اللہ:

اہل کتاب یہود و نصاریٰ و آتش پرست کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دعوت و جہاد کی اسی فطری ترتیب کو برقرار رکھا جو دیگر کفار و مشرکین کے ساتھ ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ چونکہ جہاد اسلامی کی اصل غرض و غایت دین حق کو تمام انسانوں تک پہنچا دینا اور کلمۃ اللہ کو اونچا اور سربلند رکھنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے مدمقابل کو قبول اسلام کی دعوت دینا شرط لازم ہے۔ الّا یہ کہ ان تک دعوت پہنچ چکی ہو اور انہوں نے قبول حق سے انحراف کا راستہ از خود اپنا لیا ہو۔ لیکن اہل کتاب یہود و نصاریٰ اور مجوس کو دارالاسلام میں مسلمانوں کے جزیہ گزار کی حیثیت سے رہنے کی اجازت بھی دے دی ہے۔ جس کا سب سے بڑا فائدہ خود انہی کو حاصل ہوتا ہے کہ ایک طرف وہ خوف و ہراس کی بجائے امن و سلامتی کی فضا میں خوشگوار زندگی گزارتے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کے ساتھ معاشرتی میل جول میں وہ اسلامی تعلیمات سے روشناس ہو کر دین حق قبول کرنے کے لیے بے شمار مواقع حاصل کر لیتے ہیں۔[۴۴]

---

[۴۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۳۷

[۴۴] صحیح البخاری=کتاب الجهاد/أبواب الجزية والموادعة: باب ماجاء فی أخذ الجزية من اليهود والنّصارى والمجوس والعجم، الحديث: ۲۹۸۷-۲۹۸۹

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۴۹] ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ ﴾ [التوبة= ۹:۲۹]

''(مسلمانو!) ان لوگوں کے ساتھ قتال کرو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے حرام کردہ اشیاء کو حرام نہیں جانتے اور دین حق کو اختیار نہیں کرتے، جو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے ہیں، حتیٰ کہ وہ ذلیل اور تابع ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔''

کیونکہ یہود عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ مسیح علیہ السلام کو اللہ کے بیٹے قرار دیتے ہیں۔ اس طرح وہ پہلے کافروں سے ملتا جلتا عقیدہ اپنا رہے ہیں۔ اللہ ان کو غارت کرے، کہاں بھولے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اور اسی طرح مسیح بن مریم علیہما السلام کو اللہ کے علاوہ اپنا رب ٹھہرا رکھا ہے۔ حالانکہ ان کو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی پرستش کا حکم دیا گیا۔

اس طرح سورۃ التوبہ کی آیات: ۳۰۔۳۴ میں اہل کتاب کے شرکیہ عقائد اور لوگوں کے مال باطل طریقوں سے ہڑپ کر جانے کا تفصیلاً بیان کرتے ہوئے ان کے شرکیہ عقائد اور برے اعمال کا ارتکاب کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا گیا یہاں تک کہ وہ اسلام کو قبول کر لیں یا جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں اور انہی چیزوں کا بیان رسول اللہ ﷺ کی درج ذیل حدیث میں ملتا ہے۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

[۱۵۰] « وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَادْعُهُمْ إِلٰى ثَلٰثِ خِصَالٍ فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَ كُفَّ عَنْهُمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوا فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ۔ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِيْنَ۔ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذٰلِكَ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَ عَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ۔ فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا، فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُوْنُوْنَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِيْنَ، يَجْرِيْ عَلَيْهِمْ حُكْمُ اللّٰهِ الَّذِيْ يَجْرِيْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔ وَ لَا تَكُوْنُ لَهُمْ فِي الْغَنِيْمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَسَلْهُمُ الْجِزْيَةَ۔ فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَ كُفَّ عَنْهُمْ۔ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَ قَاتِلْهُمْ » [۴۶]

---

۴۶ صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسیر: باب تأمیر الإمام الأمراء علی البعوث ووصیته إیاهم بآداب الغزو و غیرها، الحدیث: ۱۷۳۱

''جب تو اپنے مشرک دشمن سے آمنا سامنا کرے تو ان کو تین باتوں کی طرف بلا۔ ان میں سے جس کو بھی وہ قبول کریں وہ تو بھی قبول کرلے اور اپنا ہاتھ روک لے۔

① ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت پیش کر۔ اگر وہ قبول کرلیں تو تو بھی قبول کرلے اور اپنا ہاتھ روک لے۔ پھر انہیں دعوت دے کہ وہ اپنے گھروں کو چھوڑ کر (وطن چھوڑ کر) مہاجرین کے گھر (دار ہجرت یعنی مدینہ منورہ) کی طرف نقل مکانی کر جائیں۔ ان کو یہ بھی بتادے کہ اگر وہ ایسا کریں تو ان کو تمام وہ حقوق حاصل ہونگے جو مہاجروں کو حاصل ہیں اور ان پر تمام وہ پابندیاں اور فرائض عائد ہونگے جو مہاجروں پر ہیں۔ اگر وہ نقل مکانی سے گریز کریں تو ان کو بتادو کہ وہ عام دیہاتی مسلمانوں کے حکم میں ہونگے۔ ان پر اللہ کا حکم جاری ہوگا جو مومنوں پر جاری ہوتا ہے۔ البتہ مال غنیمت اور مال فئی میں سے ان کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ الا یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شرکت کریں۔

② اگر وہ اس (مذکورہ بالا پہلی) بات کا انکار کریں تو انہیں جزیہ ادا کرنے کی پیشکش کر۔ اگر وہ اس پیشکش کو قبول کرلیتے ہیں تو تو بھی اس پیشکش کو قبول کرلے اور ان سے اپنا ہاتھ روک لے۔

③ اگر وہ اس (مذکورہ بالا دوسری) بات سے بھی انکار کریں تو اللہ سے مدد طلب کر اور ان سے جنگ کر۔''

خلاصہ کلام:

دلائل اور براہین کی روشنی میں ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک مذکورہ بالا پانچ اسباب:

① شرک وکفر کے فتنہ کا خاتمہ۔

② ساری زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ۔

③ حملہ آور ہونے والے کفار کی سرکوبی۔

④ قریب ترین کفار سے جنگ۔

⑤ اہل کتاب کے اسلام قبول کرنے یا جزیہ ادا کرنے یا پھر ان کا صفایا کرنے تک جنگ۔

جہاد آغاز بعثت رسول سے خاتمہ دجال تک جاری رہے گا۔ یہ طے شدہ قانون ہے کہ جب تک سبب رہتا ہے اس وقت تک مسبب بھی رہتا ہے۔ لہٰذا جب تک یہ اسباب باقی رہیں گے ان کا مسبب یعنی جہاد فی سبیل اللہ بھی قائم ودائم رہے گا۔ ملت اسلامیہ کا ہر فرد اس محکم فرض کا مامور ومکلف رہے گا۔ حتی

کہ دجال کی شکست کے بعد کائنات ارضی کا ہر فرد اپنا دین اللہ کے لیے خالص کرے گا۔ بعد ازاں مومنوں کو ایمان لانے کی پاداش میں مشکلات ومصائب اور سزاؤں کی چکیوں میں پیسا نہیں جائے گا۔ کلمۃ اللہ ہی اونچا اور سربلند رہے گا اور کفر کا کلمہ ذلیل وسرنگوں ہو جائے گا۔ عزت والے کی عزت عزیز رکھتے ہوئے یا پھر ذلیل کی ذلت کے باوجود اسلام ہر گھر میں داخل ہو جائے گا اور صرف اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ کی خالص بندگی کی جائے گی۔

اے اہل اسلام سوچو! کیا جہاد اسلامی کے مذکورہ مقاصد حاصل ہو چکے ہیں؟ دین غالب آ گیا؟ شرک نیست ونابود ہو گیا؟ خالق ارض وسما کی سرزمین پر اس کے نیک بندے نماز اور زکوٰۃ کے فرائض آزادی کے ساتھ ادا کرنے لگے ہیں؟ اور قرب وجوار کے کافروں اور مشرکوں کو ہم نے بلاد اسلامیہ کی سرحدوں سے دور ہٹا دیا ہے؟ کیا تمام اہل کتاب مسلمان ہو گئے؟ یا جزیہ ادا کرنے لگے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر انھیں اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے۔ اللہ اور اس کا رسول بلا رہے ہیں:

[۱۵۱] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ﴾ [الأنفال=۸:۲۴]

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب وہ تمہیں ایسی چیز کی طرف بلائیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔''

لہٰذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے نفیر عام کا بگل بج چکا ہے۔ اس اعلان حق پر لبیک کہتے ہوئے توحید ورسالت کی شہادت کا حق ادا کر دیں، اعلائے کلمۃ اللہ کا پرچم بلند کر دیں اور تمام اہل کتاب کو قبول اسلام یا ادائیگی جزیہ کیلئے مجبور کر دیں۔ کیونکہ ان نبیوں اور رسولوں کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد ہی صرف یہ ہے۔

فرض عین ہونے کے عارضی اسباب

(۱) مومنوں کی مدد کرنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۵۲] ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ ..... ﴾ [الأنفال=۸:۷۲]

''اور جو لوگ ایمان لائے مگر ہجرت نہیں کی تو تمہارے اور ان کے درمیان کوئی ولایت (میراث اور غنیمت میں) نہ ہوگی جب تک وہ ہجرت اختیار نہ کرلیں۔ لیکن اگر وہ دین میں تم سے مدد طلب کریں تو ان کی نصرت و مدد کرنا تم پر لازم ہے۔''

یعنی (وہ دیہاتی جنہوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی اگر وہ بھی دین میں تم سے نصرت طلب کریں تو ان کی بہر حال مدد کرو کیونکہ وہ تمہارے دینی بھائی ہیں) الا یہ کہ ایسی قوم کے خلاف مدد مانگیں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ [۲]

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۵۳] ﴿ وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ ﴾ [النساء=۴:۷۸]

''کیا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر قتال نہیں کرتے؟ جو دعا کرتے ہیں کہ ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے باشندے ظالم ہیں، ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حمایتی بھیج اور ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مددگار بھیج دے۔''

(۲) ظلم وزیادتی کی روک تھام کیلئے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۵۴] ﴿ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ ﴾

[الحج=۲۲:۳۹]

''جن مسلمانوں کے ساتھ ظلم وستم کیا گیا ان کو (ظالموں کے ساتھ) جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی نصرت و مدد پر قادر ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۱۵۵] ﴿ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ ﴾ [البقرة=۲:۱۹۰]

---

[۲] تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۶۴

''اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے قتال کرو جو تمہارے ساتھ قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنیوالوں کو ناپسند کرتے ہیں (یعنی لاشوں کا مثلہ نہ کرو)۔'' [۴۸]

(۳) مسلمانوں کے علاقوں کو کافروں کے تسلط سے آزاد کرانا:

اسلامی ممالک اور علاقوں کا تحفظ اور کفار و مشرکین کے ناجائز قبضہ اور تسلط سے ان کو آزاد کرانا جہاد فی سبیل اللہ کا بڑا سبب ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو ظلم و عدوان اور استعماری قوتوں کے پنجۂ استبداد اور زیادہ سے زیادہ علاقوں پر قبضہ جمانے کی خواہش سے نجات دلائی جاسکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں شر پسند استعماریوں اور قبضہ کرنے والوں کے خلاف قتل عام کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۵۶] ﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ .....﴾ [البقرۃ=۲:۱۹۱]

'' ان (کفار و مشرکین) کو جہاں بھی پاؤ قتل کرڈالو اور ان کو وہاں (یعنی مکہ) سے نکال پھینکو جہاں سے انہوں نے تم کو نکال دیا تھا اور فتنہ و فساد (یعنی کفر و شرک اور مومنین کو ستانا) قتل سے زیادہ برا ہے۔''

بنی اسرائیل نے جب اپنے نبی شمعون علیہ اسلام یا یوشع علیہ السلام سے قتال فی سبیل اللہ کیلئے ایک سپہ سالار یا قائد مقرر کرنے کی درخواست کی تو ان سے کہا گیا ''شاید تم جہاد فرض ہونے کے بعد اس سے گریز کی راہیں ڈھونڈنے لگو گے اور قتال نہ کرو گے۔'' تو انہوں نے جواباً عرض کیا: ''ہمیں ہمارے گھروں اور شہروں سے نکال دیا گیا ہے۔ بھلا ہم اب بھی جہاد نہیں کریں گے۔ اس طرح انہوں نے شہروں اور بچوں کی بازیابی کو ''قتال فی سبیل اللہ'' کرنے کا واحد سبب قرار دیتے ہوئے ''جہاد فی سبیل اللہ'' کو قائم کرنے کے پختہ عزم کا اعلان کیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کرتے ہوئے طالوت کو ان کا بادشاہ اور قائد مقرر فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۵۷] ﴿وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ط﴾

[البقرۃ=۲:۲۴۶]

''یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں کافروں سے جنگ نہ کریں گے۔ جب کہ صورتحال یہ ہے کہ

[۴۸] تفسیر ابن کثیر + تفسیر فتح القدیر

ہمیں ہمارے شہروں اور بچوں سے نکال دیا گیا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کو بنیاد بناتے ہوئے فرمایا کہ جزیرۂ عرب جو اسلام کا مرکز اور قلعہ بن چکا ہے یہاں دین توحید کے ساتھ کوئی شرکیہ مذہب باقی نہ رہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۱۵۸] « أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ » [۲۹]

"(مسلمانو!) تمام مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔"

ایک اور روایت میں آپ ﷺ کا ارشاد یوں مروی ہے:

[۱۵۹] « لَأُخْرِجَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ حَتَّى لَا أَدَعَ إِلَّا مُسْلِمًا » [۳۰]

"میں بہر حال تمام یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے باہر نکال دوں گا۔ حتی کہ یہاں صرف اور صرف مسلمان باقی رہ جائیں گے۔"

(۴) میدان جہاد میں موجود مجاہدین جب ناکافی ہوں:

تمام اہل اسلام کا اس مسئلہ میں اتفاق و اجماع ہے کہ جب میدان جہاد میں موجود لڑنے والے مجاہدین جہاد و قتال کا اصل ہدف پورا کرنے میں ناکافی ثابت ہو رہے ہوں، تعداد اور وسائل کی قلت پیش آ رہی ہو یا کسی دوسرے سبب سے اللہ کے کلمے کو بلند کرنے، اللہ کے دین کو اللہ کی زمین پر غالب و نافذ کرنے، اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو اسلام قبول کروانے یا جزیہ کی ادائیگی کروانے میں رکاوٹ پیش آ رہی ہو تو ان حالات میں ضرورت اور حاجت کی بناء پر امت مسلمہ کے ہر فرد پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

علیٰ ھذا القیاس اگر مومنوں کو مدد کی ضرورت ہو، ظلم و زیادتی کی روک تھام مقصود ہو، اسلامی علاقوں کو کافروں کے پنجۂ استبداد سے آزاد کروانا پیش نظر ہو، ان حالات میں افراد اور وسائل کی قلت رکاوٹ بن رہی ہو تو ان تمام حالات میں ہر مسلمان شخص پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور بلند مقاصد کے حصول تک فرض عین رہتا ہے۔ اس لئے کہ فرض کفایہ کی تعریف ہی یہ ہے کہ جب بعض مسلمان پورے طور پر ادا کر دیں تو بقیہ افراد سے ساقط ہو گا۔ ورنہ سب پر بطور فرض عین کے برقرار رہے گا اور ہر شخص بوجہ عدم ادائیگی کے مجرم ہو گا۔

---

[۲۹] صحیح البخاری=کتاب الجهاد : باب هل يُستشفع فى أهل الذمّة و معاملتهم ، الحديث:۲۸۸۸ + صحيح مسلم= كتاب الوصيّة : باب ترك الوصيّة لمن ليس له شيء يوصى فيه ، الحديث:۱۶۳۷

[۳۰] صحيح مسلم= كتاب الجهاد والسّير : باب إخراج اليهود و النّصارى من جزيرة العرب، الحديث۱۷۶۷

◎ سید سابق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَإِنَّمَا هُوَ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ إِذَا قَامَ بِهِ الْبَعْضُ وَ انْدَفَعَ الْعَدُوُّ وَ حَصَلَ بِهِ الْغِنَاءُ وَ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ." [۱]

''جہاد فرض کفایہ ہے۔ جب بعض مسلمان یہ فرض ادا کرلیں۔ دشمن کا دفاع مکمل ہو جائے اور ان کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کی شرکت کی کوئی ضرورت نہ رہے تو باقی افراد کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔''

◎ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كُلُّ مَنْ عَلِمَ بِضُعْفِ الْمُسْلِمِيْنَ عَنْ عَدُوِّهِمْ وَ عَلِمَ أَنَّهُ يُدْرِكُهُمْ وَ يُمْكِنُهُ غِيَاثُهُمْ لَزِمَهُ أَيْضًا الْخُرُوْجُ إِلَيْهِمْ." [۲]

''جو شخص بھی یہ جانتا ہو کہ مجاہد مسلمان دشمن کے مقابلے میں ضعیف اور کمزور ہیں اور اس کیلئے محاذ پر پہنچ کر ان کی مدد کرنا ناممکن نہیں ہے تو اس پر (فرض عین کے طور پر) ان کی مدد کے لیے نکلنا لازم ہوگا۔''

اسی حقیقت کی توضیح کے لیے مزید درج ذیل حوالہ جات بھی دیکھیے:

1. الهداية: ٢/ ٥٥٨-٥٥٩
2. المحلّى: ٧/ ٢٩١
3. الرّوضة النّديّة شرح الدُّرَر البهيّة: ٢/ ٣٣٢
4. نيل الأوطار للشّوكاني: ٧/ ٢٢٠
5. الفتاوى الكبرى لإبن تيميّة: ٤/ ٦٠٨
6. مجموعه الفتاوى لابن تيميّة: ٢٨/ ٣٥٤-٣٥٨
7. فتح القدير لابن همّام الحنفي: ٥/ ٤٣٨
8. بدائع الصّنائع للكاساني: ٩/ ٤٣
9. المغني لإبن قدامة: ٨/ ٣٤٦، ١٠/ ٣٦٥

---

[۱] فقه السُّنّة: ٣/ ١٢٨

[۲] الجامع لأحكام القرآن: ٨/ ١٥٠

فرض کفایہ کا باطل تصور:

قرآن وسنت کی روشنی میں جہاد فی سبیل اللہ کے پانچ درج ذیل مستقل اسباب بیان کیے گئے ہیں:

① کفر وشرک اور مسلمانوں کی ایذاء رسانی کے فتنہ کا خاتمہ نیز ساری زمین پر اللہ کا دین کا نفاذ۔

② امیر اور خلیفہ کے طلب کر لینے پر جہاد کیلئے اٹھ کھڑے ہونا۔

③ جب کافر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائیں۔

④ قریب ترین کافروں سے جنگ کرنا۔

⑤ اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے، جزیہ ادا کرنے یا پھر جنگ کرنے کی دعوت دینا۔

یہ پانچوں اسباب آغاز بعثت رسول سے لے کر دجال کے قتل تک رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی اور بتائی ہوئی بشارتوں کے مطابق بدستور جاری رہیں گے۔ تو یہ امر ناممکن ہے کہ سبب اور علت تو موجود ہو جب کہ مسبب اور معلول ختم ہو جائے۔ عقل و دانش، فطرت وطبیعت، منطق وفلسفہ، دین وشریعت سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ:

"اِذَا وُجِدَ السَّبَبُ وُجِدَ الْمُسَبَّبُ" (جب سبب موجود ہوگا تو لازماً مسبب بھی موجود ہوگا۔)

ایسے ہی یہ بھی متفقہ اصول ہے کہ "اَلْمَعْلُوْلُ لَا يَنْفَصِلُ عَنِ الْعِلَّةِ" (معلول اپنی علت سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔) لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ فتنہ برپا کرنے والے کافروں اور مشرکوں کے خلاف قتال جاری رکھیں یہاں تک کہ ان کا فتنہ وفساد کلی طور پر ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق کہ "ان کافروں سے اس وقت تک لڑو کہ فتنہ ختم ہو جائے۔" کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[۱۶۰] ﴿ اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾ [البقرۃ=۲:۱۹۱]

"فتنہ وفساد قتل وقتال سے بھی سنگین جرم ہے۔"

مظلوم اہل ایمان کے تحفظ اور روئے زمین کو ظلم وستم سے پاک کر کے اس پر عدل وانصاف قائم کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ "قتال فی سبیل اللہ" ہے۔ قتال فی سبیل اللہ نہ تو تخریب کاری ہے نہ ہی دہشت گردی۔ ایسے ظالم فتنہ باز جنہوں نے ایک رب پر ایمان لانے والوں کو گڑھوں میں بھڑکائی گئی خوفناک آگ میں باری باری پھینک کر جلایا اور بہیمانہ سنگدلی سے کناروں پر بیٹھ کر جلتے، تڑپتے لاشوں کے المناک مناظر کا نہ صرف نظارہ کیا بلکہ ان کو ایمان لانے کی وجہ سے طعن وتشنیع کا نشانہ بھی بناتے رہے۔

اسلامی جہاد کو جارحیت اور دہشت گردی قرار دینے والے اہل مغرب اور وہ مسلم دانشور جو معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہیں، قرآن وسنت کے جہاد کے بارے بے شمار واضح دلائل کی باطل تاویلیں کرتے ہیں، جہاد کو محض دفاعی جنگ قرار دیتے ہوئے دین حق کی جھوٹی وکالت کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں، ذرا وہ انصاف کی نظر سے دیکھیں اور عقل وفطرت سے فیصلہ کریں کہ ایسے ظالم و سفاک کھائیوں والے (تیسویں پارے کی سورۃ البروج میں جن کا تذکرہ ہے) جنہوں نے ان مومن مظلوموں میں ارض وسماء کے مالک، عزیز وحمید رب پر ایمان لانے کے سوا کوئی عیب نہ پایا۔ ان بیچاروں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ ڈالے گئے۔ فرمان الٰہی ہے:

[۱۶۱] ﴿ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ ﴾ [البروج= ۸۵:۸]

''اور انہوں (ظالم کھائیوں والوں) نے ان (کلمہ گو مسلمانوں) سے صرف اس بات کا انتقام لیا تھا کہ وہ لوگ اس اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے جو غالب ہے اور تعریف والا ہے۔''

ان سنگدل ظالموں اور بے رحم سفاکوں کو جنگ وجہاد کے ذریعے ظلم وزیادتی اور فتنہ وفساد سے باز رکھنا، ان کو جہنم کے عذاب اور بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچانے کیلئے دین حق قبول کرنے پر آمادہ کرنا اگر تخریب کاری اور دہشت گردی ہے تو پھر مظلوموں اور بے بسوں کیلئے حصول انصاف کا آخر کیا طریقہ کار ہے؟

سورۂ انفال کی آیت نمبر:۳۹ کے الفاظ ہیں: [۱۶۲] ﴿ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کرۂ ارض پر صرف ارض وسماء کے اکیلے مالک کا دین (دین توحید) باقی رہے اور تمام شرکیہ ادیان نیست ونابود ہو جائیں، بندگی کی ہر رسم، عبودیت اور عجز وانکسار کا ہر طور طریقہ بے شمار جھوٹے خداؤں اور خود ساختہ معبودوں کی بجائے الٰہ واحد کیلئے مخصوص ہو جائے۔ جہاد اسلامی کا سب سے بڑا مقصد ہی یہی ''اخلاص دین'' ہے۔

''اعلائے کلمۃ اللہ'' ہی تمام انبیاء ورسل بالخصوص سید الرسل ﷺ کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر قتل دجال تک یہی چیز جہاد کا منشاء اور مطمع نظر ہے کہ اللہ کی زمین پر صرف اللہ کی حاکمیت قائم ہو اور اللہ کا دین نافذ ہو۔ لہٰذا قتل دجال تک کافروں سے جہاد کرنا امت کے ہر عاقل اور بالغ فرد پر فرض عین رہا ہے اور حصول مقصد تک رہے گا۔ نبی ﷺ نے کیا خوب فرمایا تھا:

[۱۶۳] «أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ.....»[۳۳]

''مجھے اللہ کی طرف سے اس کا حکم دیا گیا ہے کہ میں کفار و مشرکین کے ساتھ قتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

یعنی مجھے قتال کرنے کا حکم ہے۔ جب تک مقصد قتال حاصل نہ ہو جائے۔ مقصد کیا ہے؟ مقصد یہی ہے کہ تمام لوگ توحید و رسالت کی سچی گواہی دے کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں اور اللہ کی سرزمین پر صرف اللہ کی بندگی کریں (نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کریں۔)

ظالموں اور جابروں کا ہاتھ روکنے کیلئے اور بحر و بر کو ظلم و فساد سے پاک و صاف کرنے کیلئے عقلی طور پر بھی ضروری ہے کہ قریب ترین ظالم و جابر کو پہلے لیا جائے تاکہ دور والوں تک پہنچنے کیلئے راستے صاف ہوتے جائیں اور ظلم کی ہر دیوار ایک ایک کر کے گرا دی جائے۔ جزیرۂ عرب پر جنگ کی ابتداء اور عرب کے فرعونوں اور ظالموں کی سرکوبی میں پہل کرنا رسول اللہ ﷺ کی حکیمانہ تدبیر کا ایک حصہ تھا۔ امت کے لیے بھی آپ نے یہی جنگی تدبیر برقرار رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[۱۶۴] «تَغْزُونَ جَزِيرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ .....»

''تم جزیرۃ العرب میں قتال کرو گے تو اللہ ان علاقوں کو تم پر فتح کرے گا۔''

یعنی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نقطۂ آغاز کی تعیین فرمائی اور جہاد فی سبیل اللہ کی آخری کڑی مندرجہ ذیل الفاظ میں یوں بیان فرمائی: «ثُمَّ تَغْزُونَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ»[۳۴] (پھر تم دجال سے جنگ کرو گے تو اللہ اس کو بھی تمہارے لیے فتح کر دے گا۔) لہٰذا قتل دجال کو آخری کڑی قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ تمام ترتیب موجود ہے۔

کوئی وقفہ اور ناغہ نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ نبوی بشارتوں میں کیسے ارشاد فرماتے:

[۱۶۵] «لَنْ يَبْرَحَ هٰذَا الدِّينُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ»[۳۵]

''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا۔ (اس کی بقاء کیلئے) مسلمانوں کا ایک گروہ قیام قیامت تک قتال جاری رکھے گا۔'' مزید فرمایا:

---

[۳۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۳

[۳۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۴۲

[۳۵] تخریج کے لئے دیکھئے، الرقم المسلسل: ۹۰

[۱۶۶] «لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ .....»[۳۶]

''میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم اور غالب رہے گا۔اس کے مخالف ذلیل وخوار رہیں گے۔''

اہل کتاب اور آتش پرستوں کے ساتھ اسلام یا ادائیگی جزیہ تک جہاد مسلسل اور متواتر جاری رہے گا۔اہل کتاب کے ساتھ جنگ کرنے کے اسباب یہ ہیں کہ وہ:

① اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔

② اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے۔

③ دین حق کو قبول نہیں کرتے۔

④ انہوں نے اپنے علماء ومشائخ کو اور مسیح بن مریم علیہ السلام کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنایا ہوا ہے۔

⑤ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے ہڑپ کر جاتے ہیں۔

⑥ اللہ کے راستے سے اور اللہ کے دین سے لوگوں کو دور کرتے اور رکھتے ہیں۔

جہاد وقتال کے فرض عین ہونے کا یہ چوتھا مستقل سبب جو دیگر تین اسباب کی طرح آغاز نبوت سے تا حال موجود ہے اور موجود رہے گا۔ساری دنیا کے اہل کتاب اپنی بے ایمانی ،اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کی بے حرمتی ،قبول حق سے انحراف اور پہلو تہی ،سرمایہ کاری میں بددیانتی اور خیانت ،اللہ کے پیدا کئے ہوئے بندوں کو اپنا معبود ٹھہرانے میں اور دیگر اعمال میں دجل اور فریب کاری جیسے گھناؤنے جرائم میں ماضی کی طرح اب بھی بدستور قائم ہیں۔پھر کیسے ممکن ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ جنگ کرنے کے حکم کو عہد نبوت سے آج مختلف تصور کر لیا جائے؟ نیز مسلمانوں کو نبوت ورسالت کے مقاصد کے حصول میں مایوسی اور بدگمانی کا شکار کر دیا جائے؟ [۳۷]

امت محمدیہ کے لیے غور وفکر کا مقام ہے:

⊛ ہم ذرا غور کریں کیا فتنہ ختم ہونے تک جنگ کرنے کی غرض وغایت پوری ہوگئی اور روئے زمین پر توحید کی حاکمیت قائم ہوگئی؟ چہار دانگ عالم میں بسنے والے تمام اہل ایمان کفار، مشرکین اور یہود وہنود کے فتنوں سے محفوظ ہو گئے؟

---

[۳۶] صحیح البخاری = کتاب التوحید: باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ ﴾ [النحل=۱۶:۴۰] ، الحدیث:۷۰۲۲+ صحیح مسلم= کتاب الزکاۃ: باب النّهي عن المسألة/ وکتاب الإمارة= باب قوله صلی اللہ علیه وسلم لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِن أُمَّتِيْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ ، الحدیث: ۱۰۳۷

[۳۷] خلاصہ از تفسیر ابن کثیر :۲/ ۳۸۲-۳۸۶+مجموع الفتاوی :۲۸/ ۳۵۴-۳۵۸

- کیا ساری زمین پر اللہ کے دین کو غالب کرنے کے مقصد کو ہم نے پورا کر ڈالا اور رب ارض وسماء کی خالص بندگی و پرستش ہونے لگی ہے اور جھوٹے معبودوں کے سامنے جھکنے والے سروں کو ہم نے اللہ واحد کے سامنے سجدہ ریز کر لیا ہے؟
- کیا ہم قریب ترین کافروں سے جنگ کرنے کا فریضہ ادا کرتے ہوئے اپنے ماحول اور گردونواح کو کفر وشرک کی نجاست وغلاظت سے پاک وصاف کر چکے ہیں؟
- ''کافر تم میں سختی اور شدت محسوس کریں'' کیا ہم نے اس فرمان کا حق ادا کیا ہے؟ کیا کفار نے ہماری شجاعت وقوت کا احساس واعتراف کر لیا ہے اور وہ ہماری طاقت وقوت سے مرعوب ہو گئے ہیں؟
- کیا اہل کتاب نے اسلام قبول کر لیا ہے یا ہمارے جزیہ گزار بن گئے ہیں؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ہم میں سے ہر شخص اور ہر فرد رب العالمین کے روبرو میدان حشر میں جواب دہ ہوگا اور اس فریضہ کے ترک پر اس سے باز پرس ہوگی جس طرح نماز، روزہ چھوڑنے، حج زکوٰۃ ترک کرنے پر باز پرس ہوگی، پھر اس کا ٹھکانہ جہنم اور اس کے لئے عذاب الیم ہوگا۔

اگر جہاد کو فرض کفایہ ہی مان لیں تو پھر سوال ہوتا ہے کہ کیا ہماری اتنی بڑی تعداد کفار ومشرکین کے مقابلے میں مشغول ہے کہ جس سے ہمارے مسلمان بھائیوں کی عزت و دولت عصمت و آبرو ظالموں اور جابروں کے ہاتھوں سے محفوظ و مامون ہو چکی ہو؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہمیں چاہئے کہ ہم تیاری کریں اور سب سے بڑے فرض اور واجب ''جہاد فی سبیل اللہ'' کو پوری دنیا میں جاری کر دیں اور اللہ کا دین تمام ادیان عالم پر غالب کر دیں۔

عارضی اسباب میں فرضیت جہاد:

ضعیف وناتواں مسلمانوں کی مدد ونصرت کے لیے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۶۷] ﴿وَ مَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ .....﴾ [النساء= ۴:۷۵]

''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں جہاد نہیں کرتے اور کمزور مردوں اور کمزور عورتوں کے لئے .....''

[۱۶۸] ﴿ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ ﴾ [الأنفال= ۸:۷۲]

''اگر دین کے بارے تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرنا تم پر لازم ہے۔''

نیز سورۃ الحج کی آیات: ۳۹۔۴۱ میں اور سورۃ البقرہ کی آیت نمبر: ۱۹۰ میں مظلوم و مقہور مسلمانوں کے لیے ظالم اور سفاک کافروں کے ساتھ جنگ کو اللہ تعالیٰ ضروری قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دینے والے کفار کے ساتھ مسلم علاقوں کی آزادی اور واپسی تک کیلئے جنگ کو لازمی قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۶۹] ﴿ اَخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ ..... ﴾ [البقرۃ = ۲: ۱۹۱]

''ان (کفار) کو وہاں سے نکال پھینکو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکال دیا تھا۔''

ملت اسلامیہ سے ایک سوال:

- کیا ہم مسلمانوں نے دنیا بھر کے تمام بے سہارا مردوں، عورتوں اور ناتواں بچوں کو ان کی کمزوری اور بے بسی کے حالات سے نکال کر ان کو نصرت و مدد فراہم کر دی ہے؟
- کیا دنیا کے کسی خطے میں کوئی مظلوم مسلمان مدد کیلئے پکارنے والا باقی نہیں رہا؟ یا پھر کشمیر اور بوسنیا میں ہندوؤں اور عیسائیوں کے ہاتھوں سے ہزاروں کی تعداد میں ذبح ہونے والے بے بس مردوں، عورتوں، معصوم بچوں اور ہزار ہا عزت و عصمت لٹوانے والی عمر رسیدہ بوڑھیوں اور دوشیزاؤں کی چیخ و پکار سننے سے ہمارے کان ہمیشہ کے لیے بند ہو چکے ہیں؟ اور ہم [۱۷۰] ﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ ..... ﴾ [البقرۃ = ۲: ۱۸] (اندھے، بہرے، گونگے) کی مجسم تصویر بن چکے ہیں۔
- کیا آج مظلوم مسلمان اللہ سے نصرت و حمایت کی فریاد نہیں کر رہے؟
- کیا ان کو محض ایک رب پر ایمان لانے کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ نہیں بنایا جا رہا؟
- کیا ان کے دینی مدارس و مساجد گرائے نہیں جا رہے؟
- [۱۷۱] ﴿اِنْ اَوْلِيَاءُهٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ ''اللہ کے گھروں کے والی متولی صرف متقی اور پرہیزگار ہی ہو سکتے ہیں'' کیا ہم نے اللہ کے اس فرمان کا حق ادا کر دیا ہے؟
- کیا ہم نے فقراء و مہاجرین کی طرح ﴿يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ [الحشر = ۵۹: ۸] (اللہ اور اس کے رسول کی نصرت) کا فریضہ ادا کر دیا ہے؟

اور اس کے نتیجہ میں [۱۷۲] ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ ﴾ [الحشر = ۵۹: ۸] (یعنی اپنے دعوی ایمان میں سچے ہیں) کا منصب حاصل کرنے کی جدوجہد مکمل کر لی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ہم سماعت کے لیے اپنے بند کانوں کو، بصارت کے لیے اپنی بند آنکھوں اور بصیرت کے لئے اپنے

لاک (Lock) لگے ہوئے دلوں کو کھولیں۔ اللہ کی طرف سے ندائے عام ہے۔ اس پر لبیک کہہ کر ہم یوم آخرت کی جواب دہی سے بری الذمہ ہو جائیں۔ تاکہ اطراف عالم میں موجود ہمارے مظلوم اور بے بس مسلمان بھائی ظالم و جابر کافروں اور مشرکوں کے پنجۂ استبداد سے نجات حاصل کر سکیں۔ ان کو جہاد کی برکت اور اللہ کی نصرت و حمایت سے دین الٰہی اور اسلامی برادری کے ماحول کی برکتیں اور سعادتیں نصیب ہوں۔ شرک و کفر کی بجائے ہمارا ماحول توحید و اسلام کی منور فضاؤں سے آباد و شاد ہو اور ہمارے مقبوضہ علاقے شریر اور ناپاک قوموں کے قبضے سے آزاد ہو کر اللہ کے نیک بندوں کی تحویل میں آ جائیں۔

حاصل بحث:

ساری گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ مستقل اسباب کی طرح جہاد کے فرض عین ہونے کے چار عارضی اور وقتی اسباب بھی بدستور موجود و برقرار ہیں اور نبی ﷺ کی بشارت کے مطابق فتح دجال تک جہاد فرض اور واجب کے طور پر باقی و جاری رہے گا۔

فرض کفایہ کی حقیقت:

فرض کفایہ کا غلط تصور بھی عام طور پر افراد امت کو فریضۂ جہاد کی ادائیگی سے محروم رکھنے کا ایک بڑا سبب ہے۔ ذیل میں شرعی دلائل سے اس پر مختصر بحث پیش کی جاتی ہے۔

فرض کفایہ کی تعریف حوالہ جات کے ساتھ بیان کی جا چکی ہے کہ ''إِذَا قَامَ بِهِ الْبَعْضُ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ'' ''جب فرض کفایہ کو بعض لوگ قائم کر لیں (اور فرضیت کا مقصد حاصل ہو جائے) تو بقیہ افراد کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔''

مثلاً نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، جب مسلمانوں کی ایک جماعت قلیل یا کثیر مسلمان میت کا جنازہ پڑھ لیں گے تو مقصد (میت کے لئے دعاء و استغفار) حاصل ہو جائے گا۔

ایسے ہی سلام کے جواب کا معاملہ ہے۔ کچھ لوگوں کی جماعت میں سے ایک شخص سلام کہنے والے کو ''وعلیکم السلام'' کہہ دے گا تو سلام کا مقصد (اللہ سے رحمت و سلام طلب کرنا) پورا ہو جائے گا۔

لیکن جہاد فی سبیل اللہ میں شریک بعض لوگ اگر مقاصد جہاد پورے نہیں کر رہے، انسداد فتنہ، اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے اہداف و اغراض پورے نہیں ہو رہے، کفار و مشرکین

کی طرف سے زمین پر فساد برپا ہے، دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمان محض ایمان لانے کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، کمزور و بے بس مسلمانوں کی مدد و نصرت کا زیادہ سے زیادہ حق تو درکنار کم از کم حق بھی ادا نہیں ہو رہا، اہل اسلام کے علاقے اور ممالک بدستور ظالم و غاصب کفار کے ناجائز قبضہ میں موجود ہیں، ظلم و زیادتی کا قلع قمع دن بدن ناممکن بنتا جا رہا ہے۔ مظلوم و مقہور مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی چیخ و فریاد سے پہاڑوں کے دل بھی پھٹ رہے ہیں تو جہاد کی ضرورت و حاجت باقی ہے اور مسلسل بڑھتی جا رہی ہے۔ حالات حاضرہ امت مسلمہ کو اسلام کے دفاع کے لئے متحد و متفق ہو کر جہاد جاری کرنے کے لئے بانگ دہل پکار رہے ہیں۔

غیور مسلمانو! بالفرض اگر یہ فرض کفایہ ہے تو جب کفایت نہیں ہو رہی، حاجت و ضرورت شدید سے شدید تر ہے تو اسے فرض کفایہ کہنا کیا واضح اور سفید جھوٹ نہیں۔ بلکہ " اَکْذَبُ الْاَکَاذِیْب " (سب جھوٹوں سے بڑا جھوٹ) نہ ہوگا؟ یقیناً مذکورہ حالات میں جہاد کو فرض کفایہ تصور کرنا جب کہ مقاصد جہاد کے حصول کے لیے کوئی کفایت نہیں ہو رہی، لغوی و شرعی طور پر، عقلی و فطری طور پر ہر اعتبار سے غلط و باطل ہے۔

جید آئمہ اسلام کی گواہی

◎ امام الباجی مالکی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" وَمَعْنٰی قَوْلِنَا مِنْ فُرُوْضِ الْکِفَایَةِ أَنَّهٗ یَجِبُ فِی الْجُمْلَةِ فَإِذَا قَامَ بِهٖ بَعْضُ النَّاسِ سَقَطَ فَرْضُهٗ عَمَّنْ قَامَ بِهٖ وَ عَنْ غَیْرِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ إِذَا عَمَّتِ الْحَاجَةُ إِلٰی جَمِیْعِ النَّاسِ وَ دَهْمِهِمْ مِنَ الْعَدُوِّ مَا لَا یَقُوْمُ بِهٖ بَعْضُهُمْ لَزِمَ الْفَرْضُ جَمِیْعَهُمْ وَالْأَصْلُ فِیْ وُجُوْبِهٖ قَوْلُهٗ تَعَالٰی: [۱۷۳] ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَاتَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ [۳۸]

"جہاد کے فرض کفایہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ جب بعض لوگ اس کو پورے طور سے ادا کر لیں تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ لیکن جب ضرورت پوری نہ ہو رہی ہو اور دشمن کو بعض لوگ پورے نہ آ رہے ہوں تو سب لوگوں پر فرض عین ہوگا۔ جہاد کے فرض اور واجب ہونے کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: [۱۷۴] ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَاتَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾ [الأنفال=۸:۳۹] "ان سے اس وقت تک لڑائی کرو کہ فتنہ ختم ہو جائے اور ساری زمین پر اللہ

---

[۳۸] المنتقی شرح الموطا: ۳/ ۱۵۹

کا دین غالب آ جائے۔"

◎ ابن ہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَإِنَّمَا فُرِضَ الْجِهَادُ لِإِعْزَازِ دِينِ اللّٰهِ وَ دَفْعِ الشَّرِّ عَنِ الْعِبَادِ فَإِذَا حَصَلَ الْمَقْصُودُ بِالْبَعْضِ سَقَطَ عَنِ الْآخَرِينَ كَصَلَاةِ الْجَنَازَةِ وَ رَدِّ السَّلَامِ. " [۳۹]

"یقیناً جہاد دین اسلام کے اعزاز اور بندگانِ رب کو شر سے محفوظ رکھنے کے لیے فرض ہوا ہے۔ لہٰذا حصول مقصد کے بعد سب کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا (بصورت دیگر فرض عین رہے گا)۔ جیسا کہ نماز جنازہ اور سلام کا جواب دینے کا معاملہ ہے۔"

◎ صاحب دُرِّ مختار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَإِيَّاكَ أَنْ تَتَوَهَّمَ أَنَّ فَرْضِيَّتَهُ تَسْقُطُ عَنْ أَهْلِ الْهِنْدِ بِقِيَامِ أَهْلِ الرُّومِ مَثَلًا بَلْ يَفْرُضُ عَلَى الْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ مِنَ الْعَدُوِّ إِلَى أَنْ تَقَعَ الْكِفَايَةُ فَلَوْ لَمْ تَقَعْ إِلَّا بِكُلِّ النَّاسِ فُرِضَ عَيْنًا كَصَلَاةٍ وَ صَوْمٍ. " [۴۰]

"یہ وہم و گمان ہرگز نہ کرو کہ مثلاً اہل روم کے فریضہ جہاد کو ادا کرنے سے اہل ہند بھی بری الذمہ ہو جائیں گے۔ بلکہ " اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ " (یعنی قریب ترین) کے اصول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ضرورت پوری ہونے تک سب پر فرض عین ہوگا۔ چنانچہ اگر ضرورت تمام مسلمانوں کے بغیر پوری نہ ہو رہی ہو تو جہاد بالعموم تمام مسلمانوں پر نماز روزے کی طرح فرض عین ہوگا۔"

مزید رقمطراز ہیں:

" هُوَ فَرْضُ ابْتِدَاءٍ وَ إِنْ لَمْ يَبْدَؤُونَا وَ أَمَّا قَوْلُهُ تَعَالَى [۱۷۵] ﴿ فَإِنْ قَتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ..... ﴾[البقرة-۲:۱۹۱] وَ تَحْرِيمُهُ فِي الْأَشْهُرِ الْحُرُمِ فَمَنْسُوخٌ بِالْغُزَوَاتِ [۱۷۶] ﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ..... ﴾[التوبة-۹:۵] " [۴۱]

"کفار و مشرکین کے ساتھ جہاد کی ابتدا کرنا فرض عین ہے، اگرچہ کافروں کی طرف سے آغاز نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: "اگر وہ تم سے قتال کریں تو تم ان سے قتال کرو ....." اور حرمت والے چار مہینوں میں اس کی ممانعت کا حکم یہ دونوں حکم جنگ و قتال کی ان آیات کے ساتھ منسوخ ہیں جن

---

۳۹ فتح القدير شرح الهداية: ۵/ ۴۳۸

۴۰ الدُّر المختار: ۳/ ۳۰۳

۴۱ الدُّر المختار: ۳/ ۳۰۲

میں قتال کا عام حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً: ''مشرکین کو جہاں بھی پاؤ قتل کر ڈالو.....۔''

◎ الشیخ منصور بن یونس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" إِلَّا أَنْ تَدْعُوَ الْحَاجَةُ لِحُضُوْرِهِ لِعَدَمِ كِفَايَةِ الْحَاضِرِيْنَ لِلْعَدُوِّ فَيَتَعَيَّنُ أَيْضًا عَلَى الْبَعِيْدِ ." [۴۲]

''جب میدان قتال میں موجود مجاہدین سے ضرورت پوری نہ ہو رہی ہو تو تمام دور والوں پر بھی ضرورت کی بناء پر جہاد فرض عین ہوگا۔''

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" فَيَخْرُجُ مِنْ قَوْلِهِمَا أَنَّهُ كَانَ عَيْنًا عَلَى الطَّائِفَتَيْنِ ..... وَالتَّحْقِيْقُ أَنَّهُ كَانَ عَيْنًا عَلَى مَنْ عَيَّنَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ حَقِّهِ وَلَوْ لَمْ يَخْرُجْ ..... فَهُوَ فَرْضُ كِفَايَةٍ عَلَى الْمَشْهُوْرِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوَ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ وَ قِيْلَ يَجِبُ كُلَّمَا أَمْكَنَ وَ هُوَ قَوِيٌّ ..... وَ التَّحْقِيْقُ أَيْضًا أَنَّ جِنْسَ جِهَادِ الْكُفَّارِ مُتَعَيِّنٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ." [۴۳]

''مندرجہ بالا دونوں اقوال سے ثابت ہوا کہ جہاد دونوں گروہوں (مہاجرین وانصار) پر فرض عین تھا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جہاد ہر اس شخص پر فرض عین تھا جس کو نبی ﷺ نے اس کے لئے متعین کر دیا۔ جہاد مشہور قول کے مطابق (نہ کہ تحقیقی قول کے مطابق) فرض کفایہ ہے۔ لیکن حاجت و ضرورت کا معاملہ ہو تو فرض عین ہوگا۔ ایک قول کے مطابق ہر ممکن موقع پر فرض عین ہے۔ یہی قول قوی اور مضبوط ہے اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ مطلقاً جہاد کافروں کے ساتھ ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔''

◎ ابن عابدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَقَوْلُهُ تَعَالَى :[۱۷۷] ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ ﴾ [التوبۃ:۹:۱۲۳] " يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْوُجُوْبَ عَلَى أَهْلِ كُلِّ قُطْرٍ وَ عَلَى أَنَّ الْجِهَادَ فَرْضٌ عَلَى كُلِّ مَنْ يَلِي الْكُفَّارَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى الْكِفَايَةِ ..... لِمَا ذَكَرْنَا أَنَّهُ فَرْضٌ عَلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ مِمَّنْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ ." [۴۴]

---

[۴۲] شرح زاد المستقنع: ۲/ ۳

[۴۳] فتح الباری شرح صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب وجوب النفیر: ۶/ ۳۷۷

[۴۴] ردّ المحتار علی الدُّرِّ المختار: ۴/ ۲۰۳

''اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ''اپنے قریب ترین کافروں سے قتال کرو۔'' اس امر پر دلیل ہے کہ جہاد مسلمانوں پر فرض ہے اور کفار کے قریب رہنے والوں پر ''فرض کفایہ'' کے طور پر فرض ہوگا، اگر وہ مقاصد جہاد کو پورا کر رہے ہوں۔ وگرنہ فرض عین ہوگا اور تمام لوگوں پر جو جہاد کرنے کے اہل ہوں اس کی ادائیگی لازم ہوگی۔''

◎ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''إِنَّهُ يَجِبُ دَفْعُهُ عَلَى الْأَقْرَبِ فَالْأَقْرَبِ إِذْ بِلَادُ الْإِسْلَامِ بِمَنْزِلَةِ الْبَلْدَةِ الْوَاحِدَةِ وَ إِنَّهُ يَجِبُ النَّفِيرُ إِلَيْهِ بِلَا إِذْنِ وَالِدٍ أَوْ غَرِيمٍ۔'' [۲۵]

''کافروں کے ساتھ جہاد کرنا قریب ترین مسلمانوں پر فرض عین ہے۔ کیونکہ تمام مسلم علاقے ایک شہر کی مانند ہیں (جن کا دفاع وتحفظ دنیا بھر کے مسلمانوں پر فرض ہے) اور ان کے دفاع کی خاطر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلنا والدین اور قرض خواہ کی اجازت کے بغیر فرض اور واجب ہوگا۔''

مذکورہ اقتباسات اکابر علمائے اسلام، محدثین، مفسرین اور جلیل القدر فقہاء کی مستند اور متداول (یعنی بازار میں دستیاب) کتابوں سے پیش کئے گئے ہیں۔ قرآن وحدیث کے واضح دلائل، امت مسلمہ کے اجماع کی صراحت، محدثین کے اقوال، اکابر علمائے اسلام کے فتاویٰ جات کی موجودگی میں ایک مسلمان کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں رہتا کہ ''کافروں کے ساتھ جہاد'' کا شرعی معنیٰ ''کافروں کے ساتھ قتال'' ہی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ مقاصد واہداف کے حصول تک ہر عاقل اور بالغ مسلمان پر فرض عین ہے۔ اس کی آخری منزل اعلاء کلمۃ اللہ، اللہ کے دین کا نفاذ اور قیام عدل ہے۔ یہ فریضہ آغاز نبوت سے دجال کو قتل کرنے تک جاری رہے گا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کی عملی تصدیق ہے۔ تمام انسانوں کو دین حق پر جمع ہونے اور ادیان باطلہ کو مٹا دینے کی یہ دعوت ہے۔ بین الاقوامی طور پر اصلاح انسانی کی یہ تحریک اور عدل اجتماعی کے قیام کی یہ منزل ہے۔

یہ جہاد ظلم اور دہشت گردی نہیں بلکہ مظلوم کی حمایت اور سراپا عدل وانصاف ہے، بحر وبر میں برپا

---

[۲۵] الفتاوی الکبری: ۴/ ۶۰۸ + مجموع الفتاوی: ۲۸/ ۳۵۸، ۳۵۹

فتنہ وفساد ختم کرنے کا ''نسخہ کیمیا'' ہے، مومنوں کے لیے اجر وثواب، مال غنیمت کے حصول کا ذریعہ اور دخول جنت کی سبیل ہے۔ کیونکہ جنت مجاہدین کی تلواروں کے سایوں میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۷۸] «وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ»[۴۶]

''اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔''

((.....❀❀❀❀❀.....))

---

۴۶ صحیح البخاری= کتاب الجہاد والسّیر: بابُ الجنّة تحت بارقة السُّیوف، الحدیث: ۲۶۶۳ + صحیح مسلم =کتاب الجهاد والسّیر: باب کراهة تمنّی لقاء العدوّ، الحدیث: ۱۷۴۲ + مسند احمد

باب:۴

جہاد کے فرضِ عین ہونے کی شرائط

وجوب جہاد کے لئے چند ایک شرائط درج ذیل ہیں:

① مسلمان ہو ② عاقل ہو ③ بالغ ہو
④ مذکر ہو ⑤ تندرست ہو ⑥ غیر معذور ہو
⑦ آزاد ہو ⑧ بینا ہو ⑨ جہاد کا خرچہ یعنی زادِ راہ پاس ہو۔

چنانچہ غیر مسلم، مجنوں، نا بالغ، عورت، مریض، معذور، غلام، نابینا اور ہر وہ شخص جس کے پاس زادِ راہ نہ ہو ان تمام قسم کے افراد پر جہاد فرض نہیں ہوگا۔ اگر نابالغ، عورت، مریض، غلام اور زادِ راہ سے محروم افراد بھی جہاد میں شریک ہوں تو یہ عمل ان کے لئے افضل ترین نیکی اور بہترین عبادت ہوگی۔ [1]

تندرست، غیر معذور اور راہ جہاد کے اخراجات کا متحمل ہونا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۱۷۹] ﴿ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۖ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝﴾ [التوبة: ۹:۹۱،۹۲]

''بوڑھوں، مریضوں اور ان لوگوں پر جو زادِ راہ نہیں پاتے (اگر جہاد میں نہ نکلیں) تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خیر خواہ ہوں۔ احسان کرنے والوں پر کوئی سزا نہیں اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے جو تیرے پاس آ کر جہاد کے لئے سواری مانگتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ میں تمہارے لئے سواری نہیں پاتا۔ پھر وہ اس حالت میں لوٹتے ہیں کہ ان کی آنکھیں زادِ راہ

[1] المغنی لابن قدامة: ۸/ ۳۴۷/ ۱۰۰ + ۳۶۶ + الروض المربع: ۲/ ۳

نہ ہونے کے غم میں اشکبار ہوتی ہیں۔"

[۱۸۰] ﴿ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ﴾ [الفتح-۴۸:۱۷]

"نابینے، لنگڑے اور مریض پر (جہاد میں نہ نکلنے کی صورت میں) کوئی حرج نہیں۔"

سورۃ الفتح میں اللہ تعالیٰ صلح حدیبیہ میں پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تم پہلے کی طرح اس وقت بھی (جہاد فی سبیل اللہ) سے پھر گئے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے دو چار کر دے گا۔ البتہ معذور افراد اس سے مستثنیٰ ہیں۔ سورۂ توبہ اور سورۂ فتح کی مذکورہ آیات سے چند باتیں سامنے آتی ہیں۔

① مذکور معذور افراد پر جہاد فرض نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جہاد ان کے لئے دیگر عبادات اور نوافل کی طرح عبادت ہی نہیں بلکہ افضل ترین عبادت ہے۔

② مجاہد کے زاد راہ اور خرچ پر دوسرے مسلمان بھائی کی اعانت سے بھی قادر ہوا جا سکتا ہے اور غازی کی تیاری و اعانت کی اسلام میں زبردست ترغیب دی گئی ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۱۸۱] « مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَ مَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا » [ح]

"جس نے اللہ کی راہ میں جانے والے غازی کو سامانِ جہاد فراہم کیا تحقیق اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے اس کے بعد اس غازی فی سبیل اللہ کے اہل و عیال کی خیر کے ساتھ نگرانی کی تو وہ بھی جہاد کے عمل میں شریک ہو گیا۔"

③ سورۃ الفتح سے یہ بھی معلوم ہوا کہ معذور افراد کے علاوہ تمام مسلمانوں پر جہاد سے پیچھے رہنا اور لڑائی سے منہ موڑنا دردناک عذاب کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۸۲] ﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ [الفتح-۴۸:۱۶]

"اور اگر تم (حدیبیہ) کی طرح اب بھی (جہاد کے لئے نکلنے سے) گریز کی راہ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں المناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔"

ح صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب فضل من جهز غازياً أو خلفه بخير، الحديث: ۲۶۸۸ + صحیح مسلم= کتاب الإمارة: باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله بمركوب و غيره و خلافته في أهله بخير، الحديث: ۱۸۹۵

عاقل، بالغ اور مذکر ہونے کی شرائط:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۱۸۳] ﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ [البقرة-۲:۲۸٦]

"اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۱۸٤] « رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثَةٍ : عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَ عَنِ الصَّغِيْرِ حَتّٰى يَكْبَرَ وَ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يَعْقِلَ » [ح]

"تین قسم کے افراد مرفوع القلم ہیں: سونے والا جاگنے تک، نابالغ بالغ ہونے تک اور دیوانہ عقلمند ہونے تک۔"

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں:

[۱۸۵] « اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَرَضَهُ يَوْمَ اُحُدٍ، وَ هُوَ ابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ يُجِزْهُ۔ ثُمَّ عَرَضَنِيْ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَ اَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ فَاَجَازَنِيْ » [ح]

"وہ (یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) رسول اللہ ﷺ کے سامنے احد کے دن پیش ہوئے اور اس وقت انکی عمر چودہ (۱۴) سال تھی۔ آپ نے ان کو لشکر میں شرکت کی اجازت نہ دی۔ پھر خندق کے دن پیش ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ (۱۵) برس تھی۔ تب آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمادی۔"

نابالغوں اور غلاموں کا جہاد:

نابالغ بچوں اور غلاموں پر غیر مکلّف اور غیر مختار ہونے کی وجہ سے جہاد فرض عین نہیں ہے۔

ح صحيح التِّرمذي= أبواب الحدود : باب مَاجَآءَ فِي مَن لا يجبُ عَلَيْهِ الْحَدُّ، الحديث: ۱۱۵۰+ صحيح سنن النّسائي=كتاب الطّلاق : باب من لا يقع طلاقه من الأزواج ، الحديث: ۳۲۱۰+ صحيح أبوداؤد = كتاب الحُدُود : باب في المجنون يسرق أو يصيب حدًّا ، الحديث: ۳٦۹۸، ۳۷۰۱، ۳۷۰۳+ صحيح إبن ماجة= كتاب الطّلاق : باب طلاق المعتوه والصّغير والنّائم ، الحديث: ۱٦٦۰+ المستدرك عَلَى الصّحيحَين ، الحديث : ۹٤۹، ۲۳۵۱+ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان : ۱٤۲، ۱٤۳

ح صحيح البخاري= كتاب الشّهادات: باب بلوغ الصّبيان و شهادتهم، الحديث: ۲۵۲۱ = كتاب المغازي : باب غزوة الخندق وَ هِيَ الأحزاب ، الحديث : ۳۸۷۱+صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب بَيَانِ سِنّ البلوغ ، الحديث: ۱۸٦۸+ صحيح التِّرمذي= أبواب الأحكام : باب ما جاء في حدّ بلوغ الرّجُل وَ المرأة ، الحديث: ۱۰۹۷

البتہ غلام فرض عین ہونے کی صورت میں نماز اور روزہ کی طرح بغیر اجازت کے فریضۂ جہاد ادا کرنے کا پابند ہوگا۔ تاہم باشعور نابالغ بچے اور غلام عمومی حالات میں بھی مالک کی اجازت سے جہاد میں شریک ہوں تو ان کیلئے یہ افضل ترین نفلی عبادت ہوگی۔ عہد نبوت کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ اپنے بارے ہی بیان کرتے ہیں:

[۱۸۶] «شَهِدتُ خَيْبَرَ مَعَ سَادَتِي فَكَلَّمُوا فِيَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَأَمَرَ بِي فَقُلِّدتُ سَيْفًا فَإِذَا أَنَا أَجُرُّهُ فَأُخْبِرَ أَنِّي مَمْلُوكٌ فَأَمَرَ لِي بِشَيْءٍ مِنْ خُرْثِيِّ الْمَتَاعِ»[۵]

''میں اپنے آقاؤں کے ساتھ غزوۂ خیبر میں شریک ہوا انہوں نے میرے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بات کی تو آپ کے حکم سے مجھے تلوار کے ساتھ مسلح کر دیا گیا جسے میں کھینچ رہا تھا۔ پھر آپ کو بتایا گیا کہ میں ایک غلام ہوں تو آپ نے میرے لئے معمولی (گھریلو) سامان میں سے کچھ دینے کا حکم صادر فرمایا۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نجدہ الحروری کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

[۱۸۷] «أَمَّا الْمَمْلُوكُ فَكَانَ يُحْذَى»[۶]

''(عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتی تھیں مگر ان کو مقررہ حصہ کی بجائے کچھ عطیہ وغیرہ دیا جاتا تھا) اسی طرح غلاموں کو بھی کچھ انعام و اکرام دیا جاتا تھا۔''

◎ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أَسْهَمَ النَّبِيُّ ﷺ لِلصِّبْيَانِ بِخَيْبَرَ وَ أَسْهَمَتْ أَئِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ لِكُلِّ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي أَرْضِ الْحَرْبِ." [۷]

''غزوۂ خیبر میں رسول اللہ ﷺ نے نابالغ بچوں کو بھی مقررہ حصہ عطا کیا اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء اور امراء بھی میدان جنگ میں پیدا ہونے والے ہر نومولود کو حصہ دیتے رہے ہیں۔''

---

[۵] صحيح أبوداؤد= كتاب الجهاد : باب في المرأة والعبد يُحرّيان من الغنيمة ، الحديث:۲۳۷+ صحيح التِّرمذي = أبواب السِّير=باب هَلْ يُسهَم للعبد، الحديث: ۱۲۶۱+ صحيح ابن ماجة: كتاب الجهاد :باب العبيد والنِّساء يشهدون مَعَ المسلمين+مسند أحمد:۵/۲۲۳+الإحسان في تقريب صحيح ابن حبّان، الحديث :۴۸۳۱+المصنّف لِابنِ أبي شيبة + سُنَن الدّارمي + ابن جارود+ الطّيالسي+ المُصنّف لِعَبدِ الرّزاق+ ابن سعد+ الطّبراني + حاكم + البيهقي

[۶] صحيح سنن أبي داؤد = كتاب الجهاد: باب في المرأة والعبد يحزيان من الغنيمة ،الحديث:۲۳۶۸

[۷] صحيح التِّرمذي = أبواب السِّير :باب من يعطى الفيء

اکثر فقہائے کرام کے قول کے مطابق عورتوں کی طرح غلاموں اور نابالغ بچوں کے لئے صرف انعام و اکرام ہوگا۔ جبکہ بعض ائمہ کے فتوی کے مطابق قتال کرنے والی عورتوں اور بلوغت کے قریب لڑکوں کو مقررہ حصہ دیا جائے گا۔ دونوں قسم کی احادیث کو مدنظر رکھ کر جو درمیانہ مؤقف ہے وہی صحیح ترین موقف ہے جس کا بیان اسی باب کے آئندہ عنوان ''عورتوں کا جہاد میں شریک ہونا'' میں ان شاء اللہ آئے گا۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوات و فتوحات کے جہادی مراحل میں نوجوانوں اور آقاؤں کے ساتھ ساتھ مسلم غلاموں اور نابالغ لڑکوں کا بھی ایک تاریخی کردار ہے جو فریضہ جہاد میں ان کی زبردست اہمیت کا واضح ثبوت فراہم کرتا ہے۔[۵]

عورتوں کی جہاد میں شرکت کا حکم:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۱۸۸] « اِسْتَاْذَنْتُ النَّبِیَّ ﷺ فِی الْجِهَادِ فَقَالَ: « جِهَادُكُنَّ الْحَجُّ » [۶]

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا جہاد حج ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۸۹] « نِعْمَ الْجِهَادُ الْحَجُّ » [۷]

''(عورتوں کے لئے) حج بہترین جہاد ہے۔''

ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں:

[۱۹۰] « لٰكِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ » [۸]

''تمہارے لئے افضل جہاد حج مبرور ہے۔''

محدثین کے نزدیک ان احادیث کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں پر عام حالات میں جہاد فرض عین نہیں ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ جہاد میں شریک ہی نہ ہوں۔ نہ ہی یہ

---

۵ خلاصہ کلام از معالم السنن للخطابی «الحدیث: ۲۶۱۱-۲۶۱۴» + تحفة الأحوذی: ۲/ ۳۸۰، ۳۸۱ + شرح النووی: ۲/ ۱۱۶، ۱۱۷ + المنتقی شرح الموطا: ۳/ ۱۷۹

۶ صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب جهاد النساء «الحدیث: ۲۷۲۰

۷ صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب جهاد النساء، الحدیث: ۲۷۲۱

۸ صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب فضل الجهاد والسیر، الحدیث: ۲۶۳۲

مطلب ہے کہ مخصوص حالات میں بھی وہ جہاد و قتال کی فرضیت سے مستثنیٰ ہوں گیں ۔ بلکہ جہاد میں شمولیت عورتوں کے لئے بالعموم افضل ترین نفلی عبادت اور خصوصی حالات میں شمولیت (دشمنان اسلام کے حملہ آور ہوجانے کی صورت میں یا پھر اپنا دفاع کرنے کے لئے) مردوں کی طرح فرض عین ہوگی ۔ امام ابو ولید مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مؤطا میں تحریر کیا ہے کہ عورتوں کو مردوں کی طرح قتال کرنے پر باقاعدہ اموال غنیمت سے حصہ دیا جائے گا۔ لیکن جمہور محدثین کے نزدیک باقاعدہ حصہ نہیں بلکہ تھوڑا بہت انعام دیا جائے گا اس حدیث کی بناء پر جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے ۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں عورتوں کی جہاد میں شرکت کے صحیح ہونے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے ۔امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے اس موقف کی بنیاد وہ بہت ساری احادیث ہیں جن کو امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔[۱۲]

بحری غزوات میں عورتوں کی شرکت:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کی طویل حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کو اپنی امت کے ان تخت نشین بادشاہوں جیسے مجاہدین کے ساتھ شمولیت کی بشارت دی جو ''بحیرۂ اخضر'' میں جہاد فی سبیل اللہ کرینگے ۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۱۹۱] « أَنتِ مِنَ الأَوَّلِينَ وَلَسْتِ مِنَ الآخِرِينَ »[۱۳]

''اے ام حرام! تو پہلے پہل شہید ہونے والوں میں سے ہوگی نہ کہ آخری شہداء میں سے ۔''

چنانچہ ام حرام رضی اللہ عنہا سمندری غزوہ میں شامل ہوئیں اور اپنی سواری سے گر کر شہید ہوگئیں۔

امہات المومنین رضی اللہ عنہن میدان قتال میں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد اپنی ازواج مطہرات کو جہاد کے لئے

---

[۱۲] خلاصہ کلام از شرح النووی : ۲/۱۱۶+ فتح الباری : ۶/۴۱۶-۴۱۸+ المنتقی شرح المؤطا : ۳/۱۷۷+ صحیح البخاری =کتاب الجهاد :باب من غزا بصبيّ للخدمة : ۱/۴۰۵

[۱۳] صحيح البخاري = كتاب الجهاد : باب غزوة المرأة في البحر، الحديث : ۲۶۳۶،۲۷۲۲+ صحيح مسلم=كتاب الإمارة : باب فضل الغزو في البحر، الحديث:۱۹۱۲

ساتھ لے جانے کی خاطر قرعہ اندازی فرماتے ۔حتیٰ کہ ایک غزوہ میں قرعہ میرے نام نکل آیا تو میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک تھی ۔ یہ واقعہ پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد ہوا۔ یہ غزوۂ مریسیع تھا اوراسی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان بازی اورتہمت طرازی کا حادثہ رونما ہوا۔ جس پر سورۃ النور میں زنا اور زنا کی تہمت کے بارے شرعی حدود مقرر کی گئیں ۔[۴۴]

مردوں کے ہمراہ خواتین اسلام کی غزوات میں شرکت:

امام بخاری رحمہ اللہ ، امام نووی رحمہ اللہ اوردیگر آئمہ و محدثین نے اس مسئلہ کے لئے سیدنا انس، ابن عباس ، عائشہ ، ام سلیم، ام عطیہ رضی اللہ عنہم وعنہن سے درج ذیل صحیح احادیث سے استدلال فرمایا ہے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۹۲] « وَلَقَدْ رَأَيْتُ عَائِشَةَ بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ وَ أُمَّ سُلَيْمٍ يَوْمَ أُحُدٍ وَ إِنَّهُمَا لَمُشَمِّرَتَانِ أَرَى خَدَمَ سُوقِهِمَا تَنْقُزَانِ الْقِرَبَ عَلَى مُتُونِهِمَا ثُمَّ تُفْرِغَانِهِ فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ ـ ثُمَّ تَرْجِعَانِ فَتَمْلَئَانِهَا ثُمَّ تَجِيئَانِ فَتُفْرِغَانِهَا فِي أَفْوَاهِ الْقَوْمِ »[۴۵]

''میں نے غزوۂ احد میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنی پنڈلیوں سے چادریں اوپر اٹھا کر،حتیٰ کہ میں ان کی پنڈلیوں کے پازیب بھی دیکھ رہا تھا، اپنے کندھوں پر مشکیزے لاد کر لاتیں اور زخمی لوگوں کے مونہوں میں انڈیل رہی تھیں ۔وہ یہ عمل بار بار کرتی تھیں۔''

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

[۱۹۳] « وَ قَدْ كَانَ يَغْزُو بِهِنَّ فَيُدَاوِينَ الْجَرْحَى وَ يُحْذَيْنَ مِنَ الْغَنِيمَةِ وَ أَمَّا بِسَهْمٍ فَلَمْ يَضْرِبْ لَهُنَّ »[۴۶]

'' رسول اللہ ﷺ عورتوں کو جہاد میں شریک کرتے تھے ۔وہ زخمیوں کا علاج کرتیں تھیں

---

۴۴ ملاحظہ ہو: صحيح البخاري = كتاب المغازي :باب حديث الإفك، الحديث : ۳۹۱۰+ صحيح مسلم = كتاب التّوبة : باب في حديث الإفك و قبول توبة القاذف، الحديث: ۲۷۷۰

۴۵ صحيح البخاري= كتاب الجهاد : باب غزو النّساء و قتالهنّ مع الرّجال ، الحديث: ۲۷۲٤+ صحيح مسلم = كتاب الجهاد والسّير : باب غزوة النّساء مع الرّجال ، الحديث : ۱۸۱۱

۴۶ صحيح مسلم= كتاب الجهاد والسّير : باب النّساء الغازيات يُرضخ لهنّ وَلا يُسهم وَ النّهي عن قتل صبيان أهل الحرب، الحديث:۱۸۱۲

اور انہیں مال غنیمت سے کچھ انعام بھی دیا جاتا تھا۔البتہ ان کے لئے کوئی باقاعدہ حصہ مقرر نہ تھا۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۹۴] « وَ أُمُّ سَلِيطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ » [۱۷]

"سیدہ ام سلیط انصاریہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی جہاد پر بیعت کرنیوالوں میں شامل تھیں چنانچہ وہ غزوۂ احد کے دن ہمارے لئے مشکیزے سیتی تھیں۔"

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۱۹۵] « كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَسْقِي وَ نُدَاوِي الْجَرْحَى وَ نَرُدُّ الْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ » [۱۸]

"ہم نبی ﷺ کے ہمراہ جہاد میں شامل ہو کر اپنے لشکر کو پانی پلاتی، زخمیوں کا علاج معالجہ کرتی اور مقتولین کو مدینہ میں منتقل کرتی تھیں۔"

صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۱۹۶] « وَ قَالَتْ كُنَّا نَغْزُو مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَسْقِي الْقَوْمَ وَ نَخْدُمُهُمْ وَ نَرُدُّ الْجَرْحَى وَالْقَتْلَى إِلَى الْمَدِينَةِ » [۱۹]

"سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتیں، قوم کے افراد کو پانی پلاتیں، ان کی خدمت بجا لاتیں اور زخمیوں اور شہیدوں کو مدینہ منورہ منتقل کرتیں۔"

میدان جنگ میں عورتوں کی شرکت اور ان کے فرائض کی تفصیل مذکورہ بالا صحیح احادیث سے معلوم ہو چکی ہے۔ آخر میں ہم درج ذیل ایک صحیح حدیث سے عورتوں کا جنگ و قتال میں براہ راست شریک ہونا اور ضرورت کے وقت جہاد کا مرد و عورت پر فرض عین ہونا ثابت کرتے ہیں۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۱۹۷] « أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ اتَّخَذَتْ يَوْمَ حُنَيْنٍ أَوْ خَيْبَرَ خِنْجَرًا فَكَانَ مَعَهَا۔ فَرَآهَا أَبُو طَلْحَةَ

---

[۱۷] صحيح البخاري = كتاب الجهاد والسير: باب حمل النساء القِرَبَ إلى الناس في الحرب ، الحديث: ۲۷۲۵

[۱۸] صحيح البخاري = كتاب الجهاد : باب مُدَاوَاةِ النِّسَاءِ الجَرحى في الغزو، الحديث : ۲۷۲۶

[۱۹] صحيح البخاري = كتاب الجهاد : باب رَدِّ النِّسَاءِ الجرحى وَ القَتلى ، الحديث : ۲۷۲۷+كتاب الطِّب: باب هَل يُدَاوِي الرَّجُلُ المرأة وَالمرأةُ الرَّجُلَ ، الحديث: ۵۳۵۵

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! هٰذِهِ أُمُّ سُلَيْمٍ مَعَهَا خِنْجَرٌ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ :مَا هٰذَا الْخِنْجَرُ ؟ قَالَتِ اتَّخَذْتُهُ إِنْ دَنَا مِنِّي أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ بَقَرْتُ بِهِ بَطْنَهُ ـ فَجَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَضْحَكُ ـ قَالَتْ : يَارَسُولَ اللّٰهِ ! اُقْتُلْ مَنْ بَعْدَنَا الطُّلَقَاءَ ، انْهَزَمُوا بِكَ ـ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا أُمَّ سُلَيْمٍ ! إِنَّ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ قَدْ كَفٰى وَ أَحْسَنَ »[۴]

''غزوۂ حنین یا خیبر کے روز سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھ ایک خنجر رکھا ہوا تھا۔ جسے سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ ام سلیم کے پاس ایک خنجر ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ام سلیم! یہ خنجر کس لئے ہے؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے یہ خنجر اس لئے رکھا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آ گیا تو اس کا پیٹ چاک کر دونگی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے۔ پھر سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: طلقاء مکہ (جو لوگ فتح مکہ کے روز اہل مکہ میں سے مسلمان ہوئے تو نبی ﷺ نے ان کو آزاد کر دیا تھا مگر وہ ضعیف الاسلام تھے) کو بھی آپ قتل کریں، جو آپ سے شکست خوردہ تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم! انکے لئے اللہ تعالیٰ بہت اچھی طرح کافی ہو گیا ہے۔''

لہٰذا ثابت ہوا:

(محدثین کرام نے مذکورہ بالا احادیث سے درج ذیل احکام ومسائل کو بیان فرمایا ہے)

① عورتوں کو جہاد میں شریک کرنا بالاجماع ایک بہترین عمل بلکہ سنت نبویہ ہے۔

② جہاد میں عورتوں کے عمومی فرائض زخمیوں کو پانی پلانا، ان کا علاج معالجہ کرنا، غازیوں اور شہیدوں کی حفاظت ونگہداشت اور مجاہدین کی خدمت کرنا ہے۔

③ ضرورت اور حاجت کے وقت دو بدو جنگ میں شامل ہونا عورتوں پر بھی فرض عین ہے۔

④ میدان قتال میں بوجہ ضرورت ومجبوری پردے کے احکام کی پابندی غیر ضروری ہو جاتی ہے۔

⑤ حتیٰ کہ زخمی اور پیاسے مجاہدوں کے جسموں کے ساتھ عورتوں کے جسم کا مس ہونا بھی جائز وحلال ٹھہرتا ہے۔

---

[۴] صحیح مسلم= کتاب الجهاد والسیر : باب غزوة النساء مع الرجال، الحدیث : ۱۸۰۹

⑥ عورتوں کو بھی اموال غنیمت سے بطور عطیہ وتحفہ کچھ ضرور دیا جائے گا۔

مزید تفصیل کے لیے **ملاحظہ ہو:**

1. فتح الباری شرح البخاری:٦/٤١٦-٤٢٠
2. شرح النّووی علی صحیح مسلم :٢/١١٦
3. نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار للشّوکانی: ٧/٢٩٥-٢٩٨
4. معالم السُّنن للخطابی:٣/٣٧٩
5. التّهذیب علی مختصر السُّنن لإبن القیّم:٣/٣٧٩-٣٨٠
6. جامع التّرمذی:١/١٨٨= ابواب السّیر

اسلام کی ایک عظیم مجاہدہ:

سیدہ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[١٩٨] غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَخْلُفُهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ فَأَصْنَعُ لَهُمُ الطَّعَامَ وَ أُدَاوِي الْجَرْحٰى وَ أَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى ۔[1]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی۔ میں ان کے پیچھے خیموں میں ٹھہر کر کھانا تیار کرتی۔ زخمی غازیوں کا علاج معالجہ کرتی اور مریضوں کی نگہداشت کرتی تھی۔''

اکثر علماء اسلام کے نزدیک جہاد میں شریک عورتوں کے لئے اموال غنیمت سے تحفہ وغیرہ کا حق ہے مگر مردوں کی طرح مقرر حصہ نہیں ہوگا۔امام اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عورتیں جب جنگ میں عملاً شریک ہوں گی یا زخمیوں کا علاج کریں گی تو ان کے لئے مقرر حصہ ہوگا۔لیکن پہلی بات ہی صحیح اور صریح حدیث کے مطابق ہے۔[2]

◉ امام ترمذی رحمہ اللہ امام اوزاعی رحمہ اللہ سے بیان فرماتے ہیں:

" وَ أَسْهَمَ النَّبِيُّ بِخَيْبَرَ لِلنِّسَاءِ فَأَخَذَ بِذٰلِكَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَهُ ۔"[3]

'' نبی ﷺ نے غزوۂ خیبر میں عورتوں کو مقرر حصہ عطا فرمایا تھا اور آپ کے بعد تمام

---

[1] صحیح مسلم = کتاب الجهاد : باب النّساء الغازیات یُرضخ لهنّ وَلَا یُسهمُ وَ النّهی عن قتل صبیان أهلِ الحرب ، الحدیث : ١٨١٢

[2] رح النّووی = ٢/١١٧ + معالم السّنن :٤/٢٦١٣

[3] صحیح التّرمذی = أبواب السّیر : باب مَن یُعطی الفیء

مسلمانوں کا اسی پر عمل ہے۔"

درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ مختلف حالات اور واقعات میں دونوں حدیثوں پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جب عورتیں، صنف نازک اور فطری طور پر کمزور ہونے کے باوجود بہادر مردوں کی طرح جرأت و بہادری کے جوہر دکھائیں اور خنجروں سے دشمنان اسلام کے پیٹ چاک کرنے لگیں تو مال غنیمت سے ان کو محروم رکھنے میں عدل و انصاف نظر نہیں آتا۔

خواتین اسلام کے لئے لمحۂ فکریہ:

تم خواب خرگوش سے کب جاگو گی؟ اطراف عالم میں یہود و ہنود اور عیسائی درندوں کے ہاتھوں تمہاری عصمت وعفت کی چادر تار تار ہو رہی ہے۔ بیدار ہو جاؤ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی طرح جہادی کارروائیوں میں عزم و ہمت اور خدمت ونصرت کی مثالیں روشن کرو۔ مجاہدۂ اسلام سیدہ ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کا جذبہ لے کر دشمنان حق کے سامنے سرنگوں ہونے کی بجائے ان کے سر قلم کردو۔ امہات المومنین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مجاہدین اسلام کے عزائم اور حوصلوں کو مضبوط سے مضبوط تر کرو۔ اپنے فرزندوں کو اللہ کی جنتوں میں پیش رو اور سفارشی بنا لو اور شہیدۂ اسلام سیدہ ام حرام انصاریہ رضی اللہ عنہا والی روشن آرزوؤں اور زندہ دل تمناؤں کی خواہاں بنو، تاکہ سبقت لے جانے والوں میں تمہارا شمار ہو اور جنت الفردوس تمہارا نصیب ہو۔

((.....❀❀❀❀❀.....))

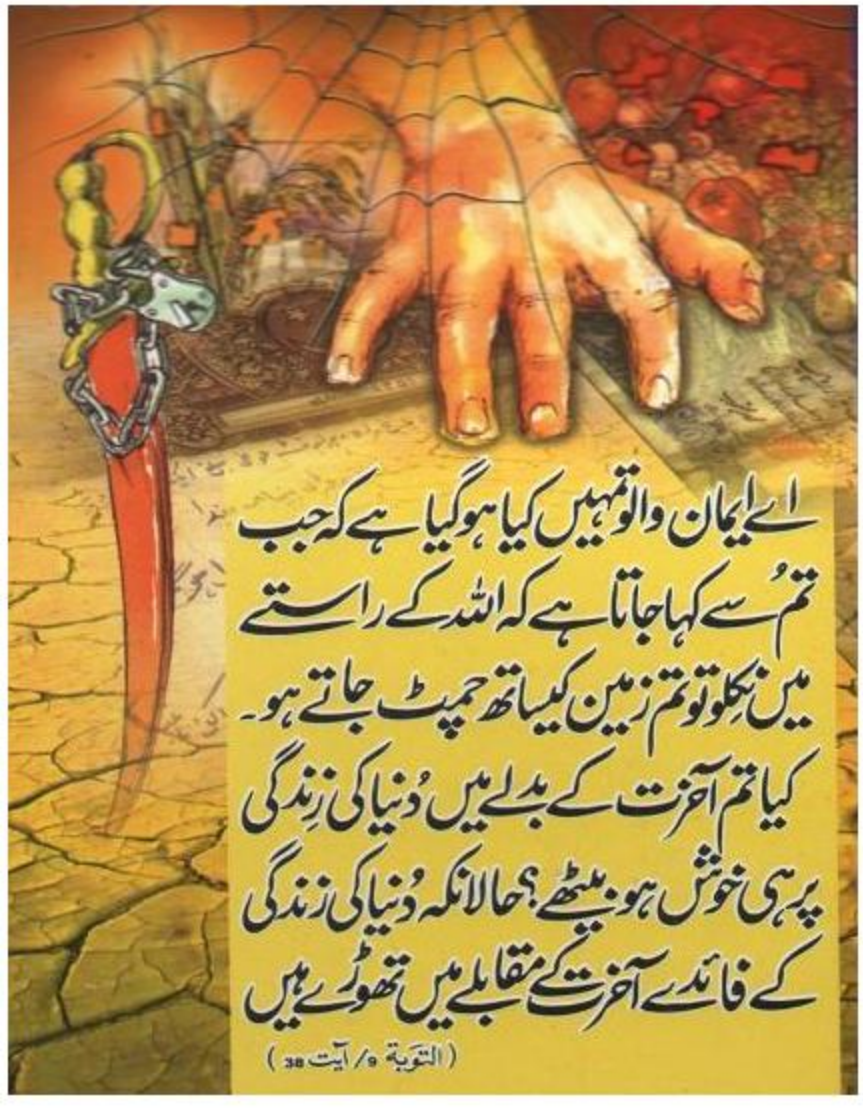
اے ایمان والو تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب
تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے
میں نکلو تو تم زمین کیساتھ چمٹ جاتے ہو۔
کیا تم آخرت کے بدلے میں دُنیا کی زِندگی
پر ہی خوش ہو بیٹھے؟ حالانکہ دُنیا کی زندگی
کے فائدے آخرت کے مقابلے میں تھوڑے ہیں
(التوبۃ 9/ آیت 38)

باب: ۵

جہاد اور حقوق الوالدین

والدین کے ساتھ حسن سلوک:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی کا حکم دیا ہے بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم نہ آتی ہو۔ والدین کے ساتھ بدسلوکی اور قطع رحمی کو اللہ تعالیٰ نے ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے:

[۱۹۹] ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ ﴾ [بنی إسرائیل = ۱۷: ۲۳، ۲۴]

''اور (اے نبی ﷺ!) تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر تک پہنچ جائیں تو ان کو ''اف'' تک نہ کہنا اور نہ جھڑکنا اور تعظیم وتکریم والی بات کرنا اور رحمت ومہربانی سے ان کے لئے عاجزی کا بازو جھکا دینا اور (دعا میں) کہنا کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔''

[۲۰۰] ﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ [لقمان = ۳۱: ۱۴، ۱۵]

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ اس کی ماں نے اس کو کمزوری پر کمزوری برداشت کر کے اسے (پیٹ میں) اٹھائے رکھا اور دو برس میں اس کا

دودھ چھوٹا۔ اے انسان! میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر۔ بالآخر میرے پاس تیرا لوٹنا ہے۔ اور اگر والدین شدت کے ساتھ تجھے کہیں کہ اللہ کے ساتھ ان کو شریک ٹھہراؤ جن کے بارے میں تیرے پاس کوئی علم نہیں تو پھر ان کی اطاعت ہرگز نہ کرو اور دنیا میں دنیا کے عام دستور کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ کرتا رہ۔ اور (دین میں) اس کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔ پھر میری طرف ہی تم سب نے لوٹنا ہے۔ میں تمہیں تمہارے اعمال سے باخبر کردونگا۔"

[۲۰۱] ﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ﴾ [العنکبوت:۲۹:۸]

"اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔"

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

[۲۰۲] « رَغِمَ أَنْفُ ، ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ۔قِيلَ: مَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟قَالَ: مَنْ أَدْرَكَ أَبَوَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ أَحَدَهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ » [1]

"اس شخص کا ناک خاک میں رگڑا گیا (یعنی وہ ذلیل ہوگیا)، وہ ذلیل ہوگیا، وہ ذلیل ہوگیا۔ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول! یہ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جس نے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا، وہ (ان کی خدمت کرکے) جنت میں داخل نہ ہوا۔"

[۲۰۳] « مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ ، وَ أَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ » [2]

"جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر میں اضافہ ہو تو وہ قرابت داروں سے میل ملاپ رکھے۔"

[۲۰۴] « جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ ! مَنْ أَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صِحَابَتِي؟ قَالَ ﷺ: « أُمُّكَ » قَالَ :ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : « ثُمَّ أُمُّكَ » قَالَ :ثُمَّ مَنْ ؟ قَالَ: « ثُمَّ أُمُّكَ » قَالَ :ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ : « ثُمَّ أَبُوكَ » [3]

---

[1] صحيح مسلم = كتاب البرّ وَ الصّلة وَ الآداب: باب رَغِمَ أنف مَن أدرَكَ أبَوَيه أو أحَدَهُما عِندَ الكِبَرِ فَلَم يَدخُلِ الجنّة ، الحديث: ۲۵۵۱

[2] صحيح البخاري= كتاب الأدب : باب من بُسِطَ لَهُ في الرّزق بِصِلةِ الرّحم، الحديث : ۵۶۳۹، ۵۶۴۰ + صحيح مسلم=كتاب البرّ والصّلة والآداب : باب صلة الرّحم و تحريم قطيعتها ، الحديث: ۲۵۵۷

[3] صحيح البخاري =كتاب الأدب: باب من أحقّ النّاس بحسن الصّحبة ، الحديث :۵۶۲۶+ صحيح مسلم = كتاب البرّ والصّلة والآداب: باب برّ الوالدين و أنّهما أحقّ به ، الحديث : ۲۵۴۸

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے پوچھا: میرے اچھے برتاؤ کا لوگوں میں سے سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں ہے۔ اس نے (دوبارہ) سوال کیا کہ اس کے بعد کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہاری ماں ہے۔ اس نے پھر (تیسری دفعہ) سوال کیا اس کے بعد کون زیادہ حق دار ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہاری ماں ہے۔ اور پھر اس نے جب (چوتھی دفعہ) سوال کیا کہ اس کے بعد کون زیادہ حقدار ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تمہارا باپ ہے۔''

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۲۰۵] «أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟» ثَلَاثًا. قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قَالَ: «الْإِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ» وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ «أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ» قَالَ: فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ» [۲]

''کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ آپ ﷺ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔ صحابہ نے کہا: جی ہاں اے اللہ کے رسول! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا،

۲۔ والدین سے قطع تعلقی کرنا۔ آپؐ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے، پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا سنو!

۳۔ جھوٹی بات کہنا (بھی بڑے گناہوں میں شامل ہے۔) سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ یہ جملے مسلسل دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا: کاش آپ خاموش ہو جائیں۔''

نیز نبی ﷺ نے فرمایا:

[۲۰۶] «إِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ، بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ» [۳]

''بہت بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی والد کی وفات کے بعد اپنے باپ کے دوست و احباب سے میل جول رکھے۔''

لہٰذا معلوم ہوا:

مندرجہ بالا آیات و احادیث سے درج ذیل احکام و مسائل معلوم ہوئے۔

① والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض ہے۔

---

[۲] صحیح البخاری = کتاب الشّهادات: باب ما قیل فی شهادة الزّور وکتمان الشّهادة، الحدیث: ۲۵۱۱ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان: باب بیان الکبائر و أکبرها، الحدیث: ۸۷

[۳] صحیح مسلم = کتاب البرّ والصّلة والآداب: باب فضل صلة أصدقاء الأب و الأمّ و نحوهما، الحدیث: ۲۵۵۲ + صحیح أبوداؤد = کتاب الأدب: باب برّ الوالدین، الحدیث: ۴۲۸۸ + صحیح التّرمذی = أبواب البرّ والصّلة: باب إکرام صدیق الوالد، الحدیث: ۱۹۵۲

② بالعموم تمام رشتہ داروں اور بالخصوص والدین سے میل جول واجب ہے، جبکہ قطع تعلقی حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲۰۷] ﴿ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ..... ﴾ [النساء: ۱:۴]

"اس اللہ سے ڈر جاؤ جس کے نام سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں سے تعلقات توڑنے سے بھی ڈر جاؤ۔"

③ بڑھاپے میں والدین کی خدمت اور اعانت اور زیادہ ضروری ہو جاتی ہے اور یہ جنت میں داخل ہونے کا باعث ہے۔[۱]

④ والدین کو ڈانٹ پلانا، جھڑکنا، حتیٰ کہ "اف" تک کہنا بھی حرام ہے۔

⑤ والدین کے ساتھ نہایت عزت و تکریم کے ساتھ بات کی جائے۔

⑥ ان کے ساتھ مہربانی کے ساتھ عاجزی کا بازو جھکا کر رکھا جائے۔

⑦ بالخصوص ماں اور بالعموم باپ کو بہترین رفاقت اور اچھے سلوک کا تمام انسانوں سے زیادہ حقدار تسلیم کیا جائے۔

⑧ والدین کی وفات کے بعد اس کے دوست و احباب کے ساتھ میل جول رکھا جائے۔

⑨ والدین کی تربیت پر ان کا شکریہ ادا کیا جائے اور ہمیشہ ان کا احسان مند بن کر رہا جائے۔

⑩ والدین کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کی جائے بشرطیکہ وہ کافر اور مشرک نہ ہوں۔

⑪ والدین سے قطع تعلقی بالخصوص والدہ سے قطع تعلقی بڑے بڑے گناہوں میں سے ہے۔ اس کے مقابلے میں والدین سے حسن سلوک اور اچھا برتاؤ واجب اور فرض ہے بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا حکم نہ کریں۔ اس لئے کہ نبی ﷺ کا بتایا ہوا قاعدہ اور کلیہ یہ ہے:

[۲۰۸] « لَا طَاعَةَ فِی الْمَعْصِیَةِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ » [۲]

"اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں جائز ہے۔"

⑫ کافر و مشرک والدین کے ساتھ دنیا میں دنیا کے دستور کے مطابق حسن سلوک ہوگا اور

---

[۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۰۲

[۲] صحیح البخاری = کتاب التمنّی: باب ما جاء فی إجازة خبر الواحد الصّدوق فی الآذان والصّلاة والصّوم والفرائض والأحکام، الحدیث: ۶۸۳۰ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة و تحریمها فی المعصیة، الحدیث: ۱۸۴۰

دین میں ان کی مکمل مخالفت اور نافرمانی واجب ہوگی۔

③ والدین اگر اولاد کو اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور اللہ رب العزت کی نافرمانی کا سختی سے حکم کریں تو تب ان کی اطاعت حرام اور ناجائز ہے۔ بلکہ اس وقت انبیاء علیہم السلام کے راستے پر چلنا ضروری ہوگا۔ جیسا کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے نمونہ پیش کیا ہے۔

والدین کے مشروط حقوق

والدین کے لئے مغفرت کی دعا کرنا:

والدین کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنا اولاد پر ان کا حق ہے۔ مگر یہ اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ والدین کا فر و مشرک نہ ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲۰۹] ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝﴾ [التوبة=۹:۱۱۳،۱۱۴]

''نبی (ﷺ) اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں، خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ جبکہ ان پر واضح ہو چکا ہے کہ مشرکین جہنم میں رہنے والے ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے مغفرت کی دعا کرنا محض ایک وعدہ کی بناء پر تھا، جو اس نے اپنے باپ کے ساتھ کر رکھا تھا۔ پھر جونہی اس پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے دست بردار ہو گئے۔ بلاشبہ ابراہیم (علیہ السلام) دردمند اور بردبار تھے۔''

ان دونوں آیات سے ثابت ہوا کہ مشرکین اللہ کے دشمن ہیں اور اللہ کے مومن بندوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دشمنان دین اسلام سے مکمل نفرت اور بیزاری اختیار کریں۔ خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ نہ کہ ان کے لئے بخشش طلب کرنے لگیں اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا طوق گلے میں ڈال رکھیں۔

والدین کی اطاعت یا والدین سے صلہ رحمی:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ عقوق الوالدین (یعنی

والدین سے قطع تعلقی) کبیرہ گناہ اور حرام ہے۔[۵]

لفظ "عقوق" کا معنیٰ قطع رحمی ہے یہ باب "عَقَّ یَعُقُّ" کا مصدر ہے، جس کا معنیٰ ہے پھاڑنا اور کاٹنا۔ نومولود کے لئے ذبح کی جانے والی بکری کو بھی "عقیقہ" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح "عَقَّ عَنِ الْمَوْلُوْدِ" کا بھی یہی معنیٰ ہے۔[۶]

◉ ملا علی قاری رقمطراز ہیں:

"عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ اَیْ قَطْعُ صِلَتِهِمَا مَاخُوْذٌ مِنَ الْعَقِّ وَ هُوَ الشَّقُّ وَالْقَطْعُ۔"[۷]

"عقوق الوالدین کا معنیٰ قطع رحمی ہے۔ لفظ "عُقُوق" "العق" سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ ہے، الشق اور القطع یعنی پھاڑنا اور کاٹنا۔"

◉ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اَمَّا عُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ فَهُوَ مَاخُوْذٌ مِنَ الْعَقِّ وَ هُوَ الْقَطْعُ۔"

⊛ ذَکَرَ الْاَزْهَرِیُّ یُقَالُ عَقَّ وَالِدَهٗ اِذَا قَطَعَهٗ وَ لَمْ یَصِلْ رَحِمَهٗ وَ اَمَّا حَقِیْقَةُ الْعُقُوْقِ الْمُحَرَّمِ فَقَلَّ مَنْ ضَبَطَهٗ۔

⊛ وَ قَالَ الْاِمَامُ اَبُوْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ السَّلَامِ: فَاِنَّهٗ لَا یَجِبُ طَاعَتُهُمَا فِیْ کُلِّ مَا یَاْمُرَانِ بِهٖ وَ یَنْهَیَانِ عَنْهُ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ۔

⊛ وَ قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ فِیْ فَتَاوٰهُ: اَلْعُقُوْقُ الْمُحَرَّمُ کُلُّ فِعْلٍ یَتَاَذّٰی بِهِ الْوَالِدُ اَوْ نَحْوُهٗ مَعَ کَوْنِهٖ لَیْسَ مِنَ الْاَفْعَالِ الْوَاجِبَةِ رُبَّمَا قِیْلَ طَاعَةُ الْوَالِدَیْنِ وَاجِبَةٌ فِیْ کُلِّ مَا لَیْسَ بِمَعْصِیَةٍ۔[۸]

"عقوق الوالدین کا لفظ "العق" سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنیٰ "کاٹنا" ہے۔

⊛ علامہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں "عَقَّ وَالِدَهٗ" کا معنیٰ ہے اس نے اپنے والدین سے قطع رحمی کی۔ تاہم عقوق الوالدین جو حرام ہے اس کا حقیقی معنیٰ بہت کم بیان کیا گیا ہے۔"

⊛ امام ابو محمد بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: "والدین کی اطاعت ان کے ہر امر و نہی میں واجب نہیں۔ اس پر علماء اسلام کا اتفاق ہے۔"

⊛ محدث ابن صلاح کہتے ہیں: "عقوق سے مراد وہ فعل ہے جس سے والد یا کوئی اور قریبی رشتہ دار اذیت محسوس کرے۔ بشرطیکہ وہ فعل شریعت کی طرف سے واجب اور

---

۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۰۲

۶ القاموس المحیط: ۳/ ۲۷۵

۷ مرقاۃ شرح المشکوۃ: ۱۷

۸ شرح النووی: ۱/ ۶۵

فرض معاملات سے نہ ہو اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ والدین کی اطاعت ہر اس فعل میں واجب ہے جو شرعاً اللہ کی نافرمانی میں نہ ہو۔"

اطاعتیں صرف تین ہیں:

مذکورہ بالا تحقیق سے معلوم ہوا کہ عوام الناس میں جو یہ بات مشہور ہے کہ والدین کی نافرمانی حرام ہے اور والدین کی ہر لحاظ سے اطاعت واجب ہے یہ بات لغوی اور شرعی اعتبار سے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔ عقوق الوالدین جو حرام ہے اس کا صحیح معنی لغوی اور شرعی اعتبار سے نافرمانی نہیں بلکہ "قطع رحمی" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آباء و اجداد کی مطلق اتباع وطاعت کی شدید مذمت فرمائی ہے اور یہی چیز کافروں اور مشرکوں کا دین حق قبول نہ کرنے کا سب سے بڑا باطل عذر تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲۱۰] ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾ [البقرۃ=۲:۱۷۰]

"جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کی تو وہ کہتے بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ بھلا ان کے باپ دادا اگر بے عقل اور گمراہ ہوں پھر بھی وہ ان گمراہوں کی اطاعت کریں گے۔"

[۲۱۱] ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ ﴾ [سورۃ لقمان=۳۱:۲۱]

"جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے تو وہ کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کرینگے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اگرچہ شیطان ان کو بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف ہی بلاتا ہو (پھر بھی یہ ان کی پیروی کرینگے)۔"

البتہ مشرک والدین کی نافرمانی فرض عین ہے۔

مشرکین آباء و اجداد سے نفرت اور ترک تعلق کا حکم سورۃ الانفال، سورۃ التوبہ اور سورۃ الممتحنہ کی بہت ساری آیات سے ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا مذکورہ سورتوں کا مطالعہ مفید ثابت ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں (۱) اللہ تعالیٰ (۲) رسول اللہ ﷺ (۳) امیر و خلیفہ کے علاوہ چوتھی کوئی اطاعت فرض نہیں۔ [۱] والدین کا حق نیکی، احسان اور صلہ رحمی ہے نہ کہ اطاعت۔

---

[۱] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صرف تین اطاعتیں ہی فرض قرار دیں ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ..... ﴾ [النساء=۴:۵۹] "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو امیر ہو اس کی بات مانو....."

جہاد اور والدین کا حق:

اوپر والی بحث میں دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ والدین اگر پوری سختی کے ساتھ بھی شرک یا معصیت کا حکم کریں تو ان کی نافرمانی اور ان سے بری الذمہ ہونا اور بغاوت کرنا لازم ہوگا۔ اب ہم ثابت کرینگے کہ امیر جماعت کی اطاعت، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے عین مطابق ہے اور امیر کی نافرمانی گویا عین رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے۔ لیکن اس اطاعت میں بھی مذکورہ شرط کا لحاظ لازمی اور ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی نہ کرے۔ تو پھر والدین کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک اس لازمی شرط سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ صلہ رحمی اور حسن سلوک کو والدین کی اطاعت اور پیروی قرار دینے پر بھی کوئی شرعی دلیل قائم نہیں کی جا سکتی۔ امیر کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے اور امیر کی نافرمانی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے اور امیر کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں جائز ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۲۱۲] « مَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَ مَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي » [۱۳]

"جو امیر جماعت کی اطاعت کرے گا اس نے میری اطاعت کی اور جو امیر کی نافرمانی کرے گا وہ میرا بھی نافرمان ہوگا۔"

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

[۲۱۳] « فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ » [۱۴]

"جب امیر کی طرف سے اللہ کی نافرمانی کا حکم دیا جائے تو مت اس کی بات سنو اور مت اطاعت کرو۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۲۱۴] « لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةٍ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ » [۱۵]

---

[۱۳] صحيح البخاري = كتاب الجهاد : باب يُقَاتَلُ مِن وَرَآءِ الإمامِ وَ يُتَّقى بِهِ. الحديث: ۲۷۹۷ + صحيح مسلم = كتاب الامارة : باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصيةٍ وَ تحريمها في المعصية، الحديث: ۱۸۳۵

[۱۴] صحيح البخاري = كتاب الجهاد : باب السمع والطاعة للإمام ، الحديث: ۲۷۹۶ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية و تحريمها في المعصية ، الحديث: ۱۸۳۹

[۱۵] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۰۸

''اللہ کی نافرمانی میں امیر کی اطاعت نہ ہوگی۔ امیر کی اطاعت صرف ورصرف نیکی کے کاموں میں ہوگی۔''

والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے والی احادیث:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۲۱۵] « جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاسْتَأْذَنَهُ فِي الْجِهَادِ۔ فَقَالَ: « أَحَيٌّ وَالِدَاكَ ؟ » قَالَ: نَعَمْ۔ قَالَ: ((فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ » [۴۷]

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے جہاد میں نکلنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو ان کی خوب خدمت کر۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۲۱۶] « أَقْبَلَ رَجُلٌ إِلَى نَبِيِّ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ : أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ أَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ۔ قَالَ ﷺ: « فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ ؟ » قَالَ نَعَمْ ! بَلْ كِلَاهُمَا۔ قَالَ: « فَتَبْتَغِي الْأَجْرَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى ؟ » قَالَ: نَعَمْ قَالَ ﷺ: « فَارْجِعْ إِلَى وَالِدَيْكَ فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا » [۴۸]

''ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا، میں ہجرت اور جہاد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرتا ہوں۔ میں اس میں اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب طلب کرتا ہوں۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے والدین میں سے کوئی ایک زندہ موجود ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں دونوں زندہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اللہ سے اجر وثواب کا طالب ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے والدین کے پاس لوٹ جاؤ اور اچھی طرح ان کی صحبت اختیار کر۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۲۱۷] « جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ جِئْتُ أُبَايِعُكَ عَلَى الْهِجْرَةِ وَ تَرَكْتُ أَبَوَيَّ يَبْكِيَانِ، فَقَالَ: « ارْجِعْ عَلَيْهِمَا فَأَضْحِكْهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا » [۴۹]

---

[۴۷] صحيح البخاري = كتاب الجهاد: باب الجهاد بإذن الأبوين ، الحديث: ۲۸۴۲+صحيح مسلم= كتاب البر والصلة والآداب: باب بر الوالدين و أنهما أحق به، الحديث: ۲۵۴۹

[۴۸] صحيح مسلم= كتاب البر والصلة والآداب: باب بر الوالدين و أنهما أحق به ، الحديث: ۲۵۴۹

[۴۹] صحيح أبو داؤد= كتاب الجهاد: باب في الرجل يغزو وأبواه كارهان، الحديث: ۲۲۰۵+صحيح ابن ماجة=كتاب الجهاد : باب الرجل يغزو و له أبوان ، الحديث: ۲۲۴۲+شعب الإيمان للبيهقي، الحديث: ۷۸۲۸+ مسند أحمد: ۲/ ۱۶۰، ۱۹۴، ۱۹۸، ۲۰۴+ المستدرك على الصحيحين ، الحديث: ۷۲۵۰

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا: میں ہجرت پر آپ کی بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان کی طرف واپس چلے جاؤ اور انہیں خوش کرو جیسے انہیں رلایا تھا۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۲۱۸] « أَنَّ رَجُلًا هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ: « هَلْ لَكَ أَحَدٌ بِالْيَمَنِ؟ » فَقَالَ أَبَوَايَ قَالَ: « أَذِنَا لَكَ؟ » قَالَ لَا۔ قَالَ: « ارْجِعْ إِلَيْهِمَا فَاسْتَأْذِنْهُمَا فَإِنْ أَذِنَا لَكَ فَجَاهِدْ وَإِلَّا فَبِرَّهُمَا » [1]

''ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یمن میں تیرا کوئی قریبی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں میرے ماں باپ ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا انہوں نے تجھے اجازت دی ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے پاس جاؤ اور اجازت طلب

---

[1] صحیح أبوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی الرّجل یغزو و أبواه کارهان، الحدیث:۲۲۰۷+المنتقی لابن الجارود، الحدیث: ۱۰۳۵، المطبع مکتبة الأثریة سانگلہ ہل پاکستان+المستدرک علی الصّحیحین، الحدیث:۲۵۰۱+الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان، الحدیث:۴۲۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے کہا ہے: قلت الحکم و صحیح الاسناد و ردّه الذّهبی بقوله " قلت: درّاج واهٍ" فأصاب لکنّ الحدیث بمجموع طرقه صحیحٌ" إرواء الغلیل:۵/ ۲۱۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کو صحیح الإسناد کہا ہے جبکہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے التلخیص میں اس بات کی تردید کی ہے اور کہا ہے اس کی سند میں تو دراج راوی ہے جو بہت ہی ضعیف اور بیکار آدمی تھا۔ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام ذہبی رحمہ اللہ کا یہ تعاقب بالکل درست ہے لیکن یہ حدیث دیگر طرق اور اسناد کی وجہ سے صحیح ہے۔'' البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دینے کے لئے جن اسناد کو سبب بنایا ہے انکا ذکر نہیں کیا۔ لہٰذا صرف اتنی بات سے حدیث صحیح ثابت نہیں ہوگی۔

اس حدیث کے بارے میں علامہ شعیب الارناؤط نے کہا ہے: اسناده ضعیف لضعف درّاج ابو السمح عن أبی الهیثم ..... و قد علمت أنّ درّاجًا فی روایته عن أبی الهیثم ضعیفٌ لکن یشهدُ له الحدیث: ۴۲۰/۴۲۱، ۴۲۳/۴۲۱۔ فیتقوّی بها۔ دیکھئے: الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبّان: ۱۶۶۰/۱۶۵) '' اس کی سند ضعیف ہے ابو السمح درّاج راوی کی وجہ سے ..... میں جانتا ہوں کہ دراج اس روایت میں ضعیف راوی ہے لیکن اس کی شواہد احادیث بھی ہیں، مثلاً: ۴۲۰/۴۲۱، ۴۲۳۔ ان کی وجہ سے یہ روایت قوی ہو جاتی ہے۔ ابو شعیب الارناؤط صاحب نے جن شواہد احادیث کی بناء پر اس روایت کو قوی قرار دیا ہے ان احادیث میں والدین سے اجازت طلب کرنے کا ذکر تک نہیں۔ ان میں سے ایک میں والدین کی خوب خدمت کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا۔ دوسری روایت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور تیسری روایت ۴۲۳ میں والدین کی ناراضگی دور کرنے کا حکم صحابی کو دیا ہے۔ ان میں سے کسی میں والدین سے اجازت طلب کرنے کا ذکر نہیں۔ لہٰذا وہ روایات اس اجازت طلب کرنے والی روایت کی شاہد نہیں ہو سکتی۔ جب شاہد نہیں ہو سکتی تو ان کی وجہ سے یہ حدیث کیسے قوی اور صحیح ہو سکتی ہے۔؟ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے '' تهذیب السّنن علی صحیح أبی داؤد: ۳/ ۳۷۹ میں اس پر تبصرہ یوں فرمایا ہے: أخرجه الحاکم فی المستدرک مما استدرکه علی الشّیخین فإنّ فیه درّاجاً أبا السّمح و هو ضعیف، اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے۔ جبکہ یہ ان احادیث میں سے ہے ہی نہیں جن کا امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیحین پر استدراک کیا ہے۔ اس میں تو ابو سمح درّاج ضعیف راوی ہے۔ علامہ منذری رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے مختصر سنن ابی داؤد۔ لہٰذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی والدین سے اجازت طلب کر کے جہاد کرنے والی حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف سے مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ مسئلہ کے ثبوت کے لئے صحیح حدیث کا ہونا ضروری ہے۔ (ابو عمار بن عبد الجبار)

کرو۔ اگر وہ اجازت دے دیں تو جہاد کرو۔ وگرنہ انکے ساتھ نیک سلوک کرو۔"

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا:

رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے عمومی حالات میں ہجرت اور جہاد کی اجازت چاہی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جہاد کے لئے طلب نہیں فرمایا تھا اور نہ ہی جہاد کے لئے آپ ﷺ کی طرف سے اعلان عام ہوا تھا۔ تو آپ ﷺ نے ضرورت نہ ہونے کی بناء پر اس کو والدین کی خدمت میں مشغول رہنے کا حکم دیا۔ اسی طرح وہ شخص جو ہجرت اور جہاد پر بیعت کا خواہش مند تھا، اس نے بھی مذکورہ عمومی حالات ہی میں ہجرت اور جہاد پر آپ کی بیعت کرنا چاہی جبکہ نہ وہ شخص ہجرت و جہاد کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مطلوب تھا اور نہ ہی جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلنے کی کوئی ضرورت پیش آئی تھی۔ اس لئے وہ شخص کہتا ہے کہ میں صرف اجر و ثواب کے لئے جہاد کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے اس کو والدین کے ساتھ رہ کر حسن سلوک کا حکم دیا۔"

مذکورہ بالا شرائط کے دلائل

ہم نے احادیث کی تشریح میں جن شرائط کا ذکر کیا ہے ان کے دلائل بالترتیب ملاحظہ فرمائیں:

پہلی شرط:

"عمومی حالات میں" اس لئے کہا کہ خصوصی حالات میں کسی شخص کے لئے بھی جہاد سے پیچھے رہنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲۱۹] ﴿ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ..... ﴾ [التوبة=۹:۱۲۰]

"اہل مدینہ اور آس پاس کے دیہاتیوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے (جہاد میں) پیچھے رہ جائیں۔ اور اپنی جانوں کو نبی ﷺ کی جان سے زیادہ ترجیح دیں۔"

[۲۲۰] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ..... ﴾ [التوبة=۹:۱۲۳]

"اے مومنو! اپنے قریب والے کفار سے قتال جاری رکھو۔ اور وہ تم میں سختی پائیں....."

[۲۲۱] نَادٰی فِینَا رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ یَوْمَ انْصَرَفَ عَنِ الْاَحْزَابِ: «اَنْ لَّا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُکُمُ الظُّھْرَ» (وَ فِیْ رِوَایَۃِ الْبُخَارِیِّ، الْعَصْرَ) اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ» فَتَخَوَّفَ نَاسٌ فَوْتَ الْوَقْتِ فَصَلَّوْا دُوْنَ بَنِیْ قُرَیْظَۃَ وَ قَالَ آخَرُوْنَ: لَا نُصَلِّیْ اِلَّا حَیْثُ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَ اِنْ فَاتَنَا الْوَقْتُ قَالَ فَمَا عَنَّفَ وَاحِدًا مِنَ الْفَرِیْقَیْنِ» [۲۲]

''غزوۂ احزاب سے واپسی کے روز رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ظہر (اور بخاری کی روایت کے مطابق عصر) کی نماز بنی قریظہ کے پاس پہنچنے سے پہلے نہ پڑھے۔ تو بعض لوگوں نے وقت فوت ہونے کے ڈر سے راستے میں نماز پڑھ لی۔ مگر بعض نے کہا کہ ہم تو ظہر یا عصر وہیں پڑھیں گے جہاں ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اگرچہ نماز کا وقت فوت ہو جائے۔ پھر نبی ﷺ نے کسی فریق پر بھی اعتراض نہیں کیا۔''

قرآن مجید کی متعدد آیات اور رسول اللہ ﷺ کی بہت ساری احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میدان جہاد میں جب دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے تو اس وقت ''امیر کے طلب کرنے پر'' مومنوں کی مدد کے لئے، قریب ترین دشمنان دین پر حملہ کرنے کے لئے اور حاجت وضرورت پڑنے پر جہاد ہر شخص پر فرض عین ہو جاتا ہے اور اس مسئلے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اہل مدینہ، آس پاس کے مسلمانوں اور بنی قریظہ کی طرف جہاد کے لئے جانے والوں کے لئے والدین کی اجازت کی شرط لگائی گئی تھی؟ جنہوں نے اس جہادی حکم کی خاطر نماز کو اس کے اول وقت سے مؤخر کر دیا۔ جبکہ فرمان رسول ﷺ کے مطابق نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا افضل ترین عمل ہے۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے ان کے اس فعل کی تائید وتصدیق بھی فرما دی۔

دوسری شرط:

''جبکہ آپ ﷺ نے طلب نہیں فرمایا تھا'' یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ امیر جہاد کے طلب کر لینے کے بعد بھی جہاد کے لئے نکلنا فرض عین ہو جاتا ہے۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

---

[۲۲] صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسّیر: باب المبادرة بالغزو و تقدیم أهمّ الأمرین المتقارضین، الحدیث: ۱۷۷۰+
صحیح البخاری = أبواب صلوة الخوف: صلوة الطّالب والمطلوب راکبًا و إیماءً، الحدیث: ۹۰۴

[۲۲۲] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ ..... ﴾ [التوبة=۹:۳۸]

"اے ایمان والو! کیا سبب ہے کہ جب تمہیں اللہ کی راہ میں نکلنے کے لئے کہا جائے تو تم زمین پر بھاری ہو جاتے ہو؟....."

[۲۲۳] « وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا » [۲۱]

"جب تمہیں جہاد کے لئے طلب کیا جائے تو نکل کھڑے ہوا کرو۔"

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ اور اس مضمون کی تمام آیات قیامت تک کے لئے واجب العمل ہیں۔[۲۲]

تیسری شرط:

"جہاد کے لئے نکل پڑنے کا جب اعلان عام ہو" کی شرط اس لئے پیش نظر ہے کہ اعلان عام کے وقت بھی جہاد کے فرض عین ہونے پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۲۲۴] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ﴾ [التوبة=۹:۴۱]

"(مسلمانو!) ہلکے ہو یا بھاری ہر حالت میں (جہاد کے لئے) نکلو اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔"

یہ اور اسی مضمون کی تمام آیات جن میں تمام مسلمانوں کو بلا تفریق (علاوہ معذور افراد کے) جہاد فی سبیل اللہ کا عام حکم دیا گیا ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق یہ دلائل جہاد کے واجب اور فرض ہونے کے انتہائی مضبوط اور مستحکم دلائل ہیں۔ سعید بن مسیب رحمہ اللہ علامہ ماوردی رحمہ اللہ اور امام سہیلی رحمہ اللہ اور بہت سے علماء کا مشہور قول بھی یہی ہے اور کچھ شافعیوں کا موقف بھی یہی ہے۔[۲۳]

امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ التوبہ کی مندرجہ بالا آیات: ۳۸۔۴۱ اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث: [۲۲۵] « لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ ..... » [۲۴] پر یہ عنوان قائم کیا ہے:

---

[۲۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۹

[۲۲] تفسیر ابن کثیر: ۲/ ۳۹۴

[۲۳] فتح الباری: ۶/ ۳۷۷

[۲۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۹

" بَابُ وُجُوبِ النَّفِيرِ وَمَا يَجِبُ مِنَ الْجِهَادِ وَالنِّيَّةِ وَ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ [۲۲۶] ﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا.....﴾" [التوبة=۹:۴۱]

''جہاد کے لئے اعلان عام کے وقت نکلنا واجب ہے ،نیز جہاد اور نیت میں سے کونسی چیز واجب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے'' ہلکے ہوں یا بھاری جہاد کے لئے نکل پڑو.....''

اس عنوان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مذکورہ آیات و احادیث جہاد کے فرض عین ہونے پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلان عام کے لئے امیر اور خلیفہ کی شرط بلا دلیل ہے۔اعلان عام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر:۴۱ اور اس کی تائید کرنے والی بہت سی آیات اور احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔کبھی اعلان عام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کی طرف سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ التوبہ کی آیت نمبر:۳۸ واضح دلیل ہے۔

نیز بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث'' جب جہاد کے لئے نکل کھڑے ہونے کا کہا جائے تو نکل پڑو'' اور اس کی ہم معنیٰ بہت سی دیگر احادیث اس پر واضح دلائل ہیں۔

اس موضوع کو مفصل اور مدلل طور پر ہم اس کتاب کے خلافت و امارت والے باب میں پیش کریں گے ۔(إِنْ شَاءَ اللّٰه تعالیٰ)

چوتھی شرط:

'' ضرورت و حاجت'' کی شرط ملحوظ رکھنے کو اس لئے ضروری سمجھا گیا ہے کہ ضرورت و حاجت کے وقت، جب کہ میدان جہاد میں موجود مجاہدین مقاصد جہاد کی تکمیل میں کفایت نہ کر رہے ہوں تو بالاتفاق ایسی صورت میں کسی مسلمان کو فریضۂ جہاد کی ادائیگی کی بجائے والدین کی خدمت کرنے کا مشورہ نہیں دیا جا سکتا۔ وہ فریضہ جہاد جس کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں درمیانی نماز یعنی نماز عصر کو اس کے وقت سے مؤخر کر دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۲۲۷] « مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوتَهُمْ وَ قُبُورَهُمْ نَارًا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلَاةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ » [۲۵]

''اللہ تعالیٰ ان (کافروں) کے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے۔ انہوں نے

[۲۵] صحيح البخاري= كتاب الجهاد: باب الدُّعاء على المشركين بالهزيمة و الزلزلة ، الحديث:۲۷۷۳ + صحيح مسلم = كتاب المساجد و مواضع الصّلوة ،باب التّغليظ في تفويت العصر ، و باب الدّليل لمن قال الصّلوة الوسطى هي صلوة العصر ، الحديث: ٦٢٧

ہمیں درمیانی نماز سے مشغول رکھا یہاں تک سورج غروب ہو گیا۔"
یعنی ہمیں اتنا مشغول رکھا جنگ و جہاد میں کہ ہم نماز عصر بھی نہ پڑھ سکے۔

جہاد اور والدین سے تعلقات

یہ کیسے ممکن ہے ؟

کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ جہاد کے مقابلے میں آباء و اجداد، بھائیوں، بیٹوں، بیویوں اور کنبے و قبیلے والوں، مال و دولت، تجارت و کاروبار، کوٹھیوں اور محلات کو زیادہ محبوب رکھنے والوں کو یہ کہتے ہیں کہ: "انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا عذاب آ جائے۔" [التوبۃ=۹:۲۴] نیز جہاد میں نہ نکلنے والوں کو یہ کہتے ہیں: "اگر جہاد میں نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے دوچار کرے گا اور تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم آباد کر دے گا۔" [التوبۃ=۹:۳۹] اس میں ڈانٹیں اور وعیدیں سنا رہے ہوں۔

یہ کیسا عدل و انصاف ہے؟

کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ جیسے بدری صحابی کی محض اس غلطی پر اس قدر ڈانٹ اور اختباہ فرمائے کہ جب انہوں نے مکہ میں مقیم اہل و عیال کے تحفظ کی خاطر (نہ کہ بدنیتی سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہونے کی اطلاع روانہ کر دی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے پوری امت کی ہدایت کے لئے سورۃ الممتحنہ کی تیرہ (۱۳) آیات نازل فرما کر یہ بات سمجھائی:

[۲۲۸] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۚ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَ مَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ ﴾ [الممتحنۃ=۶۰:۱]

"ایمان دارو! اگر تم میری رضا مندی کے طلب گار ہو اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے (مکہ) سے ہجرت کر کے آئے ہو تو میرے اور اپنے مشترکہ دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ تم ان سے دوستی کرتے ہو، حالانکہ وہ اس کا انکار کر چکے ہیں جو حق تمہارے پاس آیا ہے۔ وہ تم کو اور رسول کو اس بات پر نکالنا چاہتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لاتے ہو جو تمہارا رب

ہے۔اگر تم جہاد کرنے کے لئے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو اور میری رضا چاہتے ہو (تو ان سے دوستی ہرگز نہ کرو۔) تم چپکے چپکے ان سے دوستی لگاتے ہوئے یہ نہیں جانتے کہ میں تمہاری چھپی اور کھلی (دونوں قسم کی باتوں کو) خوب جانتا ہوں۔تم میں سے جو کوئی ایسا کام کرے گا وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

[۲۲۹] ﴿لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ .....﴾ [الممتحنة = ۶۰:۳]

"تمہارے رشتہ دار (ماں باپ وغیرہ) اور تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں (جہاد کے مقابلے میں) کوئی نفع نہیں پہنچا سکیں گے.....۔"

یہ کیونکر جائز و مناسب ہے؟

کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں:

[۲۳۰] «لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ» [۴۶]

"تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے ماں اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ٹھہروں۔"

اس حدیث کو نقل کرنے سے پہلے امام نووی رحمہ اللہ کا قائم کیا ہوا عنوان دیکھیں:

"بَابُ وُجُوْبِ مَحَبَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَكْثَرَ مِنَ الْاَهْلِ وَالْوَلَدِ وَالْوَالِدِ"

(اس بارے میں باب کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنا واجب ہے اپنے بیوی بچوں، ماں باپ اور تمام لوگوں سے بڑھ کر۔)

یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے اس سب سے بڑے حکم جہاد فی سبیل اللہ جو اسلام کے تمام اصولوں کی اصل اور تمام اعمال سے افضل ترین عمل ہے، کو ماں باپ، آباء و اجداد کی محبت اور ان کی خدمت کی خاطر ملتوی یا مؤخر کر دیا جائے، ان کی اجازت پر موقوف کر دیا جائے؟ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد فی سبیل اللہ کے مقابلے میں آباء و اجداد وغیرہ کو ترجیح دینے پر ڈانٹیں، وعیدیں اور دھمکیاں صرف مہاجرین و انصار و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے تھیں؟

---

۴۶ صحيح البخاري= كتاب الإيمان : باب حُبّ الرّسول ﷺ مِنَ الإيمان ، الحديث ١٥ + صحيح مسلم= كتاب الإيمان : باب وجوب محبّة رسول الله ﷺ أكثر من الأهل والولد والوالد، الحديث : ٤٤

اور بعد کے مسلمان جس طرح چاہیں پوری کائنات کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت کرنے کی بجائے اس کی محبت و اطاعت میں آباء و اجداد سمیت سینکڑوں شریک ٹھہراتے پھریں۔(مَعَاذَ اللّٰہِ عَنْ ذٰلِکَ)ان کے لئے کوئی ڈانٹ ، وعید اور دھمکی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو۔

دونوں باتوں میں مطابقت کی صورت :

گذشتہ بحث سے مسئلہ یہ سمجھ آیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ومحبت ، جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت وفرضیت کو کائنات کی تمام چیزوں پر مقدم رکھنے کے موضوع پر جتنی بھی آیات اور احادیث ذکر کی گئی ہیں اس کے مقابلے میں والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے سے متعلق احادیث میں درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے والی احادیث اس وقت کے لئے ہیں جب عمومی حالات ہوں ، جہاد کا اعلان عام نہ ہو، سب لوگوں کے نکلنے کی ضرورت بھی نہ ہو یا پھر اس وقت کے لئے ہیں جب والدین اولاد کے جہاد کی طرف نکلنے کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہو سکتے ہوں اور جہاد عمومی طور پر فرض عین بھی نہ ہوا ہو۔

مطابقت والے موقف کے دلائل:

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا ''میں نے والدین کو روتے ہوئے چھوڑا ہے۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واپس جاؤ اور ان کو خوش کرو جیسا کہ ان کو رلایا ہے۔''

ان الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس جانے کا حکم محض والدین کی پریشانی دور کرنے کے لئے دیا۔ یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ جب تک تمہارے والدین زندہ ہیں تم نے دوبارہ جہاد کے لئے نہیں نکلنا، بلکہ حدیث میں والدین کو راضی کر کے آنے کا واضح اشارہ موجود ہے۔

اسی طرح مطابقت کی یہی صورت بخاری ومسلم کی پیش کردہ احادیث میں اختیار کی جا سکتی ہے۔ بلکہ بیان کی گئی تینوں احادیث میں والدین سے اجازت لینے کی شرط صراحت کے ساتھ یا اشارہ کے ساتھ کسی طرح موجود نہیں؟۔ صرف ان کی خدمت اور صلہ رحمی کا حکم ہے اور خدمت و صلہ رحمی جہاد کے متضاد اور جہاد سے ٹکرانے والے افعال نہیں۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک شخص والدین کی خدمت اور صلہ رحمی کے حقوق بھی بجا لاتا رہے، اس کے ساتھ موقع اور فرصت ملنے پر فریضۂ جہاد بھی سرانجام دیتا رہے۔

ذکر کی گئی احادیث کا یہی معنیٰ احادیث کے الفاظ کے زیادہ مطابق ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جس کو ابو داؤد، نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے، صرف یہی ایک حدیث ہے جس میں واضح طور پر والدین سے اجازت لے کر جہاد کرنے کا ذکر ہے۔ یہ روایت ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔ لہٰذا اس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر بقول شیخ البانی رحمہ اللہ بہت زیادہ سندوں کی وجہ سے اس کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو مطابقت کی مندرجہ بالا صورتیں اس میں بھی اختیار کی جا سکتی ہیں۔

والدین کی اجازت کے بغیر جہاد کرنے کی صحیح حدیث:

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۲۳۱] جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ فَسَأَلَهُ عَنْ أَفْضَلِ الْأَعْمَالِ قَالَ: «اَلصَّلٰوةُ» قَالَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: «اَلْجِهَادُ» قَالَ فَإِنَّ لِيْ وَالِدَيْنِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «آمُرُكَ بِوَالِدَيْكَ خَيْرًا» فَقَالَ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا لَأُجَاهِدَنَّ وَلَأَتْرُكَنَّهُمَا. قَالَ: «فَأَنْتَ أَعْلَمُ» [1]

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور آپ سے افضل ترین عمل کے بارے میں سوال کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ نماز ہے۔ اس نے پوچھا پھر کونسا عمل؟ فرمایا: ''جہاد فی سبیل اللہ۔'' اس نے عرض کیا: میرے والدین بھی موجود ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تجھے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہوں۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے میں تو ہر حال میں جہاد کرونگا اور والدین کو جہاد کی خاطر چھوڑ دونگا۔ آپ نے فرمایا: پھر تو ہی زیادہ بہتر جانتا ہے۔''

یہ روایت بھی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ہے اور اس موضوع پر ان سے مروی باقی تمام روایات ایسی ہیں جن میں خاص یا مفصل واقعات بیان ہوئے ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا:

(اس سلسلے کی تمام احادیث کو ملحوظ نظر رکھا جائے تو درج ذیل احکام و مسائل سمجھ میں آتے ہیں:)

① رسول اللہ ﷺ نے عمومی حالات میں جہاد کے اعلان عام نہ ہونے کے وقت اور

[1] الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبّان= کتاب الصّلوٰة : باب ذکر الخبر الدّال علی أنّ الصّلوٰة الفریضة أفضل من الجهاد الفریضة، الحدیث:۱۷۲۲ + فتح الباری:۶/۴۸۱ + نیل الاوطار :۷/۲۳۳

ضرورت و حاجت نہ ہونے کی صورت میں جہاد فی سبیل اللہ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک دونوں فرائض کو اپنے اپنے مواقع پر برابر انجام دینے کا حکم فرمایا ہے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ ''ان کی خدمت کر'' اور قرآن مجید کی آیت کے الفاظ ''اللہ کے راستے میں جہاد کرو'' میں کوئی تعارض وتضاد نظر نہیں آتا۔ لہٰذا دونوں پر عمل ممکن ہے۔

② نبی ﷺ کے دونوں فرمان [۲۳۲] « فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ » [۲۸] (ان دونوں کی خدمت کر۔) [۲۳۳] « فَأَحْسِنْ صُحْبَتَهُمَا » [۲۹] (اچھی طرح ان کی صحبت اختیار کر۔)
نیز اللہ تعالیٰ کے فرامین: [۲۳۴] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ﴾ (ہلکے اور بھاری نکلو) اور [۲۳۵] ﴿ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ﴾ (اپنا بچاؤ لازم پکڑو) ایک دوسرے کے متضاد اور ایک دوسرے سے مختلف نہیں۔ بلکہ دونوں کے احکام واجب العمل ہیں۔

③ حدیث رسول ﷺ کے الفاظ [۲۳۶] « فَاضْحَكُهُمَا كَمَا أَبْكَيْتَهُمَا » [۳۰] میں والدین کی طرف لوٹنے کی ایک وقتی ضرورت کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے فرمان رسول ﷺ: [۲۳۷] « لَأُجَاهِدَنَّ وَ لَأَتْرُكَنَّهُمَا » [۳۱] میں ضرورت کے وقت سب سے بڑے فریضہ یعنی جہاد کے لئے نکلنے کے واجب اور فرض ہونے کی مضبوط دلیل موجود ہے۔

④ حدیث کے الفاظ: [۲۳۸] « فَأَنْتَ أَعْلَمُ » [۳۲] (پھر تو ہی زیادہ بہتر جانتا ہے۔) رسول اللہ کی طرف سے اس بات کی تصدیق و تائید کرتے ہیں کہ صحابی رسول کا فیصلہ والدین کو چھوڑ کر جہاد کے لئے نکلنا درست اور صحیح تھا۔

⑤ والدین کی اجازت لے کر جانے والے ایک صحابی کا واقعہ اس کے ساتھ خاص تھا۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس ایک واقعہ کے علاوہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو بالعموم یہ حکم دیا ہو کہ جہاد کے لئے جاتے ہوئے زندہ والدین کی خدمت و صلہ رحمی کے فریضہ کو مقدم ہی رکھو۔ اگرچہ والدین سے صلہ رحمی اور خدمت بھی اپنی جگہ اہم فریضہ اور بہترین اعمال میں سے ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا

---

[۲۸] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۱۵
[۲۹] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۱۶
[۳۰] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۱۷
[۳۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۳۱
[۳۲] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۳۱

غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ احزاب، غزوۂ تبوک اور دیگر غزوات اور کارروائیوں میں شریک ہونے والے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے والدین بقضائے الٰہی فوت ہو چکے تھے؟ کہ اللہ کے صادق اور مصدوق نبی ﷺ نے کسی ایک مجاہد سے بھی یہ نہ پوچھا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں اور نہ کسی کو ان کی خوب خدمت کرنے کا حکم دیا۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح میں غزوۂ حدیبیہ سے پیچھے رہ جانے والے منافقوں اور مومنوں کو شدید ترین ڈانٹیں پلائی ہیں، ان کے جہاد سے پیچھے رہ جانے کے جرم پر ان کو شدید ترین عذاب کی وعیدیں سنائی ہیں اور ان تمام پیچھے رہ جانے والوں میں سے کسی نے بھی والدین کی خدمت میں مشغول رہنے کا عذر پیش نہیں کیا اور نہ اس طرح کا عذر قابل قبول سمجھا گیا۔

محدثین اور فقہاء کی وضاحت:

سب سے پہلے ہم پیش کی گئی احادیث پر صحاح ستہ کے مصنفین کے تجویز کئے ہوئے ابواب نقل کرتے ہیں۔ تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ انہوں نے ان احادیث کا مفہوم کیا سمجھا۔

1. امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری کتاب الجہاد میں باب باندھا ہے کہ "بَابُ الْجِهَادِ بِإِذْنِ الْأَبَوَيْنِ" (والدین کی اجازت کے ساتھ جہاد کرنا) حدیث نمبر: ۲۸۳۲
2. امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مسلم میں کتاب کا نام جس میں یہ حدیث ذکر کی ہے یہ تجویز کیا ہے کہ "كِتَابُ الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ" حدیث نمبر: ۲۵۴۹
3. امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کے ابواب مرتب کئے ہیں۔ جس باب میں حدیث ذکر کی گئی ہے اس کا عنوان قائم ہے کہ "بَابُ بِرِّ الْوَالِدَيْنِ وَ أَنَّهُمَا أَحَقُّ بِهِ" (والدین سے نیک سلوک کرنا اور بلاشبہ وہ دونوں اس نیک سلوک کے سب سے زیادہ مستحق ہیں) حدیث نمبر: ۲۵۴۸، ۲۵۴۹
4. امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابواب الجہاد میں باب تجویز کیا ہے کہ "بَابٌ فِيْ مَنْ خَرَجَ فِي الْغَزْوِ وَ تَرَكَ أَبَوَيْهِ" (اس شخص کے بارے میں کہ جو جہاد کے لئے چلا جاتا ہے اور والدین کو چھوڑ دیتا ہے) حدیث نمبر: ۱۳۶۵
5. امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الجہاد میں اس حدیث پر باب تجویز کیا ہے کہ "بَابُ الرُّخْصَةِ فِي التَّخَلُّفِ لِمَنْ لَهُ وَالِدَانِ" (اس شخص کو جہاد سے پیچھے رہنے کی رخصت ہے جس کے والدین ہوں) حدیث نمبر: ۲۹۰۸
6. امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے (صحیح ابوداؤد = کتاب الجہاد میں باب درج کیا ہے کہ

"بَابٌ فِیْ الرَّجُلِ یَغْزُوْ وَ اَبَوَاهُ کَارِهَانِ" (اس شخص کے بارے کہ جو جہاد کرتا ہے اور اس کے والدین ناپسند کرتے ہیں) حدیث نمبر: ۲۲۰۵، ۲۲۰۶

۷ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے (صحیح) ابن ماجة = کتاب الجهاد میں یہ باب درج کیا ہے کہ "الرَّجُلُ یَغْزُوْ وَلَهُ اَبَوَانِ" (آدمی جہاد کرے اور اس کے والدین بھی ہوں) حدیث نمبر: ۲۲۴۲

۸ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح ابن حبان= کتاب البرّ وَالْاِحْسَانِ میں یہ باب درج فرمایا ہے کہ "ذِکْرُ الْاِسْتِحْبَابِ لِلْمَرْءِ اَنْ یُؤْثِرَ بِرَّ الْوَالِدَیْنِ عَلَی الْجِهَادِ النَّفْلِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ" (اس بات کا ذکر کہ آدمی کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کو جہاد پر ترجیح دے جب جہاد فرض نہ ہو بلکہ نفل ہو۔) حدیث نمبر: ۴۲۱

جبکہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح ابن حبان= کِتَابُ الْبِرِّ وَالْاِحْسَانِ میں تھوڑا سا آگے ایک اور باب درج کیا ہے کہ "ذِکْرُ الْبَیَانِ بِاَنَّ بِرَّ الْوَالِدَیْنِ اَفْضَلُ مِنْ جِهَادِ التَّطَوُّعِ" (اس بات کا تذکرہ کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا نفلی جہاد سے افضل ہے۔) حدیث نمبر: ۴۲۳

◎ امام مالک رحمہ اللہ کے متعلق مؤطا میں موجود ہے:

"سُئِلَ مَالِكٌ عَنْ رَجُلٍ اَوْجَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الْغَزْوَ فَتَجَهَّزَ حَتّٰی اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّخْرُجَ مَنَعَهُ اَبَوَاهُ اَوْ اَحَدُهُمَا فَقَالَ اِنِّیْ لَاَرٰی اَنْ یُّکَابِرَهُمَا وَلٰکِنْ یُّؤَخِّرُ ذٰلِكَ اِلٰی عَامٍ آخَرَ" [۳۳]

"امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنے آپ پر جہاد کو واجب قرار دے لیتا ہے یعنی جہاد کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے، اس کے لئے پوری تیاری کر لیتا ہے، پھر اس کو اس کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک روک لیتا ہے تو ایسے شخص کو کیا کرنا چاہئے؟ امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ میں تو یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ والدین کی مخالفت کرے۔ البتہ جہاد کو اگلے سال تک کے لئے ملتوی کر دے۔"

مذکورہ تجویز کئے گئے ابواب اور عنوانات پر سرسری نظر ڈالنے سے جمع وتطبیق میں بیان کی گئی وجوہات کی مکمل تصدیق ہو سکتی ہے۔ جہاں تک امام بخاری رحمہ اللہ کے اسی حدیث پر قائم کئے ہوئے دوسرے عنوان "لَا یُجَاهِدُ اِلَّا بِاِذْنِ الْاَبَوَیْنِ" (کوئی والدین کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کرے) کا تعلق ہے تو اس عنوان کو امام موصوف رحمہ اللہ نے "کِتَابُ الْاَدَبِ" [۳۴] میں قائم کیا

---

[۳۳] المؤطا للإمام مالك= كتاب الجهاد: باب العمل فيمن أعطى شيئًا في سبيل الله

[۳۴] صحيح البخاري= كتاب الجهاد: باب لا يجاهد إلّا بإذن الأبوين، الحديث: ٥٦٦٧

ہے نہ کہ ''کِتَابُ الْجِهَادِ'' میں۔ لہٰذا وہاں پر یقیناً نفلی جہاد مراد ہے نہ کہ وہ جہاد جو فرض عین ہے۔ جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طرز عمل سے واضح ہو رہا ہے۔

◉ امام عبد السلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بن حزم رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

" وَ هٰذَا كُلُّهُ اِنْ لَّمْ يَتَعَيَّنْ عَلَيْهِ الْجِهَادُ فَاِذَا تَعَيَّنَ فَتَرْكُهُ مَعْصِيَةٌ وَلَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ. " [۳۵]

''والدین سے اجازت لے کر جہاد پر جانے والی تمام احادیث پر عمل اسی صورت میں ہوگا جبکہ جہاد کسی پر فرض عین نہ ہوا ہو۔ چنانچہ جب فرض عین ہوگا تو جہاد نہ کرنا معصیت ٹھہرے گا اور اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔''

◉ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الولید الباجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" فَأَمَّا اِذَا تَعَيَّنَ عَلَيْهِ فَرْضُ الْجِهَادِ فَلَا حَاجَةَ بِهِ اِلٰى اِذْنِهِمَا وَ اِنْ مَنَعَاهُ مِنَ الْخُرُوْجِ عَصَاهُمَا وَ خَرَجَ فِيْ الْجِهَادِ وَ هٰذَا اِذَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَاِنْ كَانَا كَافِرَيْنِ فَلَا سَبِيْلَ لَهُمَا اِلٰى مَنْعِهِ مِنَ الْجِهَادِ فَرْضًا كَانَ اَوْ نَفْلًا وَ طَاعَتُهُمَا حِيْنَئِذٍ مَعْصِيَةُ اللّٰهِ وَ مَعُوْنَةٌ لِلْكُفَّارِ وَ اِنَّمَا عَلَيْهِ اَنْ يَبَرَّهُمَا وَ يُطِيْعَهُمَا فِيْمَا لَيْسَ بِمَعْصِيَةٍ. " [۳۶]

''جب ایک شخص پر فریضۂ جہاد متعین ہوجائے تو اسے والدین سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ جہاد کی طرف نکلنے سے منع کریں تو ان کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد کے لئے چلا جائے اور یہ بھی شرط ہے کہ وہ مسلمان ہوں۔ چنانچہ اگر والدین کافر ہوں تو انہیں جہاد سے منع کرنے کا کوئی حق نہیں ہے خواہ جہاد فرض ہو یا نفل۔ اس صورت میں ان کی اطاعت کرنا اللہ کی نافرمانی اور کفار کے تعاون کے مترادف ہے۔ اولاد پر صرف ان کے ساتھ اچھا برتاؤ ضروری ہے اور جن کاموں میں اللہ کی معصیت نہ ہو ان کاموں میں ان کی اطاعت ضروری ہے۔''

◉ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

" هٰذَا كُلُّهُ اِذَا لَمْ يَحْضُرِ الصَّفَّ وَ يَتَعَيَّنِ الْقِتَالُ وَ اِلَّا فَحِيْنَئِذٍ يَجُوْزُ بِغَيْرِ اِذْنٍ. " [۳۷]

'' جہاد میں والدین سے اجازت لینے پر عمل صرف اس صورت میں ہوگا جبکہ آدمی میدان

---

[۳۵] منتقى الأخبار مع نيل الأوطار: ۷/ ۲۳۱ + المحلى لابن حزم: ۷/ ۲۹۲

[۳۶] معالم السنن للخطابي: ۲/ ۳۷۸ + المنتقى شرح موطا: ۳/ ۱۷۵

[۳۷] شرح النووي: ۲/ ۲۱۳

جنگ میں حاضر نہ ہو اور جہاد و قتال اس پر فرض عین نہ ہوا ہو۔ وگرنہ جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو کسی کی اجازت کی ضرورت نہ ہوگی۔"

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور امام شوکانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

" فَإِذَا تَعَيَّنَ الجِهَادُ فَلَا إِذْنَ وَيَشْهَدُ لَهُ مَا أَخْرَجَهُ ابْنُ حِبَّانَ: [۲۳۹] «عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ..... فَقَالَ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ نَبِيًّا لَأُجَاهِدَنَّ وَ لَأَتْرُكَنَّهُمَا قَالَ: فَأَنْتَ أَعْلَمُ»[۳۸] وَ هُوَ مَحْمُوْلٌ عَلٰى جِهَادِ فَرْضِ الْعَيْنِ تَوْفِيْقًا بَيْنَ الْحَدِيْثَيْنِ....."

"جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو کسی کی اجازت کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس مفہوم کی تصدیق و شہادت امام ابن حبان رحمہ اللہ کی نقل کردہ اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں سائل نے بالآخر عرض کیا کہ میں لا محالہ جہاد کے لیے نکلوں گا اور والدین کو چھوڑ دونگا۔ جس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "پھر تو زیادہ بہتر جانتا ہے۔" یعنی اس کے عزم کی تائید اور حمایت فرمائی۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ نیز امام ابن حجر رحمہ اللہ اور امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں قسم کی احادیث میں مطابقت کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دونوں قسم کی احادیث کو مختلف حالات پر محمول کر کے ان پر عمل کیا جائے۔[۳۹]

◎ امام بغوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"هٰذَا فِيْ جِهَادِ التَّطَوُّعِ لَا يَخْرُجُ إِلَّا بِإِذْنِ الْوَالِدَيْنِ إِذَا كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَإِنْ كَانَ الْجِهَادُ فَرْضًا مُتَعَيِّنًا فَلَا حَاجَةَ إِلٰى إِذْنِهِمَا وَ إِنْ مَنَعَاهُ عَصَاهُمَا وَ خَرَجَ وَ إِنْ كَانَ كَافِرَيْنِ فَيَخْرُجُ بِدُوْنِ إِذْنِهِمَا فَرْضًا كَانَ الْجِهَادُ أَوْ تَطَوُّعًا۔"[۴۰]

"نفلی جہاد میں والدین کی اجازت کے بغیر نہ نکلے بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔ لیکن جب جہاد فرض عین ہو جائے تو ان کی اجازت حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ منع کریں تو ان کی اطاعت نہ کرے اور جہاد کے لئے نکل کھڑا ہو۔ اگر والدین کافر ہوں تو بہرصورت ان کی اجازت کے بغیر ہی جہاد کے لئے نکلے خواہ وہ فرض ہو یا نفل۔ اس کی مثال حج، روزہ اور نماز وغیرہ ہے۔"

---

۳۸ مخرج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۳۱

۳۹ فتح الباری: ۶/۴۸۱ + نیل الأوطار للشوکانی: ۷/۲۳۳

۴۰ قال به فی شرح السنّة نقلاً عن تحفة الأحوذی: ۳/۲۰

◎ شیخ محمد بن اسماعیل صنعانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فَإِذَا تَعَيَّنَ الْجِهَادُ فَلَا. فَإِنْ قِيلَ ..... فَمَاوَجْهُ تَقْدِيمِ الْجِهَادِ قُلْتُ لِأَنَّ مَصْلَحَتَهُ أَعَمُّ." [۱]

"جب جہاد فرض عین ہو جائے گا تو کسی اجازت کی ضرورت نہ ہو گی۔ کیونکہ جہاد کے مقاصد دوسرے فرائض سے زیادہ وسیع اور عام ہیں۔ اس لئے وہ باقی فرائض پر مقدم ہو گا۔"

رسول اکرم ﷺ نے بھی غزوۂ احزاب کے موقع پر جہاد کو فرض نمازوں پر ترجیح دی، جب کفار کے خلاف لڑتے ہوئے آپ کی کئی ایک نمازیں رہ گئیں تھیں۔ آپ ﷺ نے نمازوں کا وقت ہو جانے کے باوجود جہاد جاری رکھا اور نمازوں کو مؤخر کر دیا۔

محدثین کی تشریحات پیش کی جا چکی ہیں۔ اس مسئلے میں جمہور فقہاء کی آراء بھی تائید و تصدیق میں موجود ہیں۔ جس کے لئے ملاحظہ ہوں درج ذیل حوالہ جات:

1. الرَّوضة النَّدِيَّة للشَّوكاني: ٢/ ٣٣٤/ ٣٣٥
2. السَّيل الجرَّار للشَّوكاني: ٤/ ٥١٥، ٥١٦
3. العُمْدَة للشَّيخ عبد الله ابن أحمد الحنبلي: ٤٩٦
4. العدَّة شرح العمدة للمقدِّسي: ٤٩٦
5. فِقهُ السُّنَّة للسَّيِّد السَّابق: ٣/ ١٣٢
6. رَدُّ المحتار على الدُّر المختار لإبن عابدين: ٢/ ٣٠٤
7. المغني لإبن قدامة الحنبلي: ٨/ ٣٥٩، ١٠/ ٣٨٣

فرضیت جہاد کے حالات و مراحل:

جہاد کے فرض عین یا کفایہ ہونے کا مسئلہ اسی کتاب "الجهاد الاسلامی" کے باب "جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ" میں ہم مفصل اور مدلل طریقہ سے بیان کر چکے ہیں۔ تاہم یہاں پر "فتح الباری" سے ایک حوالہ نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔ باقی دلائل اور حوالہ جات کے لئے متعلقہ باب کا مطالعہ کیجئے:

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں رقمطراز ہیں:

"لِلنَّاسِ فِي الْجِهَادِ حَالَانِ: **إِحْدَاهُمَا** فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ الْأُخْرَى

---

[۱] سُبُل السَّلام: ٤/ ٨٤

بَعْدَهُ. **فَأَمَّا الْأُولَى** فَأَوَّلُ مَا شُرِعَ بَعْدَ الْهِجْرَةِ النَّبَوِيَّةِ إِلَى الْمَدِيْنَةِ اتِّفَاقًا. ثُمَّ بَعْدَ أَنْ شُرِعَ هَلْ كَانَ فَرْضَ عَيْنٍ أَوْ كِفَايَةٍ؟ قَوْلَانِ مَشْهُوْرَانِ لِلْعُلَمَاءِ وَ هُمَا فِيْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ رحمة الله عليه.

◎ **وَقَالَ الْفَارُوْرِدِيُّ**: كَانَ عَيْنًا عَلَى الْمُهَاجِرِيْنَ دُوْنَ غَيْرِهِمْ وَ يُؤَيِّدُهُ وُجُوْبُ الْهِجْرَةِ قَبْلَ الْفَتْحِ فِيْ حَقِّ كُلِّ مَنْ أَسْلَمَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ لِنَصْرِ الْاِسْلَامِ.

◎ **وَقَالَ السُّهَيْلِيُّ**: كَانَ عَيْنًا عَلَى الْأَنْصَارِ دُوْنَ غَيْرِهِمْ. وَ يُؤَيِّدُهُ مُبَايَعَتُهُمُ النَّبِيَّ ﷺ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ عَلَى أَنْ يُؤْوُا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ يَنْصُرُوْهُ. فَيَخْرُجُ مِنْ قَوْلِهِمَا أَنَّهُ كَانَ عَيْنًا عَلَى الطَّائِفَتَيْنِ كِفَايَةً فِيْ غَيْرِهِمْ. وَ مَعَ ذَالِكَ فَلَيْسَ فِيْ حَقِّ الطَّائِفَتَيْنِ عَلَى التَّعْمِيْمِ، بَلْ فِيْ حَقِّ الْأَنْصَارِ إِذَا طَرَقَ الْمَدِيْنَةَ طَارِقٌ وَ فِيْ حَقِّ الْمُهَاجِرِيْنَ إِذَا أُرِيْدَ قِتَالُ أَحَدٍ مِنَ الْكُفَّارِ اِبْتِدَاءً وَ يُؤَيِّدُ هٰذَا مَا وَقَعَ فِيْ قِصَّةِ بَدْرٍ فِيْمَا ذَكَرَهُ ابْنُ اِسْحَاقَ، فَإِنَّهُ كَالصَّرِيْحِ فِيْ ذَالِكَ وَ قِيْلَ كَانَ عَيْنًا فِي الْغَزْوَةِ الَّتِيْ يَخْرُجُ فِيْهَا النَّبِيُّ ﷺ دُوْنَ غَيْرِهَا. وَالتَّحْقِيْقُ أَنَّهُ كَانَ عَيْنًا عَلَى مَنْ عَيَّنَهُ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ حَقِّهِ وَلَوْ لَمْ يَخْرُجْ.

الْحَالُ الثَّانِيْ: بَعْدَهُ ﷺ فَهُوَ فَرْضُ كِفَايَةٍ عَلَى الْمَشْهُوْرِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوَ الْحَاجَةُ إِلَيْهِ كَأَنْ يُدْهِمَ الْعَدُوُّ وَ يَتَعَيَّنُ عَلَى مَنْ عَيَّنَهُ الْإِمَامُ وَ يَتَأَدَّى فَرْضُ كِفَايَةٍ بِفِعْلِهِ فِي السَّنَةِ مَرَّةً عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَ مِنْ حُجَّتِهِمْ أَنَّ الْجِزْيَةَ تَجِبُ بَدَلًا عَنْهُ وَلَاتَجِبُ فِي السَّنَةِ أَكْثَرَ مِنْ مَرَّةٍ اِتِّفَاقًا فَلْيَكُنْ بَدَلُهَا كَذَالِكَ. وَ قِيْلَ يَجِبُ كُلَّمَا أَمْكَنَ وَهُوَ قَوِيٌّ وَالَّذِيْ يَظْهَرُ أَنَّهُ اسْتَمَرَّ عَلَى مَاكَانَ عَلَيْهِ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى أَنْ تَكَامَلَتْ فُتُوْحُ مُعْظَمِ الْبِلَادِ وَانْتَشَرَ الْإِسْلَامُ فِيْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ ثُمَّ صَارَ إِلَى مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ وَ التَّحْقِيْقُ أَيْضًا أَنَّ جِنْسَ جِهَادِ الْكُفَّارِ مُتَعَيِّنٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ إِمَّا بِيَدِهِ وَ إِمَّا بِلِسَانِهِ وَ إِمَّا بِمَالِهِ وَ إِمَّا بِقَلْبِهِ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ" [۳۲]

''لوگوں کے لئے جہاد میں دو حالتیں ہیں: ایک حالت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے بعد کے لئے ہے۔

پہلی حالت:

پہلی حالت تو یہ ہے کہ ہجرت نبویہ کے بعد جہاد متفقہ طور پر فرض ہو گیا تھا۔ پھر جہاد کا حکم

[۳۲] فتح الباری: ۶/ ۳۷۷

نازل ہونے کے بعد جہاد فرض عین یا فرض کفایہ تھا؟ علماء اسلام کے اس بارے میں دو مشہور موقف ہیں اور شافعیوں کے بھی دو قول ہیں:

امام الماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جہاد صرف مہاجرین پر فرض عین تھا۔اس کی دلیل یہ ہے کہ فتح مکہ سے قبل ہر مسلمان پر نصرت اسلام کے لئے دارالاسلام مدینہ کی طرف ہجرت کرنا واجب تھا۔[۳۳]

امام سُہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جہاد انصار پر فرض عین تھا۔اس کی یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے لیلۃ العقبہ میں اپنی حمایت اور مدینہ میں جگہ دینے کی بیعت لی تھی (بیعت عقبہ اولیٰ اور ''بیعت عقبہ ثانیہ'' یعنی دو دفعہ بیعت لی گئی تھی۔شرائط میں یہ چیز شامل تھی) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھکانہ فراہم کریں گے اور آپ کی مدد و نصرت کریں گے۔

دونوں اماموں کے اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد مہاجرین و انصار دونوں پر فرض عین تھا اور دوسروں کے لئے فرض کفایہ۔حقیقت تو یہ ہے کہ جہاد ہر اس شخص پر فرض عین تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعین فرمادیتے اگرچہ اس کے لئے آپ خود تشریف نہ بھی لے جاتے۔[۳۴]

اس کے باوجود دونوں جماعتوں پر بالعموم اور مطلق فرض نہ تھا۔ بلکہ انصار پر اس وقت فرض عین تھا جب کوئی مدینہ پر رات کو اچانک یلغار کردیتا۔ مہاجرین پر اس وقت فرض تھا جب کافروں میں سے کسی پر جنگ کی ابتداء کرنا مقصود ہوتا۔غزوہ بدر کے واقعہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس کو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ اس بارے میں پوری وضاحت پیش کرتا ہے۔بعض لوگوں کی طرف سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ یہ اس غزوہ میں فرض تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے۔جس میں آپ تشریف نہ لے جاتے اس غزوہ میں نکلنا فرض نہ تھا۔

---

[۳۳] ہجرت کی فرضیت ہر مسلمان پر جو مشرکین میں مقیم ہو قیامت تک باقی ہے بشرطیکہ ہجرت کے حالات پیدا ہو جائیں۔تو پھر جہاد کی فرضیت سے انکار کیسے ممکن ہے؟ ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف ختم ہوئی ہے۔ہر جگہ سے ختم نہیں ہوئی۔ جبکہ ختم الرسل سید ولد آدم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:'' لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ مَا قُوتِلَ الْكُفَّارُ۔'' (جب تک کافروں سے جنگ جاری ہے ہجرت ختم نہیں ہوگی۔) تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۴۴۔ ہجرت کی فرضیت کے لئے دیکھئے سورۂ انفال آیت: ۷۲ اور سورۃ النساء آیت: ۹۷ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

[۳۴] اس کی تائید صلح حدیبیہ کے موقع پر درخت کے نیچے لی گئی بیعت رضوان سے بھی ہوتی ہے جس میں مہاجرین اور انصار مدینہ دونوں سے اکٹھی بیعت لی گئی تھی اس بات پر کہ وہ میدان میں ڈٹ کر لڑیں گے، اپنی جانیں قربان کردیں گے، پیٹھ پھیر کر میدان جہاد سے ہرگز نہیں بھاگیں گے۔ بیعت رضوان کے موقع پر موت کی بیعت کے تذکرہ کے لئے دیکھئے: صحیح البخاری = کتاب الجهاد : باب البيعة فى الحرب ألّا يفرّوا و قال بعضهم على الموت، الحديث: ۲۷۹۹، ۲۸۰۰ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب إستحباب مبايعة الإمام الجيش عند إرادة القتال و بيان بيعة الرّضوان تحت الشّجرة، الحديث: ۱۸۶۰، ۱۸۶۱ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

دوسری حالت:

رسول اللہ ﷺ کے بعد مشہور قول کے مطابق جہاد فرض کفایہ ہے۔ لا یہ کہ اس کی حاجت وضرورت عام ہو۔ مثلاً یہ کہ دشمن مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کردے اور امیر جس پہ جہاد کے لئے نکلنا متعین کردے اس پر متعین ہو کر فرض ہو گا۔ سال میں ایک دفعہ یہ کارروائی کرنے سے فرض کی ادائیگی ہو جائے گی۔ جمہور کا یہی موقف ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جزیہ اس کا بدل ہے اور جزیہ سال میں ایک مرتبہ سے زیادہ فرض نہیں۔ اس پہ سب کا اتفاق ہے۔ لہٰذا جزیئے کے بدل یعنی جہاد کا بھی یہی حکم ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ جب بھی ممکن ہو جہاد فرض عین ہوگا اور یہ موقف مضبوط اور قوی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جہاد رسول اللہ ﷺ کے عہد سے بطور فرض عین جاری رہا یہاں تک کہ بڑے بڑے ممالک فتح کر لئے گئے اور اسلام اطراف عالم میں پھیل گیا۔ پھر اس کا حکم سابقہ تفصیل کے مطابق ہو گیا۔ یہ بھی تحقیقی بات ہے کہ کافروں سے جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے کہ وہ ہاتھ، زبان، مال اور دل کے ساتھ اس فریضہ کو سرانجام دیتا رہے۔" (فتح الباری کی عبارت کا ترجمہ مکمل ہوا)

امت مسلمہ کی موجودہ حالت پر غور وفکر:

مسلمانوں کی موجودہ حالت پر غور وفکر کیجئے کہ جہادی عمل سے فتح کئے گئے بہت سارے علاقے اور ممالک دوبارہ کفار ومشرکین کے ناجائز قبضہ میں ہیں۔ غاصب و قابض کافر قوتیں مسلم علاقوں پر قبضہ جمانے کا کھیل مسلسل جاری رکھے ہوئے ہیں اور شب و روز کمزور و ناتواں مسلم اقوام کے قتل و غارت میں پوری شد و مد سے مصروف ہیں۔ مسلمانوں کو اسلام کی دعوت وتبلیغ کے اخلاقی حقوق دینے کی بجائے اسلام کا نام لینا ان کے لئے ممنوع اور حرام کر دیا گیا ہے۔ بلکہ عیسائی، یہودی اور ہندو جبر و اکراہ کے ساتھ اہل اسلام کو دین حق سے برگشتہ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ کفر وشرک نے اللہ کی سرزمین پر ہر طرف ظلم و استبداد کے آہنی پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ فلسطین، کشمیر، بوسنیا، اراکان، اریٹریا، وغیرہ میں بے بس اور مظلوم مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں پر مسلسل ظلم وستم ہو رہا ہے۔ ان پر ٹوٹنے والے مصائب و آلام کے پہاڑوں نے امن و آشتی کے سینے تاریک اور دولخت کر دیئے ہیں۔ مظلوم ومقہور اور ضعیف ومجبور

مسلمانوں کی چیخ و پکار آسمان کا جگر پارہ پارہ کر رہی ہیں۔ عفت مآب مسلم خواتین کی ناموسوں اور آبروؤں کا ہر روز، ہر وقت اور ہر لمحہ سودا کیا جاتا ہے۔

تو کیا ان حالات اور واقعات میں جہاد کے اہداف ومقاصد مثلاً اعلاء کلمۃ اللہ اور کفر وشرک کے فتنہ کا خاتمہ وغیرہ حاصل ہو چکے ہیں؟ ضعیف و ناتواں اور اپنی مدد کے لئے پکارنے والے مومنین کی نصرت و حمایت کا حق ادا ہو گیا؟ کیا ہم روم و ایران فتح کر کے دجال کو زیر کر چکے ہیں یا "وھن" یعنی کمزوری اور "کراہیۃ الموت" یعنی موت کی ناگواری نے ہمیں ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا دیا ہے؟

اگر ان اسباب، حالات اور واقعات کی موجودگی میں بھی جہاد کے فرض عین ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی ہے تو پھر ہمیں قرآن و سنت سے جہاد کی تمام نصوص و عبارتوں کو حذف کر دینا چاہئے۔ ظالم و جابر کافروں اور مشرکوں کے لئے عجز و انکسار اور ان کی بندگی اور غلامی کا کلمہ پڑھ لینا چاہئے۔ ذلت و رسوائی کا طوق گلے میں ڈال کر، اسلاف کے شرف و وقار اور اسلام کی عظمت رفتہ کو خاک میں ملا کر ہمیشہ خواب خرگوش میں سو جانا چاہئے۔ مگر یہ خواب وہ خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوگا۔ احکم الحاکمین سب سے بڑا غیور، غالب اور دانا ہے۔ جو اپنے قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

[۲۴۰] ﴿ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ [التوبۃ-۹: ۳۹]

"مسلمانو! اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں المناک عذاب سے دوچار کرے گا اور تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور تم اللہ کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکو گے (نقصان اپنا ہی کرو گے) اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔"

یہ وقتِ قیام ہے:

لہٰذا اے داعیان توحید و سنت، اٹھو! اور فرمان رسول اللہ ﷺ "مجھے حکم ملا ہے کہ جب تک لوگ اللہ کی وحدانیت کی گواہی نہیں دیتے ان سے لڑائی جاری رکھو" کی سچی شہادت سے اپنی دعوت کی تصدیق و تائید کرو۔ جب تک کفر وشرک کا فتنہ، کلمہ پڑھنے والوں کی ایذاء رسانی اور ان کو مرتد بنانے کا اور مرتد بننے کا فتنہ ختم نہیں ہوتا، اطراف عالم کے ہر مسلمان کو کفار کے فتنوں سے محفوظ و بے خوف بنا دو، زمین کی ساری مخلوقات کو اللہ وحدہٗ لا شریک کے سامنے سجدہ ریز کر کے "دین سارے کا سارا صرف اللہ کے لئے ہو جائے۔ [الأنفال-۸: ۳۹]" کا ہدف پورا کرو۔

اے حامیان حق و صداقت! مدد و نصرت کے طلبگار کمزور مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں

کی دلدوز چیخ و پکار پر لبیک کہہ کر رسول اللہ ﷺ کے انصار اور حواری ہونے کا حق ادا کردو۔ پھر اللہ تمہارے ساتھ کئے ہوئے، زمین پر خلافت عطا کرنے اور اقتدار و حکومت دینے کے، وعدے پورے فرمائے گا اور روئے زمین پر مومن ہونے کی وجہ سے تم ہی بلند و غالب ہو گے اور صرف تمہاری ہی حکومت و بادشاہت ہو گی۔ یہ تو صرف دنیا میں ہے اور آخرت تو پھر آخرت ہی ہے، سبحان اللہ! جہاں بلند درجات .....خون شہید کی رنگت تو سرخ مگر خوشبو کستوری جیسی..... جنت کی لازوال نعمتیں جو دنیا کی ہر نعمت سے خوب تر ہیں، یہ سب کچھ مجاہدین کے لیے ہیں۔ تاہم جنت تو درکنار بلکہ جنت الفردوس جو سب جنتوں سے عمدہ اور سب سے اعلیٰ جنت ہے اور اس پر عرش رحمٰن ہے اور اس میں سے جنت کے دریا پھوٹتے ہیں، وہ مجاہدین کے لئے ہے۔ آؤ! ہم قرآن اور حدیث رسول ﷺ کو اپنے عمل و کردار سے زندہ کر کے عملی جامہ پہنائیں اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں:

« اَللّٰهُمَّ مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ، إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وَ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ »

''یا اللہ! اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمیں سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرما اور ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر پھیر دے۔''

مقروض کا جہاد:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے ایک لمبی حدیث بیان کرتے ہیں جس میں ہے:

[۲۴۱] « اَنَّهُ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ ! تُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ ؟فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نَعَمْ اِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ، وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ۔ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : كَيْفَ قُلْتَ؟ » قَالَ أَرَأَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَتُكَفَّرُ عَنِّيْ خَطَايَايَ؟ فقال رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ! وَاَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ اِلَّا الدَّيْنُ فَاِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِيْ ذٰلِكَ » [۲۵]

''ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا میری

---

[۲۵] صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب مَن قُتِلَ فی سبیل اللّٰه کُفِّرت خَطَایَاهُ إلّا الدَّین، الحدیث: ۱۸۸۵+صحیح الترمذی = أبواب الجهاد: باب ما جاء فی من یستشهدُ وَ عَلَیْهِ دَیْنٌ، الحدیث: ۱۳۹۹+صحیح النسائی= کتاب الجهاد : باب مَنْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تعالیٰ وَ عَلَیْهِ دَیْنٌ ، الحدیث ۲۹۵۷ ـ ۲۹۶۰+ مسند احمد : ۵/ ۲۹۷، ۳۰۸

خطاؤں کا کفارہ ہو جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں جبکہ تو صبر کرنیوالا، اجر کا طلبگار، آگے بڑھنے والا، پشت نہ دکھانے والا ہو گا ما سوائے قرض کے۔ بلاشبہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے یہ بات بتلائی ہے۔"

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

[۲۴۲] « يُغفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنبٍ إِلَّا الدَّيْنَ » [۴۶]

"شہید کا ہر گناہ اللہ تعالیٰ بخش دیتے ہیں ماسوئ قرضہ کے، یہ بات مجھے جبریل نے بتائی ہے۔"

مذکورہ بالا احادیث اگرچہ شہید اور شہادت فی سبیل اللہ کے موضوع سے تعلق رکھتی ہیں اور ہم ان کو فضائل شہداء کے باب میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرینگے۔ تاہم بعض فقہاء نے ان احادیث سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ مقروض کو چاہئے کہ قرض خواہ سے اجازت لے کر جہاد پر جائے۔ اسی مناسبت سے ان احادیث کو اختصار کے ساتھ شرائط جہاد میں ذکر کیا جا رہا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ بعض فقہاء نے اس مسئلہ کا دائرہ قرض کے علاوہ انسانوں کے تمام حقوق تک وسیع کر دیا ہے۔ لیکن ہماری نظر میں یہ استنباط قرآن وسنت کی نصوص کے صریحاً خلاف ہے۔ ذیل میں ہم اس کے دلائل تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

① مقروض کے جہاد پر جانے والی تمام احادیث میں خواہ مخواہ یا کسی دوسرے انسان کی اجازت کے شرط ہونے کی کوئی وضاحت بلکہ اشارہ تک موجود نہیں۔ لہٰذا استدلال قطعاً غیر معقول اور بلا جواز ہے۔

② احادیث کا ظاہری مفہوم اور معنیٰ فقط یہ ہے کہ شہید فی سبیل اللہ کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی فضیلت ہے اور شہید کے اللہ تعالیٰ قرضہ کے علاوہ تمام چھوٹے بڑے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ لہٰذا قرض خواہ سے اجازت کا مسئلہ ان احادیث سے نکالنا ایک بے کار کوشش ہے۔

③ بعض فقہاء کہتے ہیں کہ مقروض شہادت کے فوائد کما حقہ حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا قرض خواہ کی اجازت ضروری ہوگی۔ یہ بات بالکل باطل ہے۔ کیونکہ شہادت فی سبیل اللہ کے مکمل فوائد وثمرات کا حصول بہت سی دیگر شرائط کے علاوہ مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ مثلاً یہ کہ شہید صبر کرنیوالا، اجر وثواب کا طلبگار ہو، پیش قدمی کرنے والا اور پشت نہ دکھانے والا

---

[۴۶] صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب من قتل في سبيل الله كُفِّرَت خَطَايَاهُ، إلَّا الدَّيْن، الحديث: ۱۸۸۶ + صحيح التِّرمذي = أبواب فضائل الجهاد: باب ماجاء في ثواب الشهيد، الحديث: ۱۳۴۰ + مسند أحمد: ۲/ ۲۲۰

ہو۔ اس کا جہاد مال غنیمت حاصل کرنے کی بجائے خالص اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر ہو۔ لیکن سلف صالحین نے جہاد پر جانے کے لئے کبھی بھی ان کو بطور شرائط کے تسلیم نہیں کیا۔ رہا اللہ کے ہاں بخشش اور قبولیت کا معاملہ تو اندرون خانہ معاملات کا محاسبہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ ہمارا۔[۴۷]

④ قرض کے علاوہ باقی تمام چھوٹے بڑے گناہوں کی مغفرت کیا معمولی فائدہ ہے؟ کہ ایک گناہ کی مغفرت کے انتظار میں اس قدر عظیم الشان مغفرت اور رضائے الٰہی کے حصول سے اللہ کے بندوں کو روک دیا جائے۔

⑤ ابتداء اسلام میں رسول اللہ ﷺ ایسے مسلمان کا جنازہ پڑھنے سے احتراز فرماتے تھے جو مقروض فوت ہوا ہو اور اس نے قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا ہو لیکن بالآخر آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا:

[۲۴۳] « مَا مِنْ مُؤْمِنٍ إِلَّا وَ أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ۔ اِقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ ﴿اَلنَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ [الأحزاب=۳۳:۶] فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ تَرَكَ مَالاً فَلْيَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا۔ فَإِنْ تَرَكَ دَيْنًا أَوْ ضَيَاعًا فَلْيَأْتِنِي وَ أَنَا مَوْلَاهُ » [۴۸]

"ہر مومن کے لئے میں زیادہ قریب ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اگر چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھ لو۔ (نبی مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔) جو شخص مال چھوڑ کر فوت ہو جائے تو یہ مال اس کے وارث لیں گے۔ اگر کوئی قرضہ یا تاوان وغیرہ اپنے ذمے چھوڑ جائے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔"

لہٰذا کچھ بعید نہیں کہ اسلامی فتوحات کی تکمیل اور مال غنیمت کی آمد کے بعد شہداء اسلام کے قرضہ جات کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کے مبارک کندھوں پر ڈال دی گئی۔ کیونکہ عام مسلمانوں کے مقابلے میں جانوں کی قربانی پیش کرنے والے اعزاز و اکرام کے یقیناً زیادہ حقدار ہیں۔ یہی بات قاضی ابو الولید الباجی رحمہ اللہ اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے کہی ہے۔[۴۹]

مجاہد کے لئے اللہ تعالیٰ نے وسیع رحمت و مغفرت کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[۴۷] جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے: «وَ حِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ» (ان کا اندرونی معاملہ اللہ کے سپرد ہے دیکھئے) الزہد المسلسل: ۱۳ (ابو عمار ابن عبد البار)

[۴۸] صحیح البخاری= کتاب التفسیر : باب تفسیر سورة الأحزاب / النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ، الحدیث:۴۵۰۳ + صحیح مسلم= کتاب الفرائض: باب مَنْ تَرَكَ مَالاً فَلِوَرَثَتِهِ ، الحدیث:۱۶۱۹

[۴۹] المنتقی شرح الموطأ :۳/۲۰۶ + نیل الأوطار :۷/۲۳۵

[۲۴۴] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَ يُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ..... ﴾ [الصف= ۶۱: ۱۰،۱۲]

''اے ایمان والو! کیا تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے دے؟ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ گے اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو گے تو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہوگا، اگر تم جان لو۔ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی بہشتوں میں داخلہ عطا فرمائے گا جس کی تہہ میں دریا بہتے ہیں.....''

[۲۴۵] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ ﴾

[النساء= ۴: ۴۸، ۱۱۶]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جانے کا جرم معاف نہیں کرے گا اور اس کے ماسوٰی (ہر گناہ) جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا۔''

مزید اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲۴۶] ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ﴾ [الزمر= ۳۹: ۵۳]

''یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سارے واقعات میں ارشاد فرمایا ہے:

[۲۴۷] ﴿ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ [البقرۃ= ۲: ۲۱۸]

''اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا:

① مجاہد کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ عمومی حالات میں جب جہاد فرض عین نہ ہو بلکہ نفل ہو تو اس کے مکمل دینی اور دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لئے تمام انسانی حقوق سے اپنے آپ کو سبکدوش کر کے جائے۔ لیکن جب جہاد فرض عین ہو چکا ہو تو تمام ذاتی اور انسانی حقوق پر اللہ کے سب سے بڑے حق کو مقدم رکھنا ضروری ہوگا جس کی وجہ اور سبب سے دین اور اہل دین، حقوق اور اہل حقوق کی عزت و بقاء وابستہ ہے۔[۲۰]

[۲۰] المغنی لابن قدامۃ: ۸/ ۳۶۰، ۱۰/ ۳۸۴ + المنتقی شرح الموطا: ۳/ ۲۰۶ + نیل الأوطار: ۷/ ۲۴۵

② امیر المومنین اور خلیفہ المسلمین کو چاہئے کہ فرض جہاد میں راہ حق میں جانوں کے نذرانے پیش کرنے والے شہداء اسلام کے قرضہ جات کو رسول اللہ کی سنت مطہرہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کردیں۔ بشرطیکہ وہ قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑ کر گئے ہوں۔ کیونکہ بیت المال اجتماعی مقاصد کا امین ادارہ ہے اور شہداء سے بڑھ کر ملت اسلامیہ کے اجتماعی مقاصد کی تکمیل کے حقدار کون ہو سکتے ہیں؟

③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور امام نووی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے

''مقروض میت کے قرضہ کی ادائیگی کا حکم اب بھی ہے (یہ راجح قول ہے)۔ امراء اور خلفاء اسلام پر واجب ہے کہ بیت المال سے ان کے قرضہ جات کی ادائیگی کا اہتمام کریں۔''

جب کوئی قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ بھی نہ چھوڑ کر گیا ہو تو قرض کی وجہ سے میت کو دخول جنت سے نہیں روکا جائے گا۔ جب عام مسلمان کی یہ حالت ہے تو شہید اسلام کا کیا مقام ہوگا؟۔[۱]

((..... ❀❀❀❀❀ .....))

---

[۱] فتح الباری: ۱۲/۷ + شرح النّووی: ۲/۳۵ + ابن حبّان: ۷/۱۷۱ + القرطبی: ۴/۱۷۵

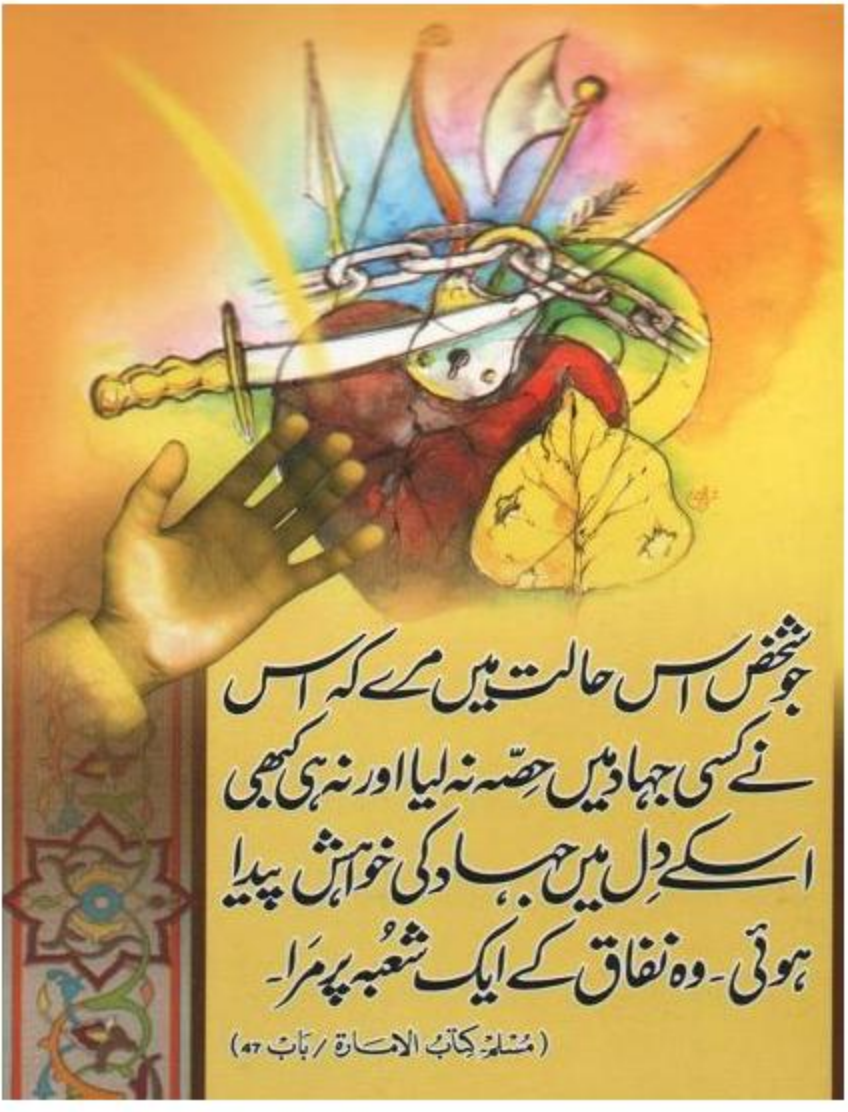
جو شخص اس حالت میں مرے کہ اس
نے کسی جہاد میں حصّہ نہ لیا اور نہ ہی کبھی
اسکے دِل میں جہاد کی خواہش پیدا
ہوئی۔ وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مرا۔
(مسلم، کتاب الامارۃ / باب ۴۷)

باب:٦

جہاد سے قبل امور

(۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲٤۸] ﴿ وَالْعَصْرِ O اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ O اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ O ﴾ [سورۃ العصر=۱۰۳:۱-۳]

''عصر کے وقت (یا نماز) کی قسم ہے۔ بلاشبہ انسان خسارے میں ہے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی اور صبر کرنے کی وصیت کرتے رہے''

گویا: (۱) ایمان (۲) نیک عمل (۳) حق کی تلقین (دعوت وتبلیغ) اور (۴) صبر کی تلقین (اطاعت الٰہی اور جہاد فی سبیل اللہ میں صبر واستقلال)

یہ چاروں چیزیں بالترتیب نجات کے چاروں مرتبے اور مرحلے ہیں۔

[۲٤۹] ﴿ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ ﴾ [الانفال=۸:۷٤]

''اور جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور انکی مدد کی بس یہی لوگ سچے مومن ہیں۔''

[۲٤۰] ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ O ﴾ [الحجرات=٤۹:۱۵]

''مومن تو فقط وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے۔ پھر شک وشبہ نہ کیا اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ بس یہی لوگ قول وفعل میں سچے ہیں۔''

[۲۵۱] ﴿ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ..... ﴾

[الصف=۶۱:۱۱]

" (عذاب الیم سے نجات دلانے والی تجارت یہ ہے) کہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو۔"

مذکورہ بالا اور اس قسم کی بہت ساری آیات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور آپؐ کے لائے ہوئے مکمل سچے دین پر ایمان ہی جہاد سمیت تمام نیک اعمال کے صحیح ہونے اور قابل قبول ہونے کیلئے لازمی شرط ہے۔ اسی طرح بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۲۵۲] « بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ، شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ » [1]

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: (۱) توحید اور رسالت کی گواہی دینا (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ ادا کرنا (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔"

[۲۵۳] « اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ اَوْ بِضْعٌ وَسِتُّوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ » [2]

"ایمان کے تہتر (۷۳) یا تریسٹھ (۶۳) شعبہ جات ہیں۔ جن میں سے افضل ترین شعبہ توحید یعنی « لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ » کا اقرار ہے۔"

نبی ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:

[۲۵۴] « فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَ لَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا » [3]

"اللہ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ خالص اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ

---

[1] صحيح البخاري =كتاب الإيمان :باب الإيمان وقول النبي ﷺ ((بُنِيَ الإسلام على خمس ،الحديث:٨+ صحيح مسلم=كتاب الإيمان:باب بيان أركان الإسلام ودعائمه العظام ،الحديث:١٦

[2] صحيح مسلم =كتاب الإيمان :باب بيان عدد شُعَب الإيمان وأفضلها وأدناها وفضيلة الحياء وكونه من الإيمان ، الحديث :٣٥+صحيح البخاري=كتاب الإيمان : باب أمور الإيمان ،الحديث:٩

[3] صحيح البخاري =كتاب الجهاد :باب اسم الفرس والحمار،الحديث : ٢٧٠٨+ صحيح مسلم=كتاب الإيمان :باب الدليل على أنّ من مات على التّوحيد دخل الجنّة قطعًا ، الحديث : ٣٠

ٹھہرائیں۔ بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ ایسے کسی شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہو۔"

[۲۵۵]« اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوا الزَّكٰوةَ »[۴]

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ جہاد و قتال کرتا رہوں حتی کہ وہ "لا الہ الا اللہ" اور "محمد رسول اللہ" کی گواہی دینے لگیں، نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔"

ایمان کی مزید بحث کیلئے درج ذیل مقامات کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔ سورۃ البقرہ کی آخری آیت سے پہلی آیت:

[۲۵۶]﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ.....اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴾ [البقرۃ=۲:۲۸۵]

[۲۵۷] بخاری و مسلم کی مشہور حدیث "حَدِیْثِ جِبْرِیْل": « اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.....»[۵]

نجد سے آنے والے شخص کی روایت جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۵۸]« خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِیْ الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ »[۶]

"دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔"

وفد عبد القیس سے فرمایا ہوا آپ ﷺ کا ارشاد، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۵۹]« اَلْاِیْمَانُ بِاللّٰهِ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ »[۷]

"اللہ پر ایمان یہ گواہی دینا ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

---

۴ تخریج کے لیے دیکھئے الرقم المسلسل: ۱۳

۵ صحیح البخاری= کتاب الإیمان: باب سؤال جبریل النبیّ ﷺ عن الإیمان والإسلام والإحسان وعلم الساعة، الحدیث: ۵۰+صحیح مسلم =کتاب الإیمان: باب بیان الإیمان والإسلام والإحسان، الحدیث: 9، 10

۶ صحیح البخاری =کتاب الإیمان: باب الزکاة من الإسلام، الحدیث: ۴۶+صحیح مسلم =کتاب الإیمان: باب بیان الصّلوات التی هی احد أرکان الإسلام، الحدیث: ۱۱

۷ صحیح البخاری =کتاب الإیمان: باب أداء الخمس من الإیمان، الحدیث: ۵۳+صحیح مسلم =کتاب الإیمان: باب الأمر بالإیمان بالله تعالی ورسوله ﷺ وشرائع الدین، الحدیث: ۱۷

اسی طرح ایمان کی حقیقت ،ایمان کی شرائط اور ایمان میں کمی بیشی کے مباحث کیلئے دیکھیں:

۱ سورة البَيِّنَة	۲ سورة الحجرات کی آخری آیات
۳ سورة المومنون کی ابتدائی آیات	۴ سورة الصف
۵ سورة الحديد	۶ سورة الممتحنة
۷ سورة المنافقون	۸ سورة البقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات
۹ سورۂ آل عمران کی آیت: ۱۷۳	۱۰ سورة الاحزاب: ۲۲
۱۱ سورۂ محمد: ۱۷	۱۲ سورة التوبة آیت: ۱۲۴

مذکورہ بالا تمام مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ،رسول ﷺ اور تمام ابتدائی دینی عقائد اور نظریات پر سچا ایمان اور پکا یقین جہاد سمیت تمام نیک اعمال کی قبولیت کے لیے شرط اول ہے۔

لہٰذا ایمان اور عقیدہ توحید کی پختگی ،جہاد فی سبیل اللہ اور تمام دینی اعمال کا پیش خیمہ اور بنیادی چیز ہے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۶۰] «رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ ، وَعَمُودُهُ الصَّلٰوةُ ، وَ ذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ » [۵]

''تمام دینی معاملات کی اصل بنیاد اسلام ہے ،اس کا ستون نماز ہے اور اسلام کی کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔''

(۲) عمل صالح:

ایمان اور اسلام ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ لیکن جب یہ بالمقابل بیان ہوں تو ان میں تھوڑا سا فرق ہوتا ہے۔ جس طرح مشہور ''حدیث جبریل'' سے صاف واضح ہوتا ہے۔ [۶]

اسی طرح صحیح اور پسندیدہ موقف کے مطابق ایمان ''بسیط'' نہیں بلکہ قول ،عمل اور تصدیق

---

۵ صحيح الترمذي =أبواب الإيمان :باب حرمة الصلوة ،الحديث : ۲۱۱۰+صحيح إبن ماجة =،كتاب الفتن :باب كف اللسان في الفتن ،الحديث:۳۲۰۹+مسند احمد :۵/ ۲۳۱

۶ صحيح البخاري=كتاب الإيمان :باب سئوال جبريل النبيّ ﷺ عن الإيمان والإسلام والإحسان وعلم الساعة، الحديث :۵۰+باب إذا لَمْ يكن الإسلام علّى الحقيقة وكان علّى الإستسلام أو الخوف من القتل ،الحديث: ۲۷+ صحيح مسلم =،كتاب الإيمان :باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان ،الحديث ۱۰۹

سے "مرکّب" ہے۔[1] اور اس میں فرمانبرداری سے اضافہ اور نافرمانی سے نقصان ہوتا ہے۔

[۲۶۱] نیز: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ [سورة العصر] اور اس جیسی دوسری آیات میں "واو" عاطفہ کا استعمال معمولی سے فرق کی بناء پر ہے نہ کہ حقیقت کی بناء پر۔ جیسے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

[۲۶۲] ﴿ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [الزخرف=۴۳:۷۲]

"یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کی بناء پر جو تم کرتے تھے۔"

حالانکہ ایمان جنت میں داخل ہونے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ ایسے ہی نبی ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۶۳] « اَلْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ »[2]

"افضل ترین عمل اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا ہے۔"

ایمان کے مرکب ہونے اور ایمان میں کمی بیشی ہونے کے دلائل قرآن وسنت میں بے شمار ہیں۔ مثلاً

[۲۶۴] ﴿ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ﴾ [الفتح=۴۸:۴]

"تاکہ ان کا ایمان پہلے ایمان کے ساتھ (مل کر) زائد ہو جائے۔"

[۲۶۵] ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا ﴾ [التوبة=۹:۱۲۴]

"ہر نئی سورت کے نازل ہونے سے ایمانداروں کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔"

فرمان رسول ﷺ ہے:

[۲۶۶] « بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ »[3]

---

[1] **بسیط اور مرکب**: بسیط اور مرکب علم منطق کی دو اصطلاحیں ہیں۔ "بسیط" ہر اس چیز کو کہتے ہیں، جس کے اجزاء نہ ہوں اور "مرکب" وہ ہے جس کے اجزاء ہوں۔ تو جو لوگ ایمان کے بسیط ہونے کے قائل ہیں ان کے ہاں ایمان صرف "زبان سے اقرار" ہی کا نام ہے۔ جو لوگ ایمان کے مرکب ہونے کے قائل ہیں ان میں سے بعض ایمان کو "مرکب خیالی" مانتے ہیں یعنی ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق دو چیزوں کا نام ہے۔ جبکہ اکثر محدثین اور سلف صالحین ایمان کے "مرکب حقیقی" ہونے کے قائل ہیں یعنی تین چیزوں کا نام ایمان ہے۔ (۱) زبان سے اقرار (۲) دل سے تصدیق (۳) اعضاء سے نیک اعمال کرنا۔ یہ تیسرا اور آخری موقف ہی صحیح اور درست ہے۔ (ابو عمار بن عبدالجبار)

[2] صحيح البخاري =كتاب الإيمان :باب من قال أن الإيمان هو العمل ،الحديث :٢٦+ صحيح مسلم=كتاب الإيمان :باب كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال ،الحديث :٨٣

[3] تخریج کیلئے دیکھئے الرقم المسلسل: ٢٤٣

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔''

اور اس جیسی اور بہت سی آیات اور صحیح احادیث ایمان کے مرکب ہونے اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہونے کے مفہوم کو اجاگر کرتی ہیں۔[۱۳]

مجاہد فی سبیل اللہ کا گناہوں سے اجتناب:

نیک اعمال کرنے اور اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ فرمانبرداری کرنے سے ایمان افضل اور بہتر ہوگا۔جبکہ گناہوں اور برائیوں کا ارتکاب ایمان کو ناقص اور کم تر بنا ڈالتا ہے ۔مجاہد کیلئے ضروری ہے کہ جہادی عمل سے قبل اپنے ایمان اور عمل کو تقویٰ ،احسان اور نیک اعمال کی کثرت سے مضبوط بنانے کی جدوجہد کرتا رہے۔ اسی کا ہی دوسرا نام ''جہاد بالنفس'' ہے ۔تاکہ وہ بلند سے بلند تر اور بہتر سے بہترین درجہ کا غازی اور شہید بن سکے ،سچے مومنوں میں اس کا شمار ہو سکے۔ نیز عمدہ، اکمل ،افضل ایمان کے اوصاف کا حامل اور ایمان کی مٹھاس سے محظوظ ہونے والے خوش نصیبوں میں شامل ہو سکے۔

اگر چہ جہاد کے تمام مرحلے یعنی اسلامی سرحدوں پر پہرہ دینا ،عملاً لڑائی میں شمولیت اختیار کرنا اور شہادت کی موت حاصل کرنا بذات خود مجاہد کے گناہوں کی بخشش کا باعث اور جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ ہیں۔لیکن دنیا کے اس ''چند لمحاتی مسافر اور پردیسی'' کو محض گناہوں کے کفارے پر اعتماد کرنے کی بجائے فرسٹ ڈویژن میں آخرت کی کامیابی کیلئے تگ و دو کرنی چاہئے۔اسے زیادہ سے زیادہ نامہ اعمال میں نیکیاں اور بھلائیاں اور ایسے اعمال کرنے چاہئے جن کا اجر اس کو اس کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد بھی برابر ملتا رہے ۔تاکہ وہ قیامت کے خسارے سے یقینی طور پر محفوظ ہو جائے۔اس کیلئے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں ،نبی ﷺ نے فرمایا:

[۲۶۷]« اَلشُّهَدَاءُ اَرْبَعَةٌ: رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْإِيْمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ الَّذِيْ يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَعْيُنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هٰكَذَا ـــــ وَ رَفَعَ حَتّٰى وَقَعَتْ قَلَنْسُوَتُهُ

---

۱۳ ملاحظہ ہو صحیح البخاری «کتاب الإیمان: باب أیُّ الإسلامِ أفضلُ ،حلاوة الإیمان، علامة الإیمان حُبُّ الأنصارِ ، تفاضُلِ أهلِ الإیمان فی الأعمال، الحیاء من الإیمان، زیادة الإیمان و نقصانه +صحیح مسلم «کتاب الإیمان :باب بیان عدد شعب الایمان و أفضلها و أدناها..... باب بیان تفاضُلِ الایمان و أیُّ أمورِه أفضلُ ، باب بیانِ نقصانِ الإیمانِ بالمعاصی ونفیِه عن المنتهبِ بالمعصیة ..... + سنن الترمذی = أبواب الإیمان :باب ما جاء فی إضافة الفرائض إلی الإیمانِ ،باب فی استکمال الإیمان والزیادة والنقصان.

فَلَا أَدْرِي أَقَلَنْسُوَةَ عُمَرَ أَرَادَ أَمْ قَلَنْسُوَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ —— وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَيِّدُ الْإِيمَانِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَكَأَنَّمَا ضُرِبَ جِلْدُهُ بِشَوْكٍ طَلْحٍ مِنَ الْجُبْنِ أَتَاهُ سَهْمٌ غَرْبٌ فَقَتَلَهُ فَهُوَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّانِيَةِ ـ وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ خَلَطَ عَمَلًا صَالِحًا وَ آخَرَ سَيِّئًا لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الثَّالِثَةِ ـ وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ أَسْرَفَ عَلٰى نَفْسِهِ لَقِيَ الْعَدُوَّ فَصَدَقَ اللّٰهَ حَتّٰى قُتِلَ فَذَاكَ فِي الدَّرَجَةِ الرَّابِعَةِ »[۴۴]

''شہداء کی چار اقسام ہیں: (۱) ایک عمدہ ایمان والا شخص ہے جو دشمن سے ملتا ہے، اللہ کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے حتی کہ قتل ہو جاتا ہے۔ پس یہ وہ شہید ہے کہ روز قیامت لوگ تعجب سے اس کی طرف اپنی نگاہیں اٹھا کر دیکھیں گے۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے اپنا سر آسمان کی طرف یوں اٹھایا حتی کہ آپ ﷺ کی یا حدیث کے راوی سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی ٹوپی سر سے گر گئی (یہ درجہ اول کا شہید ہے)۔ (۲) وہ عمدہ ایمان والا آدمی جو دشمن سے مقابلہ کرتا ہے، اس وقت گویا اس کے دل میں معمولی سی بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ البتہ ایک اجنبی تیر آتا ہے اور اس کو قتل کر دیتا ہے۔ یہ دوسرے درجہ کا شہید ہے۔ (۳) ایسا مومن شخص جس کے کچھ نیک اعمال ہیں اور کچھ برے اعمال۔ وہ دشمن سے مقابلہ کرتا ہے۔ اللہ تعالی کی تصدیق کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔ تو یہ تیسرے درجہ کا شہید ہے۔ (۴) ایسا مومن شخص جس نے اپنے آپ پر بہت ظلم کیا ہوتا ہے، گناہوں میں لت پت ہوتا ہے۔ وہ دشمن سے مقابلہ کرتا ہے اور اللہ تعالی کی تصدیق کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے۔ تو یہ چوتھے درجہ کا شہید ہے۔''

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس قسم کی حدیث سیدنا عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۲۶۸] « الْقَتْلُ ثَلَاثَةٌ : رَجُلٌ مُؤْمِنٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَهُمْ حَتّٰى يُقْتَلَ فَذَالِكَ الشَّهِيدُ الْمُمْتَحَنُ فِي خَيْمَةِ اللّٰهِ تَحْتَ عَرْشِهِ وَلَا يَفْضُلُهُ النَّبِيُّونَ إِلَّا بِفَضْلِ دَرَجَةِ النُّبُوَّةِ ـ وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ قَرَفَ عَلٰى نَفْسِهِ مِنَ الذُّنُوبِ

---

۴۴ سُنَن التِّرمذی = أبواب فضائل الجهاد : باب ما جاء في فضل الشهداء عند الله، الحديث : ۲۷۹۱ + شُعَب الإيمان للبيهقي، الحديث ۴۲۶۲ + مسند احمد، الحديث : ۱۵۰۰۱۴۶ بتحقيق احمد شاكر۔ یہ حدیث حسن درجہ کی ہے۔ جبکہ شیخ البانی رحمہ اللہ علیہ نے اس کو ابو یزید خولانی کے مجہول ہونے کی بنیاد پر ضعیف کہا ہے۔ شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ علیہ نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ امام الترمذی رحمہ اللہ علیہ نے بھی اس کو حسن قرار دیا ہے۔ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

وَالْخَطَايَا ، جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ فَتِلْكَ مَضْمَضَةٌ مَحَتْ ذُنُوبَهُ وَ خَطَايَاهُ،إِنَّ السَّيْفَ مَحَّاءٌ لِخَطَايَاهُ وَ أُدْخِلَ مِنْ أَيِّ بَابِ الْجَنَّةِ شَاءَ فَإِنَّ لِلْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ أَبْوَابٍ وَ لِجَهَنَّمَ سَبْعَةَ أَبْوَابٍ ـ وَ بَعْضُهَا أَفْضَلُ مِنْ بَعْضٍ ـ وَ رَجُلٌ مُنَافِقٌ جَاهَدَ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰى إِذَا لَقِيَ الْعَدُوَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ فَذٰلِكَ فِي النَّارِ ـ إِنَّ السَّيْفَ لَا يَمْحُو النِّفَاقَ » [1]

" مقتول تین طرح کا ہوتا ہے :اوّل درجہ کا شہید وہ مومن شخص ہے جو جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔حتی کہ جب دشمن سے ٹکراتا ہے تو جنگ کرتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے ۔یہ شہید پاک صاف ہے ،عرش معلی کے نیچے اللہ کے خیمے میں ہے ۔انبیاء علیہم السلام اس سے صرف درجہ نبوت میں افضل ہیں۔ درجہ دوم کا شہید وہ ہے جس نے بہت زیادہ گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب کیا ہوتا ہے۔ وہ اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ یہاں تک کہ دشمن سے ملتا ہے، جنگ کرتا ہے اور قتل ہو جاتا ہے ۔یہ شہادت اس کے گناہوں کو پاک کر دینے والی ہے،جس نے اس کے گناہوں کو اور اس کی خطاؤں کو مٹا ڈالا ۔بلاشبہ تلوار گناہوں کو مٹا ڈالنے والی ہی تو ہے۔ وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل کر دیا جائے گا۔بلاشبہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔جبکہ جہنم کے سات دروازے ہیں۔جنت کے دروازوں میں سے بعض بعض سے بہتر ہیں۔تیسرے نمبر پر وہ شہید ہے جو منافق ہے ۔وہ اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے۔دشمن سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو وہ جنگ کرتا ہے تو قتل ہو جاتا ہے۔یہ مقتول جہنم میں جائے گا۔اس لیے کہ تلوار (گناہوں کو تو مٹاتی ہے مگر) نفاق کو نہیں مٹاتی "

امام بخاری رحمہ اللہ نے "صحیح البخاری=كِتَابُ الْجِهَادِ :بَابُ عَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْقِتَالِ" میں سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سند ذکر کئے بغیر یہ روایت نقل کی ہے:

[۲۶۹] « إِنَّمَا تُقَاتَلُونَ بِأَعْمَالِكُمْ »

---

[1] الإحسان فی تقریب صحیح ابن حبان= کتاب السیر : باب فضل الشهادة / ذکر بیان بأن الأنبیاء لا یفضلون الشهداء الا بدرجة النبوة فقط، الحدیث:٤٦٦٣ + سُنَن الدارمی = کتاب الجهاد : باب فی صفة القتل فی سبیل الله ، الحدیث :٢٤١٦، اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے ۔ دیکھئے مشکوة بتحقیق الألبانی ، الحدیث :٣٨٥٩۔ اس کو شعیب الارناؤط نے بھی صحیح کہا ہے ۔ دیکھئے:٤٦٦٣۔ اس حدیث کو شیخ عبد اللہ الہاشم یمانی المدنی نے بھی صحیح قرار دیا ہے ۔دیکھئے :سُنَن الدارمی بتحقیق عبد اللہ هاشم یمانی مطبع نشر السنّة ملتان ،پاکستان ۔

''لوگو! تم اپنے اعمال صالحہ کی بنیاد پر ہی دشمنِ اسلام سے لڑتے ہو۔''

لہٰذا جس کا عمل اور نیت نیک ہوگی اس کا جہاد اس قدر مضبوط ہو گا۔ پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ الصف کی درج ذیل آیت تحریر کی ہے:

[۲۷۰] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقٰتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○﴾ [الصف: ۶۱: ۲-۴]

''اے ایمان والو! وہ بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں؟ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ناپسند ہے کہ تم جو کہو وہ کرو نہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستے میں صف بستہ ہو کر جنگ کرتے ہیں۔ جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔''

اس آیت کو تحریر فرمانے سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ جہاد سے قبل ایمان اور عمل میں پختگی نہایت ضروری چیز ہے۔

[۲۷۱] بعد ازاں امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوہے کی خود میں ملبوس ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے نبی ﷺ سے سوال کیا: یا رسول اللہ! «أُقَاتِلُ أَوْ أُسْلِمُ؟» (میں پہلے جہاد کروں یا اسلام لاؤں) تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: «أَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ» (پہلے اسلام قبول کر پھر جہاد کر) چنانچہ وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوا اور پھر قتال کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: «عَمِلَ قَلِيْلًا وَ أُجِرَ كَثِيْرًا» (اس نے عمل تھوڑا کیا ہے اور اجر بہت زیادہ لے گیا ہے۔)[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۲۷۲] «تَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِهٖ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِهٖ وَ تَصْدِيْقُ كَلِمَاتِهٖ بِأَنْ يُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ أَوْ يَرْجِعَهُ إِلَى مَسْكَنِهِ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْهُ مَعَ مَا نَالَ مِنْ أَجْرٍ أَوْ غَنِيْمَةٍ» [2]

---

[1] صحيح البخاري = كتاب الجهاد: باب عمل صالح قبل القتال، الحديث: ۲۶۵۳ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب ثبوت الجنّة للشهيد، الحديث: ۱۸۹۹

[2] صحيح البخاري = أبواب الخمس: باب قول النبيّ أُحلّت لكم الغنائم، الحديث: ۲۹۵۵ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب فضل الجهاد و الخروج في سبيل الله، الحديث: ۱۸۷۶

''اللہ تعالیٰ اس شخص کا ضامن اور کفیل ہے جو اس کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور اس کو اس کے گھر سے اللہ کے راستہ میں جہاد، اللہ تعالیٰ کے کلمات کی تصدیق کے علاوہ کوئی دوسرا سبب نکالنے والا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے گا یا اسے اس کے گھر کی طرف لوٹائے گا تو وہ اجر و ثواب اور مال غنیمت حاصل کرنے والا ہوگا۔''

مذکورہ آیات اور صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک اعمال، تقوٰی، احسان اور فرمانبرداریاں جہاد کی فضیلت اور بہتری کے اسباب ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مجاہد کا جہاد اگر اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے ہوگا اور اللہ پر ایمان لاتے ہوئے اور رسولوں کی باتوں کی تصدیق کرتے ہوئے ہوگا تو وہ ہی شرعی جہاد کہلائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگا۔ نیز مجاہد کا ایمان جس قدر کامل ہوگا اور نیک عمل کا حصول جس قدر ہوگا اسی نسبت سے اس کو اجر و ثواب ملے گا اور آخرت کے درجے بلند ہونگے۔

تاہم ان آیات و احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صرف اور صرف قبول اسلام اور توحید و رسالت کی گواہی کے بعد نیک اعمال اور تقوٰی و پرہیزگاری کو مکمل کرتے کرتے کافروں کے خلاف جہاد کو مؤخر نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی درج ذیل چند وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ:

جہاد و قتال بذات خود نیک اعمال میں سے سب سے افضل ہے اور مجاہد مسلمانوں میں سے بہترین آدمی ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا:

[۲۷۳] « أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ » [۱۵]

''لوگوں میں سے سب سے افضل شخص کون ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ مومن شخص جو اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔''

اس کے علاوہ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور بخاری و مسلم وغیرہ کی بہت سی احادیث میں یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

---

[۱۵] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب أفضل الناس مؤمن يُجاهد بنفسه و ماله في سبيل الله، الحديث:٢٦٣٤+ صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب فضل الجهاد و الرّباط، الحديث :١٨٨٨

دوسری وجہ:

جہاد بذات خود گناہوں کا کفارہ اور خطاؤں کی تلافی کا باعث ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے اس روایت میں ارشاد فرمایا جو سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔

[۲۷٤] (۱) « عَمِلَ قَلِيلًا وَ أُجِرَ كَثِيرًا » [۱۹]

''اس نے عمل بہت تھوڑا کیا لیکن اجر بہت زیادہ لے گیا ۔''

اس کے علاوہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۷۵] « اَلْقَتْلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا الدَّيْنَ » [۲۰]

'' اللہ کے راستے میں قتل ہو جانا قرض کے علاوہ ہر چیز کا کفارہ ہے ۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

[۲۷٦] « وَ يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ » [۲۱]

''پہلی فرصت میں ہی شہید کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں ۔''

قرآن مجید کی بہت ساری آیات میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے ۔

فرمان رسول ﷺ « مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ » کو امام بخاری رحمہ اللہ نے "کتاب الرِّقاق" کے ایک عنوان کے طور پر ذکر کیا ہے اور آگے اس عنوان کے ضمن میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی درج ذیل مشہور حدیث درج ہے:

[۲۷۸] « حَقُّ اللّٰهِ عَلَى عِبَادِهِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ..... » [۲۲]

'' اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں ۔''

البتہ صحیح البخاری کے ترجمۃ الباب (عنوان) کے مذکورہ بالا الفاظ حدیث:

[۲۷۹] « وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ » [۲۳] شُعَب الإيمان للبيهقي میں موجود

---

۱۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۲۷۱

۲۰ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۲۲

۲۱ صحيح الترمذي= أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء أيّ النّاس أفضل، باب منه، الحديث: ۱۳۵۸

۲۲ صحيح البخاري= كتاب الجهاد: باب اسم الفرس و الحمار، الحديث: ۲۷۰۱ + صحيح مسلم= كتاب الإيمان: باب الدّليل على أنّ من مات على التّوحيد دخل الجنّة، الحديث: ۳۰

۲۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۲۹

ہیں۔ تاہم اس کا یہ معنٰی لینا کہ مجاہد صرف وہی ہے جو اطاعت الٰہی میں نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے، یہ لغوی اور شرعی لحاظ سے باطل ہے۔ کیونکہ یہ معنٰی جہاد اسلامی کے اس مفہوم سے متضاد ہے جو کتاب وسنت کے پختہ دلائل سے ثابت ہے۔

(۳) دعوت وتبلیغ:

ایک دوسرے کو حق بات کی تلقین اور وصیت کرنا، دین حق کو دوسروں تک پہنچانا اور دین حق کی طرف لوگوں کو بلانا قتال فی سبیل اللہ کا سب سے اولین مرحلہ ہے۔ بلکہ یہ مرحلہ جہاد میں شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں اس کو ''جہاد کبیر'' اور ''جہاد باللسان'' کے ناموں سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۲۸۰] ﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝ ﴾ [الفرقان=۲۵:۵۲]

''پس اے نبی ﷺ! تو کفار کی بات نہ مان اور اس قرآن کے ذریعے کافروں کے ساتھ ''جہاد کبیر'' کرتا رہ۔''

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۲۸۱] « جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَ أَلْسِنَتِكُمْ » [۲۳]

'' مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں، جانوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرتے رہو۔''

◎ علامہ منذری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' وَ يَحْتَمِلُ أَنْ يُرِيْدَ بِقَوْلِهِ ((الهجاء)) وَيُؤَيِّدُهُ قَوْلُهُ ﷺ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَمَّا أَنْكَرَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ إِنْشَادَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهِجَآءَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لِعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ عُمْرَةِ الْقَضَاءِ : شِعْرَهُ فِيْ قُرَيْشٍ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ [۲۸۲] ((خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ ! فَلَهِيَ أَسْرَعُ فِيْهِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ)) [۲۴]

'' وَأَلْسِنَتِكُمْ '' سے کفار کی ہجو گوئی اور مذمت بھی مراد ہو سکتی ہے۔ کیونکہ عمرہ قضاء کے موقعہ پر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کفار کے خلاف اشعار کہے۔ جس پر عمر رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا تو

---

[۲۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۷

[۲۴] مختصر سنن أبي داود للمنذري: ۳/ ۳۶۶، ۳۶۷

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے کہنے دو کیونکہ البتہ یہ اشعار کفار کے لئے تیروں کی بارش سے بھی زیادہ الم انگیز ہیں۔"

اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ مکی دور کے تیرہ سالہ طویل عرصہ میں تبلیغ و دعوت کے ذریعے زبان کے ساتھ جہاد کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اس عرصے میں آپ کی دعوت و تبلیغ کے موضوعات عام طور پر توحید و رسالت، عقائد و نظریات، جنت و جہنم کا بیان، آخرت کا تصور، عبادات اور عمدہ اخلاق کے تھے۔ تفصیل کے لئے قرآن حکیم کی مکی سورتیں ملاحظہ ہوں۔

تبلیغ و دعوت کی اہمیت اور اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۲۸۳] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾

[المائدة=۵:۶۷]

"اے رسول ﷺ! تیرے رب کی طرف سے جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے وہ (تمام لوگوں تک) پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو (گویا) تو نے اس کا پیغام بالکل نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے تیری حفاظت کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔"

[۲۸۴] ﴿ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ۝ ﴾ [الأعراف=۷:۶۸]

"(ہود علیہ السلام اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں) میں تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے خیر خواہ اور امانتدار ہوں۔"

[۲۸۵] ﴿ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾ [سورة يوسف=۱۲:۱۰۸]

"اے نبی ﷺ! کہہ دو: یہی (اسلام) میرا راستہ ہے۔ میں پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی طرح میرے تمام پیروکار بھی اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ (ہر قسم کے شرک اور عیب سے) پاک ہے اور میں شرک کرنیوالوں میں سے ہرگز نہیں ہوں۔"

[۲۸۶] ﴿ فَلِذٰلِکَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ ..... ﴾

[الشوریٰ=۴۲:۱۵]

" (اے نبی ﷺ!) تو لوگوں کو اسی طرح دعوت دیتا رہ اور جیسے تجھے حکم ہوا ہے اللہ کی اطاعت پر استقامت اختیار کر اور ان (یہود و نصاریٰ) کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔"

[۲۸۷] ﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۚ ﴾ [النحل=۱۶:۱۲۵]

"(اے نبی ﷺ!) لوگوں کو حکمت و تدبیر اور اچھی نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دیتے رہو اور ان کے ساتھ احسن طریقے سے بحث و جدال کرو۔"

دعوت و تبلیغ کے اصول و قواعد:

مذکورہ بالا آیات سے دعوت و تبلیغ کے مندرجہ ذیل اصول و قواعد معلوم ہوتے ہیں:

① مبلغ اپنی دعوت پر خود عامل اور پختہ یقین رکھتا ہو تاکہ دعوت مؤثر اور حقیقت پر مبنی ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۲۸۸] ﴿ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ ﴾ [الصف=۶۱:۲]

"تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔"

② مبلغ قوم کے لئے خیر خواہ اور امانتدار ہو۔

③ اپنی دعوت پر صبر و استقلال سے جما رہے اور لوگوں کی باتوں میں نہ آئے۔ علاوہ ازیں دعوت کے راستے میں پیش آمدہ مصائب کو صبر کے ساتھ اللہ کے لئے برداشت کرے۔

④ دعوت میں حکمت و تدبیر اور دانشمندی کو استعمال کرے، کیونکہ حکمت اور دانائی کے بغیر دعوت بے اثر ہوتی ہے۔

⑤ اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دے یعنی اپنی گفتگو میں زیادہ اہم بات اور کم اہم بات کا خیال رکھے۔ نرمی اور بردباری سے گفتگو کرے۔ سختی، شدت اور آمرانہ اسلوب اختیار نہ کرے۔

⑥ بحث و مباحثہ اور دلائل میں مناظرانہ نہیں بلکہ محسنانہ اور مشفقانہ طریقہ استعمال کرے۔

⑦ اگر مخاطب تکبر کرے، حق کا انکار کرے تو داعی کو چاہئے کہ ڈانٹ ڈپٹ اور لعن طعن پر نہ

اترے بلکہ اللہ کے لئے دعوت پر ثابت قدمی کے ساتھ جما رہے اور نتائج اللہ پر چھوڑ دے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

[۲۸۹] ﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ﴾ [النحل=۱۶:۱۲۷]

''اور صبر کر اور تیرا صبر صرف تیرے رب کے لئے ہے۔''

[۲۹۰] ﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴾ [النور=۲۴:۵۴]

''اور رسول اللہ ﷺ کے ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔''

[۲۹۱] ﴿ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾ [العصر:۳]

''اور انہوں نے (مصائب پہنچنے پر) ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''

(۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:

نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے روکنا درحقیقت تبلیغ و دعوت کا ہی دوسرا نام ہے۔ لیکن موقعہ کی مناسبت اور مخاطب کے اعتبار سے دونوں میں کچھ فرق ہے۔ چنانچہ تبلیغ و دعوت مسلمانوں اور کافروں کے لئے عام ہے۔ جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا استعمال زیادہ تر مسلم معاشرہ کیلئے ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک مستقل اسلامی فریضہ ہے۔ محمد ﷺ سمیت امت کے تمام افراد پر اس کی ادائیگی لازم ہے۔ اللہ کا فرمان ہے:

[۲۹۲] ﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾ [طٰہٰ=۲۰:۱۳۲]

''اپنے اہل و عیال کو نماز کا حکم کرو اور خود بھی اس پر ڈٹے رہو۔''

[۲۹۳] ﴿ وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ [آل عمران=۳:۱۰۴]

''اور تم میں ایک جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو خیر و فلاح کی دعوت دے، نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

[۲۹۴] ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ..... ﴾ [آل عمران=۳:۱۱۰]

''تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کی (خیر و فلاح کے لئے) پیدا کی گئی ہے کہ تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

[۲۹۵] ﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ .....﴾ [التوبة=۹:۷۱]

" مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست و مددگار ہیں۔ وہ نیکیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں۔"

[۲۹۶] ﴿ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ .....﴾

[التوبة=۹:۱۱۲]

" (اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی جانوں کا سودا کرنے والے مجاہدین) نیکیوں کا حکم کرنے والے، برائیوں سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدود کے محافظ اور پاسبان ہیں۔"

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۲۹۷] « مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ ۔ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ ۔ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ » [۲۶]

" جو شخص تم میں سے کسی خلاف شرع بات کو دیکھے تو اپنے ہاتھ سے اس کو بدل دے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے منع کرے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل میں اس سے نفرت کرے اور یہ ضعیف ترین ایمان ہے"۔ صرف دلی نفرت کمزور ترین ایمان کی علامت ہے۔"

[۲۹۸] « اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَاْخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرٍ وَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ بَعْدَ اَنْ حَمِدَ اللّٰهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ : يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَ تَضَعُوْنَهَا عَلٰى غَيْرِ مَوْضِعِهَا ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ ﴾ [المائدة:۵:۱۰۵] وَاِنَّا سَمِعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ : « اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَاْخُذُوْا عَلٰى يَدَيْهِ اَوْشَكَ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ » [۲۷]

" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگ جب ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں گے تو قریب

---

[۲۶] تخریج کیلئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۴

[۲۷] صحيح أبي داؤد = كتاب الملاحم: باب الأمر والنهي، الحديث: ۳۶۴۴ + صحيح الترمذي = أبواب الفتن: باب ما جاء في نزول العذاب إذا لم يغير المنكر، الحديث: ۲۱۶۱ + صحيح إبن ماجة = كتاب الفتن: باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، الحديث: ۳۲۳۷

ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان سب (ظلم کرنے والوں اور خاموش رہنے والوں) کو عذاب عام سے ہلاک کردے۔ اس حدیث کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد مزید فرمایا: لوگو! تم سورۃ المائدہ کی یہ آیت تو پڑھتے ہو: ''تم اپنے نفسوں کا خیال رکھو۔ جب تم خود ہدایت پر ہو گے تو گمراہوں کے گمراہ ہونے سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔'' (سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) تم اس کا بے موقعہ استعمال کرتے ہو۔ جبکہ ہم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: لوگ جب ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب نازل کردے گا۔'')

[۲۹۹] « مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِم بِالْمَعَاصِي يَقْدِرُوْنَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوْا إِلَّا يُوْشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ مِنْه بِعِقَابٍ وَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : « إِلَّا أَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَمُوْتُوا » [۲۸]

''جس قوم میں گناہوں اور اللہ کی نافرمانیوں کا ارتکاب ہوتا ہو اور وہ گناہوں کو روکنے اور برائی کو بدلنے پر قادر بھی ہوں، لیکن ایسا نہ کریں تو عنقریب اللہ تعالیٰ اس وجہ سے ان سب کو اپنے عذاب میں گرفتار کرے گا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو موت سے پہلے ہی عذاب میں مبتلا کردے گا۔''

[۳۰۰] « وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَ لَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْهُ فَتَدْعُوْنَهُ فَلَا يَسْتَجِيْبُ لَكُمْ » [۲۹]

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم نیکیوں کا بالضرور حکم کرتے رہو اور برائیوں سے روکتے رہو۔ وگرنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کردے گا۔ پھر تم اس سے دعائیں کرو گے (نجات کی) مگر وہ قبول نہ فرمائے گا۔''

---

[۲۸] صحيح ابن حبان = كتاب البر والإحسان : باب الصدق والأمر بالمعروف و النهي عن المنكر / ذكر استحقاق القوم الذين لايأمرون بالمعروف ولا ينهون عن المنكر عن قدرة منهم عليه عموم العقاب من الله جل و علا، الحديث: ۳۰۰- ۳۰۲ + صحيح أبي داؤد = كتاب الملاحم/باب الأمر والنهي ، الحديث:۳۶۴۶+ صحيح إبن ماجة = كتاب الفتن : باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ، الحديث:۳۲۳۸+ المعجم الكبير للطبراني، الحديث:۲۳۷۹ الحديث: ۲۳۸۰ بتحقيق و تخريج حمدي عبد المجيد السلفي + مسند احمد : ۴/ ۳۶۴، ۳۶۶

[۲۹] صحيح الترمذي= أبواب الفتن: باب ما جاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر ، الحديث:۱۷۶۲

[۳۰۱] «مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ اُمَّةٍ مِنْ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَ اَصْحَابٌ يَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَ يَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ ـ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ مَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ مَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ لَيْسَ وَرَاءَ ذَالِكَ حَبَّةُ خَرْدَلٍ مِنَ الْاِيْمَانِ» [۳]

''جس نبی کو بھی اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت کی طرف مبعوث کیا تو اس کی امت میں اس کے حامی، مددگار اور رفقاء ہوتے تھے جو اس (نبی) کی سنت کو مضبوط پکڑتے اور اس کے احکام کی اتباع کرتے تھے۔ لیکن پھر ان کے پیچھے چند (نالائق اور نااہل) لوگ آ جاتے جو ایسی بات کہتے جس پر خود عمل نہ کرتے اور ایسے اعمال کرتے جن کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ پس جو شخص ایسے بدعتی اور نااہل لوگوں کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے۔ اور جو دل (کی نفرت) کے ساتھ جہاد کرے وہ بھی (کمزور ترین ایمان والا) مومن ہے اور اس کے علاوہ رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہوگا۔ (یعنی دلی نفرت نہ کرنے والا واضح کافر ہوگا)''

[۳۰۲] «اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةَ حَقٍّ (عَدْلٍ) عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ» [۴]

''ظالم و جابر سلطان کے رو برو کلمہ حق (انصاف کی بات) کہنا افضل ترین اور عظیم ترین جہاد ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے:

[۳۰۳] ﴿ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ﴾ [الأنفال=۸: ۲۵]

''اور (اے مسلمانو!) اس عذاب سے ڈرو جو بالخصوص تم میں سے ظلم کرنے والوں پر ہی نازل نہ ہوگا (بلکہ سب کو گھیر لے گا) اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

---

[۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۰

[۴] صحيح الترمذي= أبواب الفتن: باب أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر، الحديث: ۱۷۶۶+ صحيح أبوداؤد = كتاب الملاحم: باب الأمر والنهي، الحديث: ۳۶۵۰+ صحيح النسائي= كتاب البيعة: باب فضل من تكلم بالحق عند إمام جائر، الحديث: ۳۹۲۵+ صحيح إبن ماجة= كتاب الفتن: باب الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر، الحديث: ۳۲۴۰+ مسند أحمد: ۵/ ۲۵۱، ۲۵۶، ۴/ ۳۱۵

رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

[۳۰۴] « مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ نِ اسْتَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَ بَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا۔ فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا ، وَ لَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَ مَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا وَ إِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوا وَ نَجَوا جَمِيعًا »[۳۲]

" اللہ کی حدود پر قائم رہنے والے اور ان میں واقع ہونے والے (ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ ان میں چشم پوشی کرنے والے) کی مثال ایسی قوم کی ہے جنہوں نے (سمندر میں) چلنے والی کشتی میں سواری کے لئے قرعہ اندازی کی تو بعض کو اس کا اوپر والا اور بعض کو نیچے والا حصہ مل گیا۔ چنانچہ نیچے والے پانی حاصل کرنے کے لئے اوپر والوں کے پاس جاتے تھے (تو اوپر والے اس بات سے تکلیف محسوس کرتے)۔ چنانچہ نیچے والوں نے کہا کہ ہم پانی حاصل کرنے کے لئے کشتی کے تختوں میں سوراخ کر لیتے ہیں۔ تاکہ ہم اوپر والوں کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اس صورت میں اوپر والے اگر ان کا ہاتھ نہیں روکیں گے اور ان کے ارادے سے ان کو منع نہیں کریں گے تو سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر وہ ان کا ہاتھ پکڑ لیں گے تو دونوں نجات پائیں گے۔"

مذکورہ بالا آیات و احادیث سے حاصل شدہ اسباق:

① نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا جہاد باللسان کا اہم ترین حصہ اور مسلم معاشرہ میں ایک مستقل دینی فریضہ ہے۔ نبی ﷺ سمیت پوری امت اس کی ادائیگی کی پابند ہے۔

② امت میں ایک مستقل جماعت ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلانے والی ہو، نیکی کا حکم کرنے والی ہو اور برائی سے روکنے والی ہو۔

③ امت محمدیہ سب امتوں سے بہترین امت ہے اور اس کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔

④ مومن مردوں اور عورتوں کا آپس میں پیار اور محبت بھلائی کی دعوت دینے، نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کے ساتھ مربوط ہے اور یہ پیار اور محبت انہی اوصاف کی

---

۳۲ صحيح البخاري- كتاب الشركة : باب هل يقرع في القسمة و الإستهام فيه ، الحديث : ۲۳۶۱ + صحيح الترمذي= أبواب الفتن: باب ما جاء في تغيير المنكر باليد أو باللسان أو بالقلب / باب منه ، الحديث:۱۷۶۵

بدولت قائم رہے گا۔

⑤ مجاہدین کے لازمی اوصاف یہ ہیں کہ وہ نیکی کا حکم کرنے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کے متعین کردہ حقوق (حدود) کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ ان کے بغیر وہ موصوف بلا صفت قرار پائینگے۔

⑥ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ''پس اس کو چاہئے کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے روکے'' سے برائی روکنے کا حکم مل رہا ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے واجب ہونے پر قرآن وسنت اور اجماع امت متفق ہیں۔[۳۳]

⑦ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے کا فریضہ اہل حکومت اور ریاست کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ بالعموم تمام مسلمانوں کے لئے فرض اور واجب ہے اور اس پر شروع سے تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔[۳۴]

⑧ البتہ یہ فرض کفایہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''تم میں سے ایک گروہ بھلائی کی طرف بلانے والا ہو.....'' [آل عمران =۳:۱۰۴]

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دین کے ہر داعی اور نیکی کا حکم کرنے والے کے لئے شریعت کے ضروری مسائل کا جاننا لازمی ہے۔[۳۵]

⑨ اللہ تعالیٰ کا فرمان: [۳۰۵] ﴿عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ﴾ [المائدة=۵:۱۰۵] کا صحیح معنیٰ یہ ہے کہ جب تم دین کی دعوت کا فریضہ ادا کر چکو تو دوسروں کی گمراہی تمہیں نقصان نہ پہنچائے گی۔ کیونکہ یہی معنیٰ دوسری آیات مثلاً: [۳۰۶] ﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ﴾ [الأنفال=۸:۲۵] اور صحیح اور متواتر احادیث کے بھی مطابق ہے۔[۳۶]

⑩ نیکی کا حکم کرنے والے اور برائی سے منع کرنے والے شخص کے لئے ان اصول و آداب کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جو دعوت و تبلیغ کے باب میں مذکور ہو چکے ہیں۔ تاکہ اس کی

---

[۳۳] شرح النووی: ۱/ ۵۱

[۳۴] شروح النووی: ۱/ ۵۱

[۳۵] شرح النووی: ۱/ ۵۱

[۳۶] الحسبة فی الإسلام لإبن تیمیة: ۶۷۔۱۱۷

دعوت مؤثر اور نتیجہ خیز ہو۔

⑪ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے والے اللہ کی حدود پر قائم اور ان کے محافظ ہیں جبکہ اس فریضہ سے روگردانی کرنے والے ظلم و زیادتی کرنے والے اور برائیوں کے معاون ہیں۔ یہی لوگ اللہ کی حدود میں چشم پوشی کرنے والے اور امت پر عذاب عام کے نزول کی دعوت دینے والے ہیں۔

⑫ جابر سلطان کے رو برو حق بات کہنا اور بھلائی کی دعوت دینا عظیم ترین ''زبان کا جہاد'' ہے۔ لہٰذا مجاہدین اسلام کو دعوت حق کے اظہار کو اپنا شعار بنانا چاہئے۔

⑬ برائی کی روک تھام کے تین مرحلے اور مراتب ہیں:

۱ ہاتھ سے جہاد ۲ زبان سے جہاد ۳ دل سے جہاد۔

مذکورہ بالا تینوں مرحلوں پر حسب استطاعت عمل پیرا ہونا واجب ہے۔ تاہم پہلا مرتبہ قوی ترین اور آخری کمزور ترین ہے۔

⑭ داعی اور مبلغ کے لئے مناسب نہیں کہ لوگوں کے پوشیدہ رازوں اور باتوں کی ٹوہ میں رہے۔ وہ صرف ظاہری برائیوں اور بے حیائیوں کے خلاف آواز حق بلند کرے۔ الا یہ کہ پوشیدہ اور در پردہ معاملات کی چشم پوشی سے جرائم میں اضافہ ہو رہا ہو اور فتنے بڑھ رہے ہوں۔[۳۷]

◎ امام زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

حواریوں سے انبیاء کے مخلص ساتھی اور کارکن مراد ہیں۔ اور دیگر علماء کا موقف ہے کہ ان کے انصار و مددگار مراد ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ حواریوں سے مراد مجاہدین اور مصلحین ہیں۔[۳۸]

ملاحظہ ہو:

1. صحیح البخاری = کتاب الفتن: ۲: ۱۰۴۵، ۱۰۴۹
2. مسلم مع النووی: ۱/ ۵۱، ۵۲
3. الجامع التِّرمذی = ابواب الفتن: ۲/ ۳۹، ۴۰
4. ابو داؤد = باب الامر والنهی: ۶/ ۱۸۶، ۱۹۱
5. النَّسائی = کتاب البیعة: ۲/ ۷۹/ k
6. تفسیر القرطبی

---

۳۷ شرح النّووی: ۱/ ۵۲ + الحسبة فی الإسلام لإبن تیمیة: ۲۷

۳۸ شرح النّووی: ۱/ ۵۲

۷ ابن کثیر، مذکورہ آیات کی تفسیر
۸ الأحكام السلطانية لأبي يعلى رحمة الله عليه
۹ الحِسبَةُ فِي الإسلام:۲۶۸-۲۹۲

(۵) دوستی اور دشمنی کا معیار:

ایک مسلم معاشرے کی قوت، وحدت ملی اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت کا لازمی تقاضا ہے کہ مومنین آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محبت کا مضبوط رشتہ قائم کریں۔ اپنے اور اللہ ورسول کے دشمنوں اور مخالفوں یعنی کافروں اور مشرکوں سے بے زاری، نفرت اور دشمنی کا مظاہرہ کریں۔ اسی کو قرآن وسنت کی زبان میں "اَلْوَلَآءُ وَ الْبَرَآءُ" یعنی "مومنوں سے دوستی اور کافروں اور مشرکوں سے دشمنی" کہتے ہیں۔

قرآن مجید کی سورۃ الممتحنہ اس مضمون پر مشتمل ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں اس کا شان نزول یوں مروی ہے: سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۳۰۷] «بَعَثَنِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَ الزُّبَيْرَ وَالْمِقْدَادَ ، فَقَالَ: « اِنْطَلِقُوْا حَتّٰى تَأْتُوا رَوْضَةَ خَاخٍ فَإِنَّ بِهَا ظَعِيْنَةً مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا » فَذَهَبْنَا تَعَادٰى بِنَا خَيْلُنَا حَتّٰى أَتَيْنَا الرَّوْضَةَ فَإِذَا نَحْنُ بِالظَّعِيْنَةِ ـ فَقُلْنَا أَخْرِجِي الْكِتَابَ ـ فَقَالَتْ مَا مَعِي مِنْ كِتَابٍ ـ فَقُلْنَا: لَتُخْرِجِنَّ الْكِتَابَ أَوْ لَتُلْقِيَنَّ الثِّيَابَ فَأَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِهَا فَأَتَيْنَا بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَإِذَا فِيْهِ :

" مِنْ حَاطِبِ ابْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلٰى أُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِمَّنْ بِمَكَّةَ ـ يُخْبِرُهُمْ بِبَعْضِ أَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: « مَا هٰذَا يَا حَاطِبُ ! » قَالَ :لَا تَعْجَلْ عَلَيَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنِّي كُنْتُ امْرَأً مُلْصَقًا امْرَأً مِنْ قُرَيْشٍ وَ لَمْ أَكُنْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ـ وَ كَانَ مَنْ مَعَكَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ لَهُمْ قَرَابَاتٌ يَحْمُوْنَ بِهَا أَهْلِيْهِمْ وَ أَمْوَالَهُمْ بِمَكَّةَ فَأَحْبَبْتُ إِذْ فَاتَنِي مِنَ النَّسَبِ فِيْهِمْ ، أَنْ أَصْطَنِعَ إِلَيْهِمْ يَدًا يَحْمُوْنَ قَرَابَتِيْ وَ مَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ كُفْرًا وَلَا ارْتِدَادًا عَنْ دِيْنِي ـ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : « إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ » فَقَالَ عُمَرُ: دَعْنِي يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! فَأَضْرِبَ عُنُقَهُ ـ فَقَالَ :« إِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَمَا يُدْرِيْكَ ؟ لَعَلَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ : اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ ـ فَقَالَ عُمَرُ: وَ نَزَلَتْ فِيْهِ : ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا

جَاءَ كُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَ مَا اَعْلَنْتُمْ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝﴾ [۳۹] [الممتحنة: ۱:۶۰]

"رسول اللہ ﷺ نے مجھے، سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ (ہم تینوں) کو حکم دیا کہ فی الفور چلو اور "روضۂ خاخ" (ایک باغ کا نام) میں پہنچو۔ کیونکہ وہاں ایک (سارہ نامی عورت) اونٹ پر سوار ہے۔ جس کے پاس ایک خط ہے۔ وہ خط اس سے اپنے قبضے میں لے لو۔ چنانچہ ہم تیز رفتار گھوڑوں پر تیزی سے روضۂ خاخ (مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے راستے میں بدر کے قریب یہ باغ واقع ہے) میں جا پہنچے تو وہی عورت ہمارے سامنے موجود تھی۔ ہم نے اسے کہا خط نکالو۔ تو وہ بولی میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ چنانچہ ہم نے کہا خط نکالو یا کپڑے اتار دو۔ تو اس نے اپنے سر کی مینڈیوں سے خط نکال دیا۔ جسے لے کر ہم نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو گئے۔ خط کا مضمون یہ تھا:

حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے چند لوگوں کی طرف جس میں وہ ان کو نبی کریم ﷺ کے بعض حالات کی خبر دے رہے تھے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: اے حاطبؓ! یہ کیسا خط ہے؟ حاطب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے خلاف فیصلے میں جلدی نہ فرمایئے۔ میں قریش مکہ کے ساتھ ملحق اور ان کا حلیف تھا جبکہ خاندانی اعتبار سے قریشی نہ تھا اور آپ ﷺ کے مہاجرین صحابہ کی ان کے ساتھ مختلف قرابتداریاں تھیں جن کی بدولت وہ مکہ میں موجود اپنے اہل و عیال اور مال مویشی کی حفاظت کر رہے تھے۔ میرے دل میں بات آئی کہ میرا چونکہ وہاں کوئی خاندانی تعلق نہیں لہٰذا میں ان پر کوئی احسان کر ڈالوں تاکہ وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں۔ میں نے یہ کام اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہوئے یا اپنے دین سے مرتد ہوتے ہوئے ہرگز نہیں کیا۔ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ حاطب (رضی اللہ عنہ) سچ کہتا ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر عرض کیا: مجھے اجازت دیجئے تاکہ اس کی گردن اڑا دوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: حاطب غزوۂ بدر میں شریک ہو چکا ہے۔ اے عمر! تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے

---

۳۹ صحیح البخاری= کتاب التفسیر / تفسیر سورة الممتحنة، باب ﴿ لا تتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء ﴾ الحدیث:۴۶۰۸ + صحیح مسلم= کتاب فضائل الصحابة : باب من فضائل اهل بدر رضی الله عنهم ، الحدیث: ۲۴۹۴ + صحیح الترمذی= أبواب التفسیر : تفسیر سورة الممتحنة ، الحدیث:۲۶۳۳

اہل بدر کی طرف بنظر خاص دیکھا ہے اور ارشاد فرمایا: جو چاہو عمل کرو کیونکہ میں تمہاری مغفرت کا فیصلہ کر چکا ہوں اور تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔ حدیث کے ایک راوی جناب عمرو بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الممتحنہ کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں:

''اے ایماندارو! میرے اور اپنے دشمنوں یعنی کافروں کو دوست مت بناؤ کہ تم ان کی طرف محبت اور مودّت کے پیغام ارسال کرتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس آنے والے قرآن کا انکار کر چکے ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور خود تم کو صرف اس بات پر مکہ سے نکال چکے ہیں کہ تم اپنے پروردگار یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو۔ اگر تم میری راہ میں جہاد اور میری رضا کی طلب میں اپنے وطن سے نکلے ہو تو تم (کس بناء پر) ان کے ساتھ خفیہ محبت اور دوستی رکھتے ہو؟ حالانکہ جو کچھ تم پوشیدہ یا ظاہر اعمال کرو میں تو ان کو خوب جاننے والا ہوں اور جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا تو بلاشبہ وہ صراط مستقیم سے بھٹک گیا۔''

کافروں اور مشرکوں سے دوستی حرام ہے:

کفار کے ساتھ دوستی اور محبت کی ممانعت میں نازل شدہ دیگر آیات ملاحظہ ہوں:

[۳۰۸] ﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ..... ﴾ [آل عمران=۳:۲۸]

''مومنین اپنے مومن (بھائیوں) کو چھوڑ کر کفار کو دوست ہرگز نہ بنائیں۔ جو کوئی ایسا کرے گا تو اس کا اللہ سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں (کیونکہ کافر اللہ کے دشمن ہیں) ہاں یہ کہ تم احتیاط کے طور پر ان سے اپنا کوئی بچاؤ اختیار کرو۔''

[۳۰۹] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ۭ ﴾

[آل عمران=۳:۱۱۸]

''اے ایماندارو! اپنے مسلمان بھائیوں کے سوا کسی کو اپنا ہمراز دوست مت بناؤ، وہ تمہیں برباد کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کرتے۔ انہیں یہ پسند ہے کہ تم تکلیف و مشقت میں پڑو۔ ان کی زبانوں سے بغض و عداوت ظاہر ہو چکے ہیں اور جو عداوت ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے وہ اس سے بھی زیادہ بڑی ہے۔''

کافر رشتہ داروں کی محبت سے ممانعت کا خصوصی حکم اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

[۳۱۰] ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾ [التوبۃ-۹:۲۳]

''اے ایماندارو! اپنے آباء واجداد اور بھائیوں کو دوست مت بناؤ، اگر وہ ایمان کی بجائے کفر کو پسند کرتے ہوں۔ اور جو کوئی تم میں سے ان کو دوست بنائے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔''

جبکہ یہود و نصاریٰ کی دوستی سے ممانعت کا خصوصی حکم درج ذیل آیت میں یوں ہے:

[۳۱۱] ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝﴾

[المائدۃ-۵:۵۱]

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنے دوست مت بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں (اور تمہارے مخالف ہیں) اور جو کوئی تم میں سے ان کو دوست بنائے گا تو یقیناً وہ بھی انہی میں شمار ہوگا (اور انہی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا)۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دے گا۔''

جناب ابراہیم علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ:

[۳۱۲] ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ .....﴾ [الممتحنۃ-۶۰:۴]

''بلاشبہ تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کے طریقہ میں بہترین نمونہ تھا۔ جب انہوں نے اپنی (مشرک) قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہو بری الذمہ اور بیزار ہیں۔ ہم نے تمہارا کھلا کفر اور انکار کر دیا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے بغض و عداوت ظاہر ہو چکی ہے حتیٰ کہ تم اللہ وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لے آؤ۔''

پھر سورۃ الممتحنہ کے آخر میں ساری بات کا لب لباب یوں بیان فرمایا:

[۳۱۳] ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝﴾ [الممتحنة=۶۰:۱۳]

''اے ایماندارو! ایسی کسی قوم کو دوست مت بناؤ جن پر اللہ کا غضب نازل ہو چکا ہے۔ یہ لوگ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں جس طرح کفار اہل قبور سے مایوس ہو گئے ہیں۔''

مومنوں سے دوستی اور محبت واجب ہے:

وہ آیات جن سے کافروں کے ساتھ دوستی کی حرمت ثابت ہوتی ہے اگرچہ ان ہی آیات سے مومنوں سے محبت کا وجوب بھی ثابت ہوتا ہے۔ تاہم اس موضوع پر مشتمل بہت زیادہ آیات موجود ہیں۔ مثلاً:

[۳۱۴] ﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ..... ﴾ [التوبة=۹:۷۱]

''مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔''

[۳۱۵] ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً ..... ﴾ [التوبة=۹:۱۶]

''مسلمانو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم (بغیر جانچے پرتالے) چھوٹ جاؤ گے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ تم میں سے مجاہدین کون ہیں اور (ایسے مخلص کون ہیں) جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے علاوہ کسی کو اپنا ہمراز دوست نہ بنایا ہو۔''

[۳۱۶] ﴿ اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝﴾ [المائدة=۵:۵۵،۵۶]

''مسلمانو! (کافر و مشرک نہیں بلکہ) صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور ایماندار لوگ ہی تمہارے ولی اور دوست ہیں۔ وہ (ایماندار لوگ) جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مومنین کو اپنا دوست اور ولی بنائے گا تو یقیناً (یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں) اور اللہ کی جماعت ہی بالآخر غالب آنے والی ہے۔''

ذکر کی گئی آیات سے واضح ہوا:

① تمام بدری صحابہ آخرت میں بخشے ہوئے اور پکے جنتی ہیں اور غزوۂ بدر میں شرکت کے بعد ان سے سرزد ہونے والی تمام خطائیں آخرت میں معاف ہیں۔ اگرچہ دنیاوی معاملات میں ان کا مواخذہ ہوگا" ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جھانکا ہو" کے الفاظ میں لفظ «لَعَلَّ» شاید کے معنیٰ میں نہیں بلکہ یقین کے معنیٰ میں ہے۔ جیسا کہ کلام اللہ اور کلام الرسول ﷺ کے کلمات میں اس جیسے الفاظ جزم و یقین کے معنی میں ہوتے ہیں۔ مسند احمد اور ابو داؤد وغیرہ کی روایت میں یہ حدیث [۳۱۷] «اِنَّ اللّٰهَ اِطَّلَعَ» کے الفاظ سے وارد ہوئی ہے جو کہ الفاظ یقین ہیں۔[۴۰]

② سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا غیب کی خبر دینا عظیم الشان معجزہ ہے۔ علاوہ ازیں اس میں درج ذیل مسائل ہیں:

① ضرورت کے وقت جاسوسوں کی ہتک عزت اور کپڑوں کی تلاشی جائز ہے۔

② ان کے پوشیدہ رازوں اور خطوط وغیرہ کی تفتیش ضرورت کے وقت جائز ہے۔

③ کافروں کی خاطر جاسوسی کرنا کبیرہ جرم ہے۔ اگرچہ کفر اور ارتداد کے مترادف نہیں بشرطیکہ دل ایمان سے بھرا ہوا ہو۔

④ ایسا جاسوس سزا کے قابل ہے مگر اس کو قتل کرنا جائز نہیں۔ (الا یہ کہ دین حق کو اس سے شدید خطرہ لاحق ہو۔)

⑤ حدود و تعزیرات کا نفاذ امیر اور خلیفہ کے دائرہ اختیار میں ہے۔[۴۱]

③ سورۃ الممتحنہ کافروں سے دوستی کی ممانعت میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین کے ساتھ دوستی اندرون خانہ اور بیرون خانہ حرام ہے اور مجاہدین کے جہاد کی قبولیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے قطع تعلقی اور عداوت ہو۔

④ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر: ۲۸ کے الفاظ: [۳۱۸] ﴿ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ﴾

---

[۴۰] فتح الباری: ۸/ ۳۰۷ + شرح النووی: ۲/ ۳۰۶

[۴۱] تفسیر القرطبی: ۱۸/ ۳۶ + شرح النووی: ۲/ ۳۰۶

سے ثابت ہو رہا ہے کہ جب اجتماعی یا انفرادی طور پر کافروں کی طرف سے بہت بڑی تکلیف کا اندیشہ ہو تو کلمۂ کفر کو زبان پر لے آنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس کا دل ایمان سے لبریز ہو۔ اگرچہ اس صورت میں بھی فضیلت اور عزیمت والا کام یہ ہے کہ شہادت کی موت قبول کر لی جائے۔ ضرورت کے باعث کلمۂ کفر کہہ لینے کی دلیل قرآن کی یہ آیت ہے:

[۳۱۹] ﴿ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ﴾ [النحل=۱۶:۱۰۶]

''مگر جو آدمی مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔''[۲۲]

⑤ کفار و مشرکین کے ساتھ خفیہ محبت کرنا، ان کو اندر کے بھیدی اور ہمراز دوست بنانا شدید حرام ہے۔ کیونکہ کفار اللہ اور رسول ﷺ کے دشمن اور خود مسلمانوں کے کھلے مخالف اور بدخواہ ہیں۔ ہمیشہ اہل اسلام کی ظاہری اور باطنی عداوت اور بغض میں مبتلا رہتے ہیں۔

⑥ کافر اور مشرک آباء و اجداد اور دیگر قرابتداروں کے ساتھ محبت اور دوستی کا تعلق قائم کرنا بالکل حرام اور ممنوع ہے اور اس کا ارتکاب صریحاً ظلم ہے۔

⑦ کفار و مشرکین سے قطع تعلق میں اسوۂ ابراہیمی تمام چیزوں کی بنیاد اور واجب العمل طریقہ ہے۔ جس کے مطابق تمام کافروں، مشرکوں اور ان کے باطل نظریات سے مکمل نفرت اور عداوت ضروری ہے جب تک وہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ایمان نہ لے آئیں۔

⑧ وہ کافر جن سے جنگ نہ کرنے کا عہد ہے اور ان سے جنگ شروع نہیں ہوئی ان کے ساتھ مصالحت کے طور پر حسن سلوک، حسن برتاؤ اور ان کی مجلس اختیار کرنا جائز ہے۔ بلکہ بعض اوقات صلح کی شرائط کے مطابق ضروری ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: [۳۲۰] ﴿ لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ..... ﴾ [الممتحنة=۶۰:۸] ''اللہ تعالیٰ تمہیں ان کافروں سے (ملنے جلنے سے) منع نہیں کرتا جن سے تمہاری ابھی تک لڑائی شروع نہیں ہوئی۔''[۲۳]

⑨ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ محبت اور دوستی حرام ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بناء پر کہ:

---

[۲۲] القرطبی: ۴/۳۸ + تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۸۳

[۲۳] تفسیر القرطبی: ۱۸/۴۰ + ابن کثیر: ۴/۳۶۸، ۳۶۹

[۳۲۱] ﴿ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ﴾ [التوبة=۹:۷۱]

''مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔''

نیز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بناء پر:

[۳۲۲] ﴿ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا..... ﴾ [المائدة=۵:۵۵]

''تمہارے دوست صرف اللہ تعالیٰ، اس کا رسول اور مومن ہیں۔''

⑮ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت و مودت اور ان کی اطاعت و اتباع دین کی اصل بنیاد ہے۔ کتاب وسنت اس حقیقت کے بیان سے بھرے پڑے ہیں۔ بالخصوص سورۃ الانعام، الانفال، التوبہ، النحل، الاحزاب، الحدید، الممتحنہ، الصف، وغیرہ اور بخاری ومسلم کے کتاب الایمان، کتاب المناقب، کتاب الاعتصام وغیرہ میں یہ مضمون بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے۔

علاوہ ازیں مومنوں کی باہمی محبت و دوستی اور اخوت و مودت کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے ملاحظہ ہوں: سورۃ الحجرات، النور، الشوریٰ، المائدۃ، النساء، سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات۔ صحیح بخاری سے: کتاب المناقب، کتاب الادب، کتاب الاستیذان، نیز صحیح مسلم سے کتاب الایمان، کتاب الفضائل اور کتاب البرّ والصلۃ ودیگر کتب حدیث کے مذکورہ ابواب۔

(۶) اللہ کے راستہ میں ہجرت

ہجرت کی تعریف، اہمیت اور فضیلت:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۳۲۳] ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ [البقرة=۲:۲۱۸]

''درحقیقت جو لوگ ایمان لائے، ہجرت اختیار کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو بس وہی رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

[۳۲۴] ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ ﴾ [الانفال=۸:۷۴]

''جو لوگ ایمان لائے، ہجرت اختیار کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے

مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے مومن ہیں ۔ ان کے لئے ہی بخشش اور عزت والا رزق ہے۔"

[۳۲۵] ﴿ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ.....﴾

[آل عمران:۳:۱۹۵]

"پس جن لوگوں نے ہجرت اختیار کی تو اپنے گھروں سے (ایمان لانے کی وجہ سے) نکال دیئے گئے اور میری راہ میں تکلیف دیئے گئے (کفار کے ساتھ) جنگ کی اور مار ڈالے گئے ۔ میں ضرور ان کی خطاؤں کو مٹا دونگا اور ضرور انہیں ایسی جنتوں میں داخل کرونگا جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔"

[۳۲۶] ﴿ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ.....﴾ [النحل:۱۶:۴۱]

"اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اس کے بعد کہ ان پر ظلم ڈھایا گیا ،ہم ضرور ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دینگے اور آخرت کا اجر وثواب تو کہیں زیادہ بڑا ہے ۔"

[۳۲۷] ﴿ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ [النحل:۱۶:۱۱۰]

"وہ لوگ جنہوں نے ظلم ڈھائے جانے کے بعد ہجرت اختیار کی ، پھر جہاد کیا اور (اس کی تکلیفوں پر) صبر کیا تو یقیناً تیرا رب اس کے بعد ان کو ضرور بخشنے والا اور ان پر بے حد مہربان ہے ۔"

[۳۲۸] ﴿ وَ مَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّ سَعَةً ۭ وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝﴾ [النساء:۴:۱۰۰]

"اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ روئے زمین پر بہت سے ٹھکانے اور وسیع رزق پائے گا اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کے لئے نکل پڑے، پھر اس کو (دوران سفر ہی) موت آن پکڑے تو بلاشبہ اس کا اجر وثواب اللہ کے ذمے ہو چکا اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔"

ہجرت فرض ہے:

ہجرت کے حالات ہوں تو ہجرت کرنا فرض ہو جاتا ہے۔قرآن وسنت میں اس بارے درج ذیل دلائل ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۲۹] ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ ؕ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا O اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً وَّلَا یَھْتَدُوْنَ سَبِیْلًا O فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْھُمْ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوْرًا O ﴾ [النساء۴: ۹۷-۹۹]

''فرشتے جن لوگوں کی اس حالت میں جان قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں تو ملائکہ ان سے کہتے ہیں: تم کس حالت میں پڑے رہے؟ تو وہ جواباً کہتے ہیں کہ ہم اس سرزمین میں ضعیف اور بے بس تھے (اس لئے مکہ سے مدینہ ہجرت نہ کر سکے)۔تو فرشتے جواب دیتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی؟ لہٰذا تم اس میں کہیں بھی ہجرت کر جاتے۔سو ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔ ناتواں مردوں اور عورتوں، بچوں کے علاوہ جو کسی تدبیر اور حیلہ کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ راستے کا علم رکھتے ہیں۔تو امید ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔''

نبی ﷺ نے مجاشع بن مسعود اسلمی سے فتح مکہ کے بعد فرمایا:

[۳۳۰] « اِنَّ الْھِجْرَۃَ قَدْ مَضَتْ لِاَھْلِھَا وَلٰکِنْ عَلَی الْاِسْلَامِ وَالْجِھَادِ وَالْخَیْرِ » [۴۴]

''ہجرت تو اہل ہجرت (مہاجرین مکہ) کے لئے گزر چکی ہے لیکن میں اسلام، جہاد، خیر (فرمانبرداری) کی بیعت لیتا ہوں۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

[۳۳۱] « لَاھِجْرَۃَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰکِنْ جِھَادٌ وَنِیَّۃٌ وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا ..... » [۴۵]

---

[۴۴] صحیح مسلم= کتاب الإمارة : باب المبايعة بعد فتح مكة على الإسلام والجهاد و الخير و بيان معنى لا هجرة بعد الفتح ، الحديث:۱۸۶۳

[۴۵] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل:۵۹

''فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت کا حکم ختم ہو چکا لیکن جہاد اور اس کی نیت وعزم کا فریضہ باقی رہے گا اور جب تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا جائے تو نکل کھڑے ہوں۔''

[۳۳۲]« لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا..... »[۴۶]

''جب تک توبہ باقی ہے ہجرت کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ اور توبہ باقی رہے گی جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہو جائے۔''

[۳۳۳]« اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ »[۴۷]

''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے باقی مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو ترک کردے۔ (یعنی تمام گناہوں سے باز رہے)۔''

ایک اعرابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے بارے سوال کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۳۳۴]« وَيْحَكَ إِنَّ شَأْنَهَا شَدِيْدٌ فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ تُؤَدِّيْ صَدَقَتَهَا؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ الْبِحَارِ فَإِنَّ اللّٰهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا »[۴۸]

''تجھ پر افسوس ہے! اس (ہجرت) کا معاملہ تو بہت دشوار ہے۔ کیا تیرے پاس کچھ اونٹ ہیں جن کی تو زکوٰۃ ادا کرتا ہے؟ اس اعرابی نے عرض کیا: جی ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: سمندر سے پار نیک عمل کرتے رہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے اجر میں کوئی کمی نہ کرے گا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

---

[۴۶] صحیح أبوداود = کتاب الجهاد : باب في الهجرة هل انقطعت ، الحديث : ۲۱۶۶

[۴۷] صحیح البخاری = کتاب الإیمان : باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده ، الحديث : ۱۰ + صحیح مسلم = کتاب الإیمان : باب بیان تفاضل الإسلام ، و أي أموره أفضل ، الحديث : ۴۰ مگر مسلم میں اس حدیث کا صرف پہلا جملہ ((اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ)) ہے۔

[۴۸] صحیح البخاری = کتاب الزکوة : باب زكاة الإبل ، الحديث : ۱۳۸۴ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب المبايعة بعد فتح مكة على الإسلام و الجهاد و الخير و بيان معنى ((لا هجرة بعد الفتح)) الحديث : ۱۸۶۵ ، نیز ابوداؤد اور امام نسائی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

[۳۳۵]« لَاهِجْرَةَ الْيَوْمَ كَانَ الْمُؤْمِنُونَ يَفِرُّ اَحَدُهُمْ بِدِيْنِهِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِلٰى رَسُوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخَافَةَ اَنْ يُفْتَنَ عَلَيْهِ ـ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَقَدْ اَظْهَرَ اللّٰهُ الْاِسْلَامَ وَالْمُؤْمِنُ يَعْبُدُ رَبَّهُ حَيْثُ شَاءَ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ » [۴۹]

''آج ہجرت باقی نہیں رہی (یعنی اس کی فرضیت)۔کیونکہ مسلمانوں کی ماضی میں یہ حالت تھی کہ ایک شخص فتنہ میں مبتلا ہونے کے خوف سے اپنا دین بچا کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف بھاگ نکلتا تھا۔لیکن آج تو اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے اور مومن شخص جہاں چاہے اپنے رب کی عبادت کرسکتا ہے۔تاہم جہاد اور اس کی نیت قیامت تک باقی ہے۔
(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان غلبۂ اسلام کے مخصوص زمانہ سے متعلق ہے)

انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۳۳۶] ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾ [الأنفال-۸:۷۲]

''بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت اختیار کی، اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ، اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا ان کی حمایت کی یہی ایک دوسرے کے ورثاء ہونگے۔اور جو ایمان تو لائے مگر ہجرت نہیں کی تو ان کے اور تمہارے درمیان وراثت کی کوئی تقسیم نہ ہوگی حتی کہ وہ ہجرت اختیار کریں، اور اگر دین میں تم سے مدد طلب کریں تو ان کی نصرت کرنا تم پر لازم ہے۔مگر ایسی قوم کے خلاف مدد کرنا جائز نہیں جس کے ساتھ تمہارا کوئی عہد و میثاق ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔''

اس حکم پر عمل کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان دوستی اور بھائی چارہ قائم فرمایا۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

---

[۴۹] صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابة: باب هجرة النبي و أصحابه إلى المدينة، الحديث:۳۶۸۷

[۳۳۷] «حَالَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَالْأَنْصَارِ فِيْ دَارِي الَّتِيْ بِالْمَدِيْنَةِ» [۵۰]

''رسول اللہ ﷺ نے میرے اس گھر میں جو مدینہ میں ہے مہاجرین قریش اور انصار کے درمیان دوستی اور محبت کا رشتہ قائم فرمایا۔''

[۳۳۸] «إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخَى بَيْنَ أَبِيْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ وَ بَيْنَ أَبِيْ طَلْحَةَ» [۵۱]

بے شک اللہ کے رسول ﷺ نے ابو عبیدہ بن جراح اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ کا رشتہ قائم کیا۔''

[۳۳۹] «قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَ آخَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ» [۵۲]

''جب ہمارے پاس سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے، رسول اللہ ﷺ نے اس کے اور سیدنا سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخات (بھائی چارے) کا رشتہ قائم فرمایا تھا۔''

انصار اور مہاجرین کے درمیان وراثت کی تقسیم کا حکم:

قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے مہاجرین و انصار کے درمیان وراثت کی تقسیم کا معاملہ ختم کر دیا گیا۔لیکن دوستی اور بھائی چارے کے باقی تمام احکام بدستور باقی ہیں۔اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

[۳۴۰] ﴿ وَ أُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [الأنفال-۸:۷۵]

''اور رشتے ناطے والے ایک دوسرے کے (وارث ہونے میں) اللہ کی کتاب کی رو سے زیادہ حقدار ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔''

[۳۴۱] ﴿ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۗ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوْا إِلٰى أَوْلِيَآئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ۗ ..... ﴾ [الأحزاب-۳۳:۶]

---

[۵۰] صحيح مسلم= كتاب فضائل الصّحابة : باب مؤاخاة النّبيّ ﷺ بين أصحابه رضي الله عنهم، الحديث:۲۵۲۹

[۵۱] صحيح مسلم= كتاب فضائل الصّحابة : باب مؤاخاة النّبيّ ﷺ بين أصحابه رضي الله عنهم، الحديث:۲۵۲۸

[۵۲] صحيح البخاري= كتاب فضائل الصّحابة : باب إخاء النّبيّ ﷺ بين المهاجرين و الأنصار، الحديث: ۳۵۷۰

"رشتے ناطے والے اللہ کی کتاب کی رو سے مومنوں اور مہاجروں سے وراثت حاصل کرنے میں زیادہ حقدار ہیں۔ الا یہ کہ تم اپنے (مہاجر) دوستوں کے ساتھ کوئی حسن سلوک کرو۔"

مذکورہ آیات و احادیث سے حاصل شدہ احکام ومسائل:

① اللہ تعالیٰ پر ایمان، نیک اعمال، حق کی تلقین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کے بعد اللہ کے راستے میں ہجرت کرنا بھی ایک اہم دینی فریضہ ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے بالترتیب مراحل میں یہ دوسرا مرحلہ ہے۔ جبکہ پہلا مرحلہ دعوت وتبلیغ اور تیسرا مرحلہ کافروں کے ساتھ لڑائی کا فرض ہونا ہے۔ ہجرت و جہاد کرنے والے مومن اور ان کی مدد کرنے والے انصار و مجاہدین ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں سچے مومن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عزت کی روزی کے یہی لوگ مستحق ہیں۔

② اللہ کی راہ میں ستائے گئے، اپنے وطنوں سے نکالے گئے مہاجرین اور مجاہدین کے لئے ہجرت اور جہاد تمام خطاؤں کا کفارہ، جنت میں داخل ہونے کا سبب اور دنیا و آخرت میں بھلائیوں کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔

③ اللہ تعالیٰ نے مہاجر فی سبیل اللہ کیلئے محفوظ ٹھکانہ فراہم کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے علاوہ رزق میں فراخی ہوگی۔ اگر ہجرت کے سفر کے دوران موت واقع ہوجاتی ہے تو تب بھی اللہ کے ہاں اجر وثواب کا مستحق قرار پائے گا۔

④ اپنے دین اور ایمان کی حفاظت کے لئے اپنے وطن دارالکفر کو چھوڑ کر کسی دوسرے مقام کی طرف چلے جانا ہجرت کہلاتا ہے اور اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دینا بھی شرعاً ہجرت ہے۔

⑤ فتح مکہ سے پہلے دار الحرب مکہ سے دارالہجرت مدینۃ النبی ﷺ یا کسی اور مقام کی طرف ہجرت اختیار کرنا فرض تھا۔ تاہم ضعیف وناتواں مسلمان جو ہجرت کے لئے کسی حیلہ وتدبیر پر قادر نہ ہوں اس کی فرضیت سے خارج تھے۔[۵۳]

---

[۵۳] تفسیر القرطبی: ۵/۲۲۱-۲۲۳+تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۹۵-۵۹۸ + نیل الأوطار: ۸/۲۸-۲۹+ شرح النّووی: ۲/۱۳۰+صحیح البخاری= کتاب التّفسیر/تفسیر سورۃ النّساء: باب الّا المستضعفین من الرّجال والنّساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ و لا یھتدون سبیلاً (النّساء=۴:۹۸)، الحدیث: ۴۳۲۱-۴۳۲۲

⑥ نبی ﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد مکہ میں مقیم بے بسوں اور ناتوانوں کے علاوہ تمام مسلمانوں پر ہجرت عمومی طور پر فرض کی گئی۔ حتیٰ کہ مہاجر اور غیر مہاجر رشتہ داروں کے درمیان وراثت تقسیم نہ کرنے کا حکم نازل ہوا۔ لیکن فتح مکہ کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت فرض نہیں رہی بلکہ وہ مستحب قرار دے دی گئی۔ جیسا کہ ابتدائے اسلام میں ہجرت صرف مستحب تھی۔[۵۴]

⑦ مکہ جیسے حالات پیدا ہوجائیں تو قیامت تک کے لئے ہجرت کا حکم واجب اور باقی ہے۔ مشہور حدیث: [۳۴۲] ((لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ)) ''فتح کے بعد ہجرت نہیں'' کا مفہوم یہی ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکہ سے ہجرت نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ تو خود دارالاسلام بن چکا ہے اور حدیث: [۳۴۳] ((اِنَّ الْهِجْرَةَ قَدْ مَضَتْ لِاَهْلِهَا)) کا معنی یہ ہے کہ بہترین اور عمدہ ہجرت جو مکہ کے مہاجرین کے لئے مخصوص تھی وہ فتح مکہ کے بعد ختم ہوگئی۔ اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہجرت کی فرضیت ہی منسوخ ہوگئی ہے۔ یہی جمہور علماء اسلام کا قول ہے۔ کیونکہ ہجرت دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف جانے کا نام ہے۔ جو عہد نبوی میں فرض ہوئی، قیامت تک ان تمام لوگوں کے لئے باقی ہے جن کو اپنے دین اور ایمان کو سلامت رکھنا دشوار دکھائی دیتا ہو۔ ابن العربی، طیبی اور نووی وغیرہ نے یہی وضاحت فرمائی ہے۔[۵۵]

⑧ مکہ سے مخصوص حالات میں ہجرت کے واجب ہونے کی تائید میں عام آیات اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث کے علاوہ درج ذیل احادیث بھی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۳۴۴] ((اَنَا بَرِیْءٌ مِنْ کُلِّ مُسْلِمٍ یُقِیْمُ بَیْنَ اَظْهُرِ الْمُشْرِکِیْنَ قَالُوْا : یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! لِمَ ؟ ، قَالَ لَا تَرَاءٰی نَارَاهُمَا)) [۵۶]

''میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان مقیم ہو (یعنی ہجرت نہ

---

۵۴ معالم السنن للخطابی: ۳/۳۵۲+ شرح النووی: ۲/۱۳۰+ نیل الأوطار: ۷/۲۹

۵۵ فتح الباری: ۶/۳۷۸، ۳۷۹+شرح النووی: ۲/۱۳۰+ نیل الأوطار: ۸/۲۹+تفسیر القرطبی: ۵/۲۶۲ +تفسیر ابن کثیر: ۴/۵۹۶، ۵۹۷

۵۶ صحیح الترمذی= أبواب السیر: باب ما جاء فی کراهیة المقام بین أظهر المشرکین، الحدیث: ۱۶۰۷/۱۶۷۰+صحیح أبو داؤد= کتاب الجهاد: باب فی الإقامة بأرض الشرک، الحدیث: ۲۴۲۰+صحیح النسائی = کتاب البیعة: باب البیعة علی فراق المشرک، الحدیث: ۳۸۹۲/۳۸۹۳

کرے)۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اللہ کے رسول کس لئے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس لئے کہ ان کی آگ ایک دوسرے سے علیحدہ اور دور نہیں ہے (یعنی اس لئے کہ ایک ہی علاقے میں رہائش پذیر ہیں)۔

[۳۴۵] « لَا تُسَاكِنُوا الْمُشْرِكِينَ وَلَا تُجَامِعُوهُمْ فَمَنْ سَاكَنَهُمْ أَوْ جَامَعَهُمْ فَهُوَ مِثْلُهُمْ » [۵۷]

''مشرکین کے ساتھ سکونت اختیار نہ کرو اور نہ ان کے ساتھ مجلس اختیار کرو۔ جو ان کے ساتھ سکونت اختیار کرے گا یا ان کے ساتھ مجلس اختیار کرے گا وہ ان کی مثل ہوگا۔''

⑨ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ایک اعرابی کی حدیث: [۳۴۶] « إِنَّ شَأْنَ الْهِجْرَةِ شَدِيدٌ..... » بھی عام حالات کے لئے ہیں۔ جبکہ مکہ جیسے مخصوص حالات میں ہجرت کی فرضیت مضبوط دلائل سے ثابت ہے۔

⑩ مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت، محبت، دوستی اور بھائی چارے کے تمام احکام قرآن سے ثابت اور قیامت تک کے لئے باقی ہیں۔ صرف وراثت کی تقسیم کا حکم آیت قرآنی:

[۳۴۷] ﴿وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ﴾ [الأحزاب-۳۳:۶] —— نازل ہونے کے بعد فرضیت سے استحباب میں تبدیل کیا گیا۔

⑪ مستحب اس لئے ہے کہ زندگی میں بطور احسان کے آدمی غیر رشتہ دار کو اپنی جائیداد میں سے عطا کر سکتا ہے اور موت کے وقت وصیت کے ذریعہ اپنی جائیداد میں سے کچھ (زیادہ سے زیادہ ایک تہائی) کسی کو عطا کر سکتا ہے۔ [۵۸]

(۷) جماعت و امارت:

مسلم معاشرے کا اجتماعی قیام جو پوری دنیا میں امن و امان اور عدل و انصاف کا ضامن ہو دین اسلام کا اصل ہدف ہے اور یہ جماعت و امارت کے نظام کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے تمام دینی شعائر، عبادت، معاملات میں پانچ وقت کی باجماعت نماز، جمعہ، عیدین اور حج سے لے کر گواہوں کی موجودگی میں علی الاعلان نکاح، کاروبار اور کھیتی باڑی میں اجتماعی طرز

---

[۵۷] صحيح الترمذي= أبواب السِّيَر: باب ما جاء في كراهية المقام بين أظهر المشركين، الحديث: ۱۶۷۱/۱۳۰۷+ صحيح ابو داؤد= كتاب الجهاد: باب في الإقامة بأرض الشرك، الحديث: ۲۴۲۰+ صحيح النسائي = كتاب البيعة: باب البيعة على فراق المشرك، الحديث: ۳۸۹۳،۳۸۹۲

[۵۸] تفسير القرطبي: ۱۴/۸۴+ابن كثير: ۳/۵۱۶+ فتح الباري: ۸/۱۱۲،۱۱۳+ شرح النووي: ۲/۳۰۸

حیات کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ جہاد بھی اسلام کا ایک اہم اجتماعی فریضہ ہے۔ لہٰذا جماعت اور امارت کے نظام کا قیام اس کی ابتدائی چیزوں میں شامل ہے۔ تاہم جہاد کے لئے ایک جماعت اور امارت کا قیام البتہ لازمی شرط ہے۔ مکمل کنٹرول کرنے والی اور بااختیار انتظامیہ پر مشتمل خلافت و امارت کا وجود لازمی شرط نہیں۔ جیسا کہ ہم اس موضوع پر اسی باب میں مدلل بحث کرینگے۔ مسلمانوں کے لئے جماعت و امارت کی ضرورت و اہمیت پر کتاب و سنت کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

جماعت کی ضرورت و اہمیت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۴۸] ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا..... ﴾ [آل عمران = ۳:۱۰۳]

"اے ایماندارو! تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن اور اللہ سے کئے ہوئے عہد) کو مضبوط پکڑ لو اور (یہود و نصاریٰ کی طرح) علیحدہ علیحدہ نہ ہو۔"

[۳۴۹] ﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ [آل عمران=۳:۱۰۵]

"اور ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) کی مثل مت بنو جو متفرق ہو گئے اور واضح آیات آنے کے بعد بھی انہوں نے آپس میں اختلاف کیا اور انہی لوگوں کیلئے بہت بڑا عذاب ہے۔"

[۳۵۰] ﴿ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ ۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ ﴾ [الروم=۳۰:۳۱،۳۲]

"(اور تم نماز قائم کرو) اور مشرکین سے مت بنو جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور خود فرقہ فرقہ بن گئے۔ ہر فرقہ اپنے مزعومہ خیالات پر شاداں و فرحاں ہے۔"

[۳۵۱] ﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ ۫ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ﴾ [الانفال=۸:۴۶]

"اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو۔ ورنہ تم بے ہمت اور سست بن جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور (جہاد میں) ثابت قدم رہو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

[۳۵۲] ﴿ إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَ كَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ط.....﴾

[الأنعام=۶:۱۵۹]

''بلاشبہ جن لوگوں (یہود و نصاریٰ) نے اپنے دین کو متفرق اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور خود فرقہ فرقہ ہو گئے، تیرا ان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔''

[۳۵۳] ﴿وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ط.....﴾ [آل عمران=۳:۱۵۹]

''(اے نبی ﷺ)! اور اہم معاملات میں ان (صحابہ) سے مشورہ کیا کرو پھر (صلاح و مشورہ کے بعد) جب تو پختہ عزم کر لے تو محض اللہ پر توکل اور اعتماد کر۔''

[۳۵۴] ﴿ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ.....﴾

[الشوریٰ=۴۲:۳۸]

''اور جنہوں نے اپنے رب کا حکم قبول کر لیا اور نماز قائم کر لی اور ان کے آپس کے معاملات ایک دوسرے کے صلاح مشورے کے ساتھ چلتے ہیں۔''

مشہور روایت ''حدیث خیر وشر'' میں رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمایا:

[۳۵۵] « تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَ إِمَامَهُمْ قُلْتُ : فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟ قَالَ : فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا »[۵۹]

''(غلبۂ شر کے وقت) تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اگر اہل اسلام کی کوئی جماعت اور امام موجود نہ ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تم ان تمام فرقوں اور گروہوں سے علیحدگی اختیار کر لو۔''

[۳۵۶] « مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ ثُمَّ مَاتَ ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔ وَ مَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِلْعَصَبَةِ ، وَ يُقَاتِلُ لِلْعَصَبِيَّةِ، فَلَيْسَ مِنْ أُمَّتِي۔ وَ مَنْ خَرَجَ مِنْ أُمَّتِي، عَلَى أُمَّتِي يَضْرِبُ بَرَّهَا وَ فَاجِرَهَا، لَا يَتَحَاشَ مِنْ مُّؤْمِنِهَا، وَ لَا يَفِي لِذِي عَهْدٍ عَهْدَهَا فَلَيْسَ مِنِّي »[۶۰]

---

[۵۹] صحيح البخاري = كتاب الفتن : باب كيف الأمر إذا لم تكن جماعة ، الحديث ۶۶۷۳ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن و في كلّ حال و تحريم الخروج على الطاعة و مفارقة الجماعة ،الحديث:۱۸۴۷

[۶۰] صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن، الحديث:۱۸۴۸

''جو شخص اطاعت امیر سے نکل گیا اور جماعت سے علیحدہ ہو گیا، پھر اس کی موت آ گئی تو وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔ جو اندھے پرچم (جس کا مقصد ہی واضح نہیں) کے نیچے قتل ہوا۔ وہ قومی عصبیت کی خاطر غضبناک ہوتا ہے اور قومی عصبیت کی خاطر جنگ کرتا ہے، وہ میری امت سے نہیں۔ جس نے میری امت کے خلاف میری امت میں سے علم بغاوت بلند کیا اس کے نیک و بد سب کو مارنے لگا، نہ مومن سے اجتناب کیا اور نہ کسی ذمی کے ساتھ کیا ہوا عہد پورا کیا تو یہ بھی مجھ سے نہیں ہے۔ (یعنی میرے ساتھ اس کا کوئی واسطہ اور تعلق نہیں)۔''

[۳۵۷] « مَنْ رَاٰى مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَصْبِرْ فَاِنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوْتُ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً » [۱]

''جو کوئی اپنے امیر میں کوئی ناپسندیدہ امر دیکھے تو صبر کرے۔ کیونکہ جو ایک بالشت بھر جماعت سے علیحدہ ہو کر مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔''

[۳۵۸] « مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهٗ وَ مَنْ مَاتَ وَ لَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً » [۲]

''جس نے اطاعت امیر سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے بلا دلیل و حجت ملے گا اور جس کی موت اس حالت میں آئی کہ اس کی گردن میں امیر کی بیعت (کا ہار) نہ ہوا تو وہ جاہلیت کی موت کے ساتھ مرے گا۔''

[۳۵۹] « اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَ يُتَّقٰى بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ عَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذٰلِكَ اَجْرًا وَاِنْ قَالَ بِغَيْرِهٖ فَاِنَّ عَلَيْهِ مِنْهُ » [۳]

''خلیفہ یا امیر (امت کے لئے ڈھال ہے)۔ اس کے ساتھ مل کر کافروں اور مشرکوں سے قتال کیا جاتا ہے اور اس کی (قوت و مدد سے کافروں اور شرپسندوں کے شر سے) محفوظ رہا جاتا ہے۔ پس اگر وہ پرہیزگاری کا حکم دے گا اور عدل و انصاف کرے گا تو اسے اس کا

---

[۱] صحيح البخاري = كتاب الأحكام : باب السمع والطاعة ما لم تكن معصية، الحديث ۶۷۲۹ * صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن ، الحديث ۱۸۴۹

[۲] صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن ،الحديث ۱۸۵۱

[۳] صحيح البخاري = كتاب الجهاد : باب يقاتل من وراء الإمام و يتقى به ، الحديث ۲۷۹۷ * صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب الإمام جنة يقاتل به من وراءه و يتقى به ، الحديث ۱۸۴۱

اجر وثواب حاصل ہوگا اور اگر اس کے بغیر کوئی حکم دے گا تو اس پر اس کا بوجھ ہوگا۔"

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان کرتے ہوئے ایک لمبی حدیث میں ارشاد فرمایا:

[۳۶۰] « عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَ إِيَّاكُمْ وَ الْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَ هُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ أَبْعَدُ مَنْ أَرَادَ بُحْبُوحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ » [۶۴]

"لوگو! جماعت کو لازم پکڑو اور فرقہ بازی سے احتراز کرو۔ کیونکہ شیطان اکیلے شخص کا ساتھی ہے اور دو سے بہت زیادہ دور ہے۔ جو شخص اعلیٰ اور وسط جنت کا خواہشمند ہے وہ جماعت کو لازم پکڑے۔"

امیر کی اطاعت وفرمانبرداری:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۳۶۱] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝﴾ [النساء=۴:۵۹]

"اے ایماندارو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے امراء کی اطاعت کرو۔ پھر اگر (امراء کے ساتھ) کسی معاملے میں تمہارا تنازعہ ہو جائے تو اس کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ طریقہ تمہارے لئے بہت بہتر اور انجام کے اعتبار سے بہت ہی اچھا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۳۶۲] « مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَ مَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ ۔ وَ مَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي وَ مَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي وَ إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَ يُتَّقَى » [۶۵]

---

[۶۴] صحيح الترمذي= أبواب الفتن: باب في لزوم الجماعة، الحديث: ۱۷۵۸+ المستدرك على الصحيحين= كتاب الفتن والملاحم، الحديث: ۸۵۴۵، ۸۵۴۶+ مسند أحمد: ۵/ ۱۴۵

[۶۵] صحيح البخاري= كتاب الجهاد: باب يقاتل من وراء الإمام و يتقى به، الحديث: ۲۷۹۷ + صحيح مسلم= كتاب الإمارة: باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية، الحديث: ۱۸۳۵+ صحيح النسائي= كتاب البيعة: باب الترغيب في طاعة الإمام، الحديث: ۳۹۰۹+ صحيح إبن ماجة= كتاب الجهاد: باب طاعة الإمام، الحديث: ۲۳۰۸

''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی وہ اللہ کا بھی نافرمان ہے اور جو امیر کی اطاعت کرے گا اس نے میری اطاعت کی اور جو امیر کی نافرمانی کرے گا وہ میرا بھی نافرمان ہے۔ بلاشبہ امام اور امیر ایک ڈھال ہے جس کے ساتھ مل کر کفار سے قتال کیا جاتا ہے۔ جس کی قوت و تعاون سے کافروں اور فاجروں کے فساد سے محفوظ رہا جاتا ہے۔''

[٣٦٣] « اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَ اِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَاَنَّ رَأْسَهُ زَبِيْبَةٌ اَوْ عَبْدٌ مُجَدَّعٌ يَقُوْدُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ » [٤٦]

''امیر کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اگرچہ کوئی حبشی غلام منقی جیسے چھوٹے سر والا یا کوئی ناک کٹا غلام تمہارا امیر بنا دیا جائے جو کتاب اللہ کے مطابق تمہاری قیادت کرتا ہو۔''

[٣٦٤] « اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا اَحَبَّ وَ كَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَ لَا طَاعَةَ » [٤٧]

''مسلمان آدمی پر اپنی پسندیدہ اور ناپسندیدہ تمام باتوں میں امیر کی بات سننا اور ماننا لازم ہے جب تک اسے اللہ کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے۔ چنانچہ جب معصیت الٰہی کا حکم کیا جائے تو نافرمانی میں سمع و اطاعت نہ ہوگی، اطاعت صرف نیک کاموں میں ہوتی ہے۔''

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٣٦٥] « بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ فِي الْمَنْشَطِ وَ الْمَكْرَهِ وَ اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهُ وَ اَنْ نَقُوْمَ اَوْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ حَيْثُمَا كُنَّا ، لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ

---

٤٦ صحيح البخاري= كتاب الأحكام : باب السّمع والطّاعة للإمام ما لم تكن معصية ، الحديث: ٦٧٢٣ + صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية و تحريمها في معصية ، الحديث : ١٨٣٨ + صحيح النّسائي= كتاب البيعة : باب الحض على طاعة الإمام، الحديث : ٣٩٠٨ + صحيح إبن ماجة = كتاب الجهاد : باب طاعة الإمام ، الحديث : ٢٣٠٩. آخری جملہ "اَوْ عَبْدٌ مجدّعٌ يَقُوْدُكُمْ بكتاب اللّٰه" صرف صحیح مسلم میں ہے

٤٧ صحيح البخاري= كتاب الأحكام : باب السّمع والطّاعة للإمام ما لم تكن معصية ، الحديث: ٦٧٢٥ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية ، الحديث : ١٨٣٩ + صحيح التّرمذي = كتاب الجهاد : باب لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق ، الحديث : ١٣٩٦ + صحيح النّسائي = كتاب البيعة : باب البيعة في ما أحبّ و كره ، الحديث: ٣٨٩١ + صحيح إبن ماجة= كتاب الجهاد: باب لا طاعة في معصية الله ، الحديث : ٢٣١٣

لَوْمَةَ لَائِمٍ » [۱۸]

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کی ان شرائط پر بیعت کی کہ ہماری طبیعت مانے یا نہ مانے ہر حال میں امیر کی بات سنیں اور مانیں گے اور امیر کے ساتھ امارت کے معاملے میں جھگڑا نہ کرینگے ۔ یہ کہ ہم جہاں بھی ہونگے حق بات برملا کہتے رہیں گے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف نہ رکھیں گے۔''

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

[٣٦٦] « دَعَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْنَاهُ۔ فَقَالَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا : أَنْ بَايَعْنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَ مَكْرَهِنَا وَ عُسْرِنَا وَ يُسْرِنَا وَ أَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَ أَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ قَالَ :« إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللّٰهِ فِيهِ بُرْهَانٌ » [۱۹]

''(بیعت عقبہ کی رات)رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بلا بھیجا ۔آپ ﷺ نے ہم سے یہ اقرار لیا کہ ہم اپنی خوشی اور ناخوشی میں ،اپنی آسانی اور تنگ حالی میں آپ ﷺ کی بات سنیں گے اور مانیں گے اور ہماری حق تلفی بھی (اگر)ہو رہی ہو تب بھی بات سنیں گے اور مانیں گے ۔یہ بھی اقرار لیا کہ ہم کسی امیر اور حاکم سے امارت چھیننے کی کوشش نہیں کریں گے اِلّا یہ کہ کوئی واضح کفر نظر آئے ۔اگر امیر واضح کفر کا ارتکاب کرے تو پھر تمہارے رب کے ہاں پیش کرنے کے لئے تمہارے پاس اس بارے میں دلیل موجود ہے (لہٰذا اس صورت میں تم امیر سے امارت چھیننے اور امیر کو امارت سے علیحدہ کرنے کے مجاز ہو)۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٣٦٧] « كُنَّا نُبَايِعُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ ، ثُمَّ يَقُولُ لَنَا:« فِيمَا اسْتَطَعْتُمْ » [۲۰]

---

[۱۸] صحيح البخاري= كتاب الأحكام : باب كيف يبايع الإمام النّاس، الحديث :٦٧٧٤+ صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية و تحريمها في المعصية، الحديث: ١٧٠٩ + صحيح إبن ماجة= كتاب الجهاد: باب البيعة ، الحديث : ٢٣١٥

[۱۹] صحيح البخاري = كتاب الفتن : باب قول النّبيّ ﷺ سترون بعدي أمورًا تنكرونها الحديث :٦٦٤٧+ صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية و تحريمها في المعصية ، الحديث : ١٧٠٩

[۲۰] صحيح النّسائي= كتاب البيعة : باب البيعة في ما يستطيع الانسان، الحديث :٣٩٠٤+ صحيح أبي داؤد = كتاب الخراج والإمارة و الفيء: باب ما جاء في البيعة، الحديث :٢٥٤٧+ صحيح التّرمذي= أبواب السّيَر: باب ما جاء في بيعة النّبيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، الحديث:١٢٩٦

''ہم رسول اللہ ﷺ کی بات سننے اور ماننے پر بیعت کرتے تھے۔ آپ ﷺ بیعت لیتے وقت یہ الفاظ بھی ارشاد فرماتے تھے: اطاعت و فرمانبرداری بقدر استطاعت ضروری ہے۔''

امیر کی صفات اور فرائض:

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۳۶۸] « اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔ فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى أَهْلِ بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ۔ وَ عَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ۔ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ » [1]

''آگاہ رہو کہ تم میں سے ہر شخص نگران اور اپنی رعیت کا مسئول (یعنی ذمہ دار اور جوابدہ) ہے۔ چنانچہ لوگوں کا امیر بھی نگران ہے اور اپنی تمام رعایا کا مسئول ہے۔ آدمی اپنے اہل خانہ کا نگران اور ذمہ دار ہے۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران اور ذمہ دار ہے اور آدمی کا غلام اپنے مالک کے مال پر نگران اور اس کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ تم سب نگران اور جوابدہ ہو۔''

1. مذکورہ بالا حدیث کے مطابق امیر اور خلیفہ کی اولین صفت یہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو عوام کا نگران اور جوابدہ کی حیثیت میں رکھے نہ کہ جابر، آمر اور سلطان کی حیثیت میں۔
2. امیر امارت کا کبھی طلبگار اور حریص نہ ہو۔ بلا طلب و حرص امیر بنا دیا جائے تو اس مسئولیت کو فریضۂ الٰہی تصور کرتے ہوئے دیانتداری سے ادا کرے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

---

[1] صحيح البخاري = كتاب الأحكام: باب قول الله تعالى ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء= ٥٩:٤)، الحديث: ٦٧١٩+ صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب فضيلة الإمام العادل و عقوبة الجائر و الحث على الرفق بالرعية، والنهي عن إدخال المشقة عليهم، الحديث ١٨٢٩+ صحيح أبي داؤد = كتاب الخراج و الإمارة والفيء: باب ما يلزم الإمام من حق الرعية الحديث: ٢٥٤١+ صحيح الترمذي = أبواب الجهاد: باب ما جاء في الإمام، الحديث: ١٣٩٤

[۳۶۹] « إِنَّا وَاللّٰهِ لَا نُوَلِّي عَلٰى هٰذَا الْعَمَلِ أَحَدًا سَأَلَهُ وَلَا أَحَدًا حَرَصَ عَلَيْهِ » [۲]

''ہم یہ امارت کی ذمہ داری کسی بھی ایسے شخص کو نہیں دیتے جو اس کا سوال کرے یا اس کی حرص کرے۔''

۲ امیر عوام سے محبت کرنے والا، ان کے لئے رحم دلی اور درگزر کا داعی اور خیر خواہ ہو۔ کیونکہ یہ امراء کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ جبکہ سخت دل ہونا اور بد خواہ ہونا برے امراء کی صفات میں سے ہے۔[۳]

۳ کتاب وسنت کے مطابق عوام کی قیادت کرے، نیک کاموں کا حکم دے، برے کاموں سے منع کرے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۳۷۰] « يَقُوْدُكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ » [۴]

''کتاب اللہ کے ساتھ وہ تمہاری قیادت کرے۔''

اور تمام معاملات میں خوشخبری اور آسانی کا راستہ اختیار کرے، نفرت دلانے والا اور تنگی پیدا کرنے والا راستہ نہ اپنائے۔ صلح وصفائی اور ایک دوسرے سے تعاون کا ماحول پیدا کرکے آپس کی نفرتوں اور مخالفتوں سے احتراز کرے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو جب یمن کا امیر مقرر فرما کر روانہ کرنا چاہا تو درج ذیل ہدایات فرمائیں:

[۳۷۱] « يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا » [۵]

''تم دونوں لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا، تنگی نہ پیدا کرنا، خوشخبری دینا اور نفرت نہ دلانا، ایک دوسرے کی موافقت کرنا (یعنی ایک دوسرے کی بات تسلیم کرنا) اور آپس میں اختلاف نہ کرنا۔''

۵ امیر کو چاہئے کہ ان معاملات میں اہل علم و دانش اور صاحب فہم و ادراک سے مشورہ

---

[۲] صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب النهي عن طلب الإمارة والحرص عليها ، الحديث:۱۷۳۳ + صحيح البخاري = كتاب الأحكام : باب ما يُكرَهُ من الحرص على الإمارة ،الحديث : ۶۷۳۰

[۳] صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب خيار الأئمة و شرارهم ،الحديث : ۱۸۵۵

[۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل : ۳۶۳

[۵] صحيح البخاري = كتاب الجهاد ، باب ما يُكرَهُ من التنازع و الإختلاف في الحرب و عقوبة من عصى إمامه، الحديث : ۲۸۷۳ + صحيح مسلم = كتاب الجهاد : باب في الأمر بالتيسير و ترك التنفير، الحديث : ۱۷۳۳

کرے جن کے بارے قرآن وسنت سے کوئی واضح نص موجود نہ ہو۔ تاہم کتاب وسنت کا حکم واضح ہونے کے بعد کسی سے بھی مشورہ نہ کرے۔ مشورے کے لئے ایک مجلس شوریٰ قائم کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۳۷۲] ﴿ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ..... ﴾ [آل عمران=۳:۱۵۹]

"اپنے ساتھیوں سے اہم معاملہ میں مشورہ لے لیا کریں۔ البتہ جب پختہ عزم کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے اس (مشورے) پر عمل کرلیا کریں۔"

علاوہ ازیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ امیر کی ایک کمیٹی ہونی چاہئے جو اس کو نیکی کے معاملات میں گائیڈ کرے۔"[۶]

۶ امیر اور قاضی کتاب وسنت کا عالم ہو۔

۷ مزید علم وتحقیق کا طالب ہو۔

۸ متحمل مزاج اور بردبار ہو۔

۹ پرہیزگار اور پاکدامن ہو۔

۱۰ سمجھدار ہو۔

۱۱ مضبوط قوت ارادی کا مالک ہو۔ جناب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ایسے اوصاف امیر کے لئے بیان فرمائے ہیں۔[۷]

۱۲ عادل اور انصاف پسند ہو، ظالم و جابر نہ ہو۔ اس کی دلیل وہ مشہور حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات خوش نصیب ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔ ان میں سے پہلے نمبر پر عادل اور منصف امیر ہے۔[۸]

۱۳ طاقت ور ہو۔

۱۴ امانتدار ہو۔ قرآن مجید کی سورۃ القصص میں اس کا اشارہ یوں ملتا ہے:

---

[۶] صحيح البخاري = كتاب الأحكام: باب بطانة الإمام و أهل مَشُورَتِه، الحديث: ٦٧٧٣ + صحيح النسائي = كتاب البيعة: باب بطانة الإمام، الحديث: ٣٩١٧-٣٩١٩

[۷] ملاحظہ ہو صحيح البخاري = كتاب الأحكام: باب متى يستوجب الرجل القضاء.

[۸] صحيح البخاري = كتاب الزكاة: باب الصَّدقة بِالْيَمِينِ، الحديث: ١٣٥٧ + صحيح مسلم = كتاب الزكوة: باب فضل إخفاء الصَّدقة، الحديث: ١٠٣١

[۳۷۳] ﴿ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝﴾ [القصص:۲۸:۲۶]

''(شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں نے اپنے باپ کو مشورہ دیا کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کو مزدوری پر رکھ لیں۔ اس لئے کہ) بہترین مزدور وہ ہوتا ہے جو مضبوط طاقتور اور امانتدار ہو (اور یہ دونوں خوبیاں موسیٰ علیہ السلام میں ہیں)۔''

علاوہ ازیں نبی ﷺ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ کو کہا تھا:

[۳۷۴] « يَا اَبَا ذَرٍّ! اِنَّكَ ضَعِيْفٌ وَ اِنَّهَا اَمَانَةٌ »[۴۹]

''اے ابو ذر! تو کمزور آدمی ہے (یعنی آپ سے یہ ذمہ داری نہیں نبھائی جائے گی)۔ یہ منصب ایک امانت ہے تو اس کو اٹھانے سے قاصر ہے۔''

⑮ عوام کی حاجات و ضروریات کی کفالت میں ہمیشہ کوشاں رہے اور ان کی نظروں سے اوجھل نہ رہے۔[۵۰]

⑯ امیر کو چاہئے کہ عوام سے کتاب و سنت کے مطابق حسب استطاعت احکامات سننے اور ماننے کی بیعت لے۔ علاوہ ازیں ایمان، اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کی باقاعدہ بیعت لے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۷۵] ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ ﴾ [الفتح:۴۸:۱۰]

''بے شک وہ لوگ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔''

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

[۳۷۶] ﴿ فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ..... ﴾ [الممتحنة:۶۰:۱۲][۵۱]

''پس ان سے بیعت لے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگ۔''

⑰ جہاد کی طرف نکلنے کا حکم دیتے وقت لوگوں کے حالات و ضروریات کا خصوصی خیال رکھے

---

[۴۹] صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب کراهة الإمارة بغیر ضرورة، الحدیث: ۱۸۲۵

[۵۰] صحیح أبی داؤد = کتاب الخراج والإمارة والفیء: باب فیما یلزم الإمام من أمر الرّعیّة، الحدیث: ۲۵۵۵

[۵۱] نیز ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب المغازی: باب غزوة الحدیبیة، الحدیث: ۳۹۴۲، ۳۹۲۲+ و کتاب الجهاد: باب البیعة فی الحرب أن لا یفرّوا و قال بعضهم علی الموت، الحدیث: ۲۷۹۸-۲۸۰۲+ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب إستحباب مبایعة الإمام الجیش عند ارادة القتال و بیان بیعة الرّضوان تحت الشجرة، الحدیث: ۱۸۵۶-۱۸۶۱

اور شدید ترین حاجت وضرورت کے بغیر کسی بھی اہم اور ہنگامی مصروفیت والے شخص کو اپنے ہمراہ لے جانے سے اجتناب کرے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[۳۷۷] « غَزَا نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ ، فَقَالَ لِقَوْمِهِ: لَا يَتْبَعْنِي رَجُلٌ مَلَكَ بُضْعَ امْرَأَةٍ وَ هُوَ يُرِيدُ أَنْ يَبْنِيَ بِهَا وَ لَمَّا يَبْنِ بِهَا » [۵۲]

"اللہ کے نبیوں میں ایک نبی نے غزوہ کیا تو اس نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا: کوئی ایسا شخص میرے ساتھ جہاد کے لئے نہ نکلے جس نے کسی عورت سے نئی نئی شادی کی ہو، وہ اس کے ساتھ ازدواجی تعلق استوار کرنا چاہتا ہو اور ابھی تک اس نے اس کے ساتھ ازدواجی تعلق استوار نہیں کیا۔"

⑱ مختلف علاقوں اور چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور لشکروں کے امراء کی طرح علماء دین بھی امراء ہیں۔ دینی مسائل کے حل اور باہمی جھگڑوں کے فیصلہ کے لئے علماء مثالی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ بالخصوص جب خلافت اسلامیہ اور امامت کبریٰ نہ ہو (یعنی تمام مسلمانوں کا ایک امیر موجود نہ ہو) تو علماء ہی امت کے لئے قابل اطاعت امراء اور اہل حل وعقد ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۷۸] ﴿ وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ ﴾ [النساء ۴: ۸۳]

"اور جب انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی تو انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اگر یہ لوگ اسے رسول اللہ ﷺ اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اور مسائل اخذ کرتے ہیں۔"

امام قرطبی فرماتے ہیں: وہ مسائل کا استنباط کرنے والے اور مسائل اخذ کرنے والے اہل علم اور فقیہ لوگ ہوتے ہیں۔ یہ بات انہوں نے حسن اور قتادہ سے نقل کی ہے۔[۵۳]

---

۵۲ صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب قول النبيّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ((أُحِلَّت لكم الغنائم)) الحديث:۲۹۵۶ + صحیح مسلم = کتاب الجهاد : باب تحليل الغنائم لهذه الأمّة خاصةً، الحديث:۱۷۴۷

۵۳ تفسیر القرطبی: ۵/ ۱۸۸ + ابن کثیر: ۱/ ۵۸۲ + تفسیر البیضاوی: ۱/ ۱۹۶-۱۹۷ + تفسیر جلالین، مصری طبع: ۱/ ۱۹۷، پاکستانی طبع: ۸۲

مذکورہ آیات و احادیث سے حاصل شدہ احکام و مسائل:

① اللہ تعالیٰ کے فرمان ''اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو'' میں ''حبل اللہ'' سے مراد کیا ہے؟ مفسرین کے اس بارے تین اقوال ہیں:

① قرآن مجید

② عہد الٰہی

③ جماعت۔

یہ تینوں مفہوم ایک دوسرے کے قریب ہیں اور قرآن مجید میں تینوں کی طرف اشارے موجود ہیں۔ البتہ اللہ کی مضبوط رسی، صراط مستقیم اور نور مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔ جیسا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت مروی ہے۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ گروہوں میں تقسیم نہ ہوا جائے اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑا جائے۔ لہٰذا اجتماعی زندگی گزارنا اور جماعت کے ساتھ وابستگی فرض اور واجب ہے۔[۵۴]

② ''اور تفرقہ تفرقہ مت بنو'' یہ مکرر حکم موجود ہے کہ جماعت کو لازم پکڑو اور فرقہ فرقہ مت بنو۔ جیسا کہ بہت زیادہ آیات و صحیح احادیث میں گروہ در گروہ ہونے اور فرقہ فرقہ ہونے کی شدید ممانعت ہے۔ نیز وحدت اور اجتماعیت کے تاکیدی احکامات موجود ہیں۔[۵۵]

③ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم معاشرہ کے لئے جماعتی زندگی گزارنا اور تفرقہ بازی اور اختلاف سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

* [۳۷۹] ﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا ﴾ [آل عمران = ۳:۱۰۳]
* [۳۸۰] ﴿ وَ لَاتَفَرَّقُوْا ﴾ [آل عمران = ۳:۱۰۳]
* [۳۸۱] ﴿ وَلَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا ﴾ [آل عمران = ۳:۱۰۵]
* [۳۸۲] ﴿ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا ﴾ [الانفال = ۸:۴۶]
* [۳۸۳] ﴿ لَسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ﴾ [الانعام = ۶:۱۵۹]

---

۵۴ تفسیر القرطبی: ۴/ ۱۰۶ + تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۱۶، ۴۱۷

۵۵ تفصیل کے لئے دیکھئے صحیح البخاری = کتاب الإیمان و کتاب الإعتصام + صحیح مسلم = کتاب الإیمان و کتاب فضائل النبی ﷺ

ان آیات کے علاوہ اور بہت ساری آیات اور احادیث سے یہی مفہوم معلوم ہوتا ہے۔

④ اسلام کا اجتماعی نظام عہد نبوت سے ہی شورائیت کے زریں اصولوں پر مبنی ہے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۳۸٤] ﴿ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ﴾ [الانفال=۸:۱۵۹]

''اہم معاملہ میں صحابہ سے مشورہ لے لیا کریں۔''

خلافت راشدہ کا اجتماعی نظام بھی شورائی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۳۸۵] ﴿ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ﴾ [الشوریٰ=۴۲:۳۸]

''اور ان کے تمام اہم امور باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔''

اسلام کا شورائی نظام بنیادی قواعد وضوابط کے لحاظ سے جمہوریت کے مخالف اور متضاد ہے۔[۵۶]

⑤ جماعتی زندگی کا قیام اور امیر جماعت کی نامزدگی ملت اسلامیہ کا اجتماعی فریضہ ہے۔ امیر کی اطاعت سے نکل کر اور جماعت سے علیحدگی اختیار کرکے زندگی گزارنا غیر اسلامی زندگی ہے۔ علاوہ ازیں غیر جماعتی زندگی گزارتے ہوئے مرنا جاہلیت کی موت مرنا ہے۔ متحد جماعت کے شیرازے کو بکھیرنے والا اور بغاوت کا ارتکاب کرنے والا ''پس وہ مجھ سے نہیں'' کی ڈانٹ کے مطابق نبی اکرم ﷺ کی امت یا عہدا ور ذمہ داری سے خارج قرار پاتا ہے۔[۵۷]

⑥ جماعت اور امیر جماعت کا قیام امت مسلمہ کے لئے باعث حفاظت ہے۔ امیر جماعت جہاد کی ڈھال ہے۔ اس کے ہمراہ جہاد وقتال فرض اور واجب ہے۔ خواہ وہ عادل ہو یا ظالم۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

[۳۸٦] « تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ »[۵۸]

''مسلمانوں کے امیر اور ان کی جماعت سے وابستہ رہو۔''

[۳۸۷] « وَإِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَآئِهِ »[۵۹]

---

۵۶ ملاحظہ ہو صحیح البخاری= کتاب الإعتصام + صحیح مسلم = کتاب الإمارة

۵۷ تخریج کے لیے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۳۵٦

۵۸ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۳۵۵

۵۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۳۵۹

''امیر ڈھال ہے۔اس کی آڑ میں لڑا جاتا ہے۔''

بالفرض جماعت اور امیر موجود نہ ہو تو دینی فرائض ساقط نہ ہونگے۔ البتہ گمراہ فرقوں سے علیحدگی ضروری ہے۔اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے:

[۳۸۸]« فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا » [۹۰]

''اے حذیفہ! تو ان تمام گروہوں اور فرقوں سے علیحدہ رہ۔''

⑦ امیر جماعت کی بات سننا اور ماننا فرض اور واجب ہے۔یہ اسلام میں تیسری اطاعت ہے۔پہلی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔دوسری اطاعت رسول اللہ ﷺ کی ہے۔جبکہ تیسری اطاعت امیر کی اطاعت ہے۔پہلی دو اطاعتیں مستقل اور غیر مشروط جبکہ تیسری اطاعت امیر کی اطاعت غیر مستقل اور مشروط ہے۔شرط یہ ہے کہ امیر کتاب وسنت کے مطابق نیکی کا حکم کرے، اختلاف اور جھگڑے کی صورت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف پلٹنا ضروری ہوگا۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۳۸۹] ﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ﴾ [النساء=۴:۵۹]

''پس اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔''

⑧ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہے اور آپ کی نافرمانی عین معصیت الٰہی ہے۔اسی طرح شرعی امیر کی اطاعت یا نافرمانی عین رسول اللہ کی اطاعت و نافرمانی ہے۔بشرطیکہ امیر نیکی کا حکم کرنے والا اور برائی سے منع کرنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہ کرے۔

⑨ قرآن مجید کی درج ذیل آیت سیدنا عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئی تھی:

[۳۹۰] ﴿ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ..... ﴾ [النساء=۴:۵۹]

''اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو''

نبی ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹے لشکر کا امیر مقرر فرمایا اور جماعت کو ان کی مکمل اطاعت کا حکم دیا۔دوران سفر امیر نے لوگوں کو دہکتی آگ میں داخل ہوجانے کا حکم دیا تو انہوں نے صاف انکار کردیا۔واپسی پر نبی ﷺ نے فرمایا:

---

[۹۰] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۵۵

[۳۹۱] « لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ »[۹۱]

''اگر وہ اس میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک نہ نکلتے۔ اطاعت صرف نیک کام میں ہے۔''

⑩ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۳۹۲] « اِسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيْبَةٌ »[۹۲]

''امیر کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اگرچہ تم پر چھوٹے سر والا حبشی غلام ہی امیر مقرر کر دیا جائے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امیر کی بات سننا اور ماننا تنگی اور آسانی میں، خوشی اور غمی میں، پسندیدہ اور ناپسندیدہ احکام میں واجب ہے۔[۹۳]

اگرچہ بالفرض (نہ کہ فی الواقع) امیر چھوٹے سر والا حبشی غلام یا ناک کٹا ہوا غلام ہو، مگر شرط یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق حکم کرے اور کتاب اللہ کے احکام کے ساتھ قیادت کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم کرے تو امیر کی بات نہ سننا فرض ہے اور نہ ماننا فرض ہے۔[۹۴]

⑪ امیر کے خلاف بغاوت کرنا اور اطاعت سے نکلنا حرام ہے۔ الا یہ کہ وہ ایسے صریح کفر کا ارتکاب کرے جس کے کفر ہونے پر کوئی شرعی دلیل ہو۔[۹۵]

⑫ شرعی امیر کے ہمراہ کافروں کے خلاف جہاد فرض رہے گا خواہ وہ عادل و متقی ہو یا جابر و فاجر۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: '' امام ڈھال ہے اس کے ہمراہ لڑائی ہوگی۔ اگر وہ تقویٰ کا حکم کرے گا اور انصاف کرے گا تو اس کو اس پر اجر ملے گا اور اگر وہ ظلم و زیادتی کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔''[۹۶]

---

۹۱ صحیح البخاری= کتاب الأحکام: باب السمع والطاعة للإمام ما لم تکن معصیة، الحدیث: ۶۷۲۶ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة، الحدیث: ۱۸۴۰

۹۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۶۳

۹۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۶۴،۳۶۵

۹۴ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۶۴

۹۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۶۶

۹۶ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۵۹

مزید رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جہاد جاری رہے گا اس کو عادل کا عدل یا جابر کا جبر باطل قرار نہیں دے سکتا۔''[۹۷]

(۱۳) انتخاب امیر کا بنیادی ادارہ ایماندار اور پرہیز گار افراد کی مجلس شوریٰ ہے نہ کہ بھیڑ چال چلنے والی عوام کا نظام جمہوریت ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:'' اور ان کے باہمی معاملات مشورے سے طے پاتے ہیں۔''

امیر اور خلیفہ کا اپنی زندگی میں کسی کو ولی عہد مقرر کرنا یا نہ کرنا دونوں طریقے شرعی ہیں اور دونوں کی بنیاد بھی شورائیت پر ہے۔[۹۸]

(۱۴) مکمل کنٹرول کرنے والے اور لا قانونیت پر قابو پانے والے خلفاء کی طرح جماعت کے بڑے اور چھوٹے لشکروں کے امیروں کی اطاعت بھی شرعی فریضہ ہے اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے خلافت اسلامیہ کا ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف جماعت و امارت کا قیام ضروری ہے۔[۹۹]

(۱۵) خلیفۃ المسلمین یا مسلمانوں کی جماعت کے امیر پر شرعی طور پر لازم ہے کہ وہ اپنی ایک مجلس شوریٰ قائم کرے۔[۱۰۰]

اور جماعت کے تمام اجتماعی امور کو باہمی مشوروں کے ساتھ سرانجام دے ۔ جیسا کہ عہد نبوت وعہد خلافت راشدہ میں مسلمانوں کا معمول تھا۔[۱۰۱]

(۱۶) خلیفۃ المسلمین یا امیر عام پر شرعاً لازم ہے کہ ماتحت امراء اور مسئولین کو نصیحتیں فرمائے۔ وہ نصیحتیں جو نبی ﷺ سیدنا ابو بکر صدیق یا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما فرمایا

---

۹۷ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٦٦

۹۸ دیکھئے صحیح البخاری= کتاب الإعتصام بالکتاب والسُّنّة : باب کراهية الإختلاف و باب قول الله تعالى ﴿و أمرُهُم شُورى بَينَهُم﴾ [الشُّورى =٤٢:٣٨] / کتاب التّفسير / تفسير سورة الأعراف:باب ﴿ خُذِ العَفوَ وَ أمربِالعُرفِ وَأعرِض عَنِ الجَاهِلِينَ ٥﴾ [الاعراف:٧:١٩٩] الحديث: ٤٦٤٢+ صحيح مسلم= کتاب الإمارة : باب الإستخلاف و تركه

۹۹ دلیل کے طور پر دیکھئے الرّقم المسلسل: ٣٩١

۱۰۰ دیکھئے اسی باب کا حاشیہ نمبر: ٧٥

۱۰۱ دیکھئے تفسیر سورۃ آل عمران :١٥٩ وتفسير سورة الشُّورى:٣٨+صحيح البخاري = کتاب التّفسير : باب قوله ﴿خُذِ العَفوَ وَ أمر بِالعُرفِ وَأعرِض عَنِ الجَاهِلِين ٥﴾ [الأعراف=٧:١٩٩] / کتاب المرضى : باب ما يذكر في الطّاعون /کتاب المحاربين من أهل الكفر والرّدّة : باب رجم الحبلى من الزّنى اذا أحصنت .

کرتے تھے۔[۲]

⑭ خلیفہ و امیر کے لئے مندرجہ ذیل اوصاف و شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) مسلم (۲) عاقل (۳) بالغ (۴) مرد (۵) آزاد (۶) کتاب و سنت کا عالم (۷) عادل و پرہیز گار ہونا" جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: "(خلافت و امارت اور حکومت و سلطنت دینے کا) میرا وعدہ ظالموں پر لاگو نہیں ہوگا۔" [البقرة=۲:۱۲٤] (۸) صاحب فہم و فراست (۹) طاقتور اور مضبوط قوت فیصلہ کا مالک ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ طالوت کے بارے کہا: "طالوت کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا بادشاہ مقرر کیا ہے۔ تو اس کی قوم والے کہنے لگے: بھلا اس کی ہم پر حکومت کیسے ہو سکتی ہے؟ اس سے تو بہت زیادہ حق دار بادشاہت کے ہم ہیں۔ اس کو تو مالی کشادگی بھی نہیں دی گئی۔ نبی نے کہا: سنو اللہ تعالیٰ نے اس کو تم پر برگزیدہ کیا ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے علم اور جسم میں فراخی عطا فرمائی ہے۔" [البقرة=۲:۲٤۷] (۱۰) پختہ رائے کا مالک ہو (۱۱) قریشی ہو جیسا کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۳۹۳] ((إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ فِي قُرَيْشٍ لَا يُعَادِيهِمْ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ عَلَى وَجْهِهِ مَا أَقَامُوا الدِّيْنَ)) [۳]

"یہ خلافت و امارت کا معاملہ قریش میں رہے گا۔ اگر کوئی ان پر زیادتی کرے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو اوندھے منہ آگ میں پھینک دے گا۔ (مگر اس وقت تک) جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے۔" (۱۲) بردبار اور اختلاف سے پہلو تہی کرنے والا ہو۔ (۱۳) جرأت مند اور بہادر ہو۔ (۱۴) سخی اور فیاض ہو۔[۴]

اس موضوع کے لئے مزید معلومات درکار ہوں تو **ملاحظہ ہو**:

1. صحیح البخاری کتاب الأحکام: ۲/ ۱۰۵۷۔۱۰۹٦

---

[۲] دیکھئے صحیح مسلم = کتاب الجهاد: باب تأمير الإمام الأمراء على البعوث و وصيته إياهم بآداب الغزو و غيرها + جامع الترمذی = أبواب السير: باب ما جاء في وصية الإمام ثلاثة في القتال + سنن أبي داؤد = كتاب الجهاد: باب في دعاء المشركين.

[۳] صحیح البخاری = كتاب الأحكام: باب الأمراء من قريش، الحديث: ٦٧٢١،٦٧٢٠ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب النّاس تبعٌ لقريش و الخلافة في قريش، الحديث: ١٨٢٠

[۴] ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی: ۲/ ۷۵،۷٤ + تفسیر البیضاوی: ۱/ ۱۹۲

۲ مسلم مع النّووی =کتاب الإمارة :۲/۱۱۹-۱۳۱

۳ و أبوداؤد مع المعالم= کتاب الإمارة :٤/۱۹۲-۲۰٤وباب الخلفاء ٤/۲۰-۲۳

۴ جامع التِّرمذی= أبواب الأحکام :۱/۱۵۸-۱۵۹/والجهاد:۱/۲۰۳-۲۰٤/ والفِتَن ۲/٤۲-٤٦

۵ سُنَن النِّسائی =کتاب البیعة:۲/۱۷۳-۱۷۹

۶ نیل الأوطار مع المنتقی: ۷/۲۳۸-۲٤۲

۷ السّیل الجرّار:۸/۵۰۳-۵۱٦

۸ شرح العقیدة الطّحاویة:۵۳۲-۵٤۸، ۵۷۷-۵۷۹

۹ الأحکام السُّلطانیّة لأبی یعلی :فصل ولایة الامام :۲۳-۷٤

۱۰ مجموع الفتاوی لإبن تیمیّة: ۲۸/۳۸٦-۳۹۷

۱۱ حجّة الله البالغة: باب الخلافة: ۲/۱٤۹-۱۵۱

۱۲ الفتاوی السّعدیّه لِعَبد الرّحمٰن السّعدی :۵۹۵

۱۳ إزالة الخفا عن خلافة الخلفاء : ۱/۱-۱۵

۱٤ الطُرُق الحکمیّة فی السّیاسة الشّرعیّة لإبن القیّم:۱۳-۵٤

((.....⊛⊛⊛⊛⊛.....))

جب تم سُودی لین دین کرنے لگو گے، گائے کی
دُم تھام لو گے کھیتی باڑی میں مگن رہو گے
اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلّت
مُسلّط کر دیگا اور اس وقت تک اسے دُور
نہیں کریگا جبتک تم اپنے دین (یعنی جہاد)
کی طرف واپس نہ پلٹو گے۔

(صحیح ابوداؤد۔ کتاب الاجارۃ / باب 20)

باب:۷

خلافت و جہاد

خلافت کا تصور اور گمراہ فرقے:

جہاد کی حقیقت اور اس کے متعلق مذاہب عالم کے نظریات بالتفصیل اسی کتاب کے باب نمبر۲۰ کے عنوان ''مذاہب عالم کے جنگی مقاصد اور نظریات'' کے تحت بیان کردیئے گئے ہیں۔جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہود و ہنود بھی جنگ و قتال کے قائل ہیں۔مگر توسیع پسندی، ملک گیری اور قومی و لسانی عصبیت کی بنیاد پر وہ ظلم و تشدد اور وحشیانہ طریقوں کے ساتھ جنگ وقتال کرتے ہیں۔جبکہ نصاریٰ اور بدھ مت کے پیروکار جنگ و قتال کے مخالف اور منکر ہیں۔وہ ظلم و ستم اور جبر و تشدد کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور بے بسی اختیار کرنے کے داعی ہیں۔جبکہ دین اسلام نے ان سب نظریات کے درمیان اعتدال کا راستہ پیش کیا ہے۔جس میں جہاد و قتال کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین بلند ہو،عدل و انصاف کا نظام قائم ہو،ظلم وستم کا خاتمہ ہو اور قومی عصبیت وحمیت،حصول ملک و دولت کے لئے جہاد کرنے کو سخت حرام قرار دیا گیا ہے۔

امت مسلمہ میں بھی بعض گمراہ اور بعض گمراہ کن فرقے مثلاً :منکرین ختم نبوت، قادیانی مرتدین، باطنی گروہ اور وحدت الوجود کے قائل صوفیاء فرضیت جہاد کے منکر اور جہاد بالقلب اور جہاد بالنفس جیسی خود ساختہ بدعتی اصطلاحات کے بانی ہیں۔جنہوں نے اسلامی جہاد کی حقیقت کو مشتبہ اور مشکوک ٹھہرانے کی ناپاک غرض سے ——

[۳۹۴] «رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ»[1]

اور [۳۹۵] «اَلْجِهَادُ الْأَكْبَرُ جِهَادُ بِالْقَلْبِ»[2]

—— جیسی من گھڑت احادیث بنائیں اور اپنے ٹھکانے جہنم میں بنانے والے ٹھہرے۔[3]

---

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۰

[2] موضوعات کبیر ملا علی قاری: ۶۹۔ المطبوعۃ میر محمد کتب خانہ۔ آرام باغ، کراچی۔

[3] کشف الخفاء و مزیل الالباس لعبد الهادی ج:۱، ص:۵۱۱، ۵۱۲

◎ امام سعید القطان اور امام مسلم جھوٹ گھڑنے والے صوفیاء اور صلحاء کے متعلق فرماتے ہیں:

"لَمْ نَرَ الصَّالِحِيْنَ فِيْ شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيْثِ يَجْرِيْ الْكَذِبُ عَلٰى لِسَانِهِمْ وَ لَا يَتَعَمَّدُوْنَ الْكَذِبَ." [۷]

"ہم نے ان صلحاء اور صوفیاء سے بڑھ کر حدیث میں جھوٹ بولنے والا کسی کو نہیں پایا۔ ان کی زبانوں پر بلا ارادہ جھوٹ جاری ہو جاتا ہے۔"

دراصل عابدوں اور زاہدوں میں منکرین جہاد کا یہ طبقہ اپنے عقائد و افکار اور رہبانیت اختیار کرنے اور بدعات گھڑنے میں ملعون و مغضوب نصاریٰ کے عین مشابہ ہے۔ جیسا کہ سلف صالحین میں سے کچھ لوگوں نے اس بات کی صراحت کی ہے۔[۸]

درج ذیل امور پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے:

① مذکورہ گمراہ فرقوں کے علاوہ تمام امت مسلمہ جہاد و قتال کی ہمیشہ کے لئے فرضیت پر متحد و متفق ہے۔[۹]

② اہل اسلام اس امر پر بھی متفق ہیں کہ جہاد کے لئے جماعت اور امارت مطلق طور پر شرط ہے۔ بہت ساری آیات واحادیث اس کے لئے دلیل کے طور پر موجود ہیں۔ نیز نبی ﷺ اور خلفاء راشدین ہر سریہ اور جماعت کا لامحالہ امیر مقرر فرماتے تھے اور غزوۂ مؤتہ میں تینوں نامزد امراء کی شہادت کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امارت میں ہی جہاد کیا گیا اور فتح و نصرت حاصل ہوئی۔[۱۰]

③ امت مسلمہ کا اس پر بھی اجماع و اتفاق ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد کو قائم اور جاری رکھنا، نیکی کا حکم کرنا، برائی سے منع کرنا صاحب اقتدار خلیفہ اور مسلمانوں کے امیر کے اولین فرائض میں شامل ہے۔ جیسا کہ امت کے لئے ہر عادل اور جابر، نیک اور بدمسلمان خلیفہ اور امیر کے ہمراہ جہاد کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۳۹۶] ﴿ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا

---

۷ صحیح مسلم (المقدمۃ): ۱/ ۱۴۰۱۳

۸ شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ۵۹۵

۹ فتح الباری: ۶/ ۳۷۷، ۳۷۹ + شرح النووی: ۲/ ۱۲۹، ۱۳۳

۱۰ ملاحظہ ہو: سورۃ البقرہ کی آخری آیات، سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ۔ نیز بخاری اور مسلم کے ابواب الجہاد اور ابواب المغازی۔

بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ..... ﴾ [الحج=۲۲:۴۱]

''(مظلوم اور جلا وطن مسلمانوں کو جہاد وقتال کی اجازت دی گئی ہے۔) وہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار (خلافت ارضی) عطا کرینگے تو وہ نماز قائم کرینگے، زکوۃ ادا کرینگے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینگے۔.....''

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۳۹۷] « إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهِ » [۵]

مزید وضاحت کیلئے **ملاحظہ ہوں**:

1. فتح الباری: ۶/ ۴۵۶۔۴۵۹
2. شرح مسلم للنّووی: ۲/ ۱۲۴۔۱۲۸
3. السّیل الجرار: ۴/ ۵۱۷۔۵۲۸
4. شرح العقیدۃ الطّحاویۃ: ۴۲۱۔۴۲۴
5. الفصل لابن حزم: ۴/ ۱۳۲۔۱۳۵
6. الطُّرُق الحکمیّۃ لابن القیّم: ۱۳۔۵۴

② ہماری نظر میں امت مسلمہ عہد نبوت سے لے کر موجودہ دور تک اس امر پر بھی متفق ومتحد ہے کہ جہاد کے لئے خلیفۃ المسلمین کا وجود شرط لازم نہیں اور خلافت کے عدم وجود سے دیگر اجتماعی اور شرعی واجبات جمعہ وعیدین کے اجتماعات، زکوۃ وصدقات کی ادائیگی، بیت اللہ کا حج وغیرہ (حدود وقصاص کے علاوہ) کی طرح فریضۂ جہاد کا اجراء اور ادائیگی بھی ساقط نہ ہوگی۔ ہمارے زمانے میں جبکہ جہاد اسلامی کی تحریکیں مختلف مقامات و ممالک میں نشو ونما پا رہی ہیں اور جہاد عملی طور پر بھی شروع ہو چکا ہے، حق تو یہ تھا کہ جان و مال اور زبان وقلم سے اس جاری جہاد کی بھرپور نصرت وحمایت کی جاتی، اس فریضۂ محکمہ میں بالفعل شرکت سے امت محمدیہ کو ذلت و رسوائی کے گہرے گڑھے سے، بے بسی اور بے کسی کے گہرے کنویں سے نکال کر خلافت وامارت کے تخت پر براجمان کیا جاتا، عزت ووقار کی بلند چوٹی پر سرفراز کیا جاتا۔ تاکہ زمین پر اللہ کی خالص عبادت

---

۵ تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۳۵۹

ہوتی، شرک کا خاتمہ ہوتا، نماز کا نظام قائم ہوتا، زکوٰۃ کی ادائیگی کا نظام قائم ہوتا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام شروع ہوتا، انسانی معاشرہ امن و امان کا گہوارہ بنتا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۳۹۸] ﴿ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ﴾ [النور=۲۴:۵۵]

''وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔''

نیز فرمایا:

[۳۹۹] ﴿ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [الحج=۲۲:۴۱]

''وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے منع کریں گے۔''

لیکن ہوا یہ کہ بعض لوگوں نے اپنے قلم اور زبان کی پوری قوت جہاد اسلامی کی فرضیت میں شکوک و شبہات ڈالنے اور اس کو خلیفۃ المسلمین کے ساتھ مشروط کرنے میں صرف کر رکھی ہے۔ جہاد کی فرضیت، اس کے دائمی وجوب جیسے مسائل تو اپنے عنوانات کے تحت اسی کتاب میں مدلل اور مفصل طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں اور جہاد خلیفۃ المسلمین کے ساتھ مشروط ہے یا نہیں؟ دونوں قسم کے دلائل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

خلیفۃ المسلمین کی موجودگی میں جہاد کے فرض ہونے کے دلائل

پہلی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۴۰۰] ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ

اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ۭ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ [البقرة=۲:۲۴۶،۲۴۷]

"(جب موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے) اپنے نبی (شموئیلؑ یا شمعونؑ) کو کہا: کسی شخص کو ہمارا بادشاہ مقرر کرو تاکہ ہم اللہ کی راہ میں قتال کریں۔ ان کے نبی (شموئیل علیہ السلام یا شمعون علیہ السلام) نے فرمایا: میں تو سمجھتا ہوں کہ جب تم پر لڑائی فرض ہو گئی تو تم نہیں لڑو گے۔ انہوں نے کہا: ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں؟ جب کہ ہم کو ہمارے گھر بار اور بال بچوں سے نکال دیا گیا۔ پھر جب لڑنا ان پر فرض ہوا تو ان میں سے چند افراد کے علاوہ سب پھر گئے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ ان کے نبی (شموئیل علیہ السلام یا شمعون علیہ السلام) نے ان سے فرمایا: اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر فرمایا دیا ہے۔ انہوں نے کہا: وہ ہمارا بادشاہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ ہم اس سے زیادہ بادشاہت کے حق دار ہیں۔ اس کو مال و دولت کی فراوانی بھی عطا نہیں ہوئی۔ نبی علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے درمیان سے پسند کر لیا ہے اور اس کو علم اور جسم میں فراوانی عطا فرمائی ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے بادشاہت عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا، علم والا ہے۔"

چنانچہ مذکورہ آیات آغاز جہاد سے قبل بادشاہ، قائد اور سربراہ کے تقرر کی واضح دلیل ہیں۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر فرما دیا۔

دوسری دلیل:

[۴۰۱] ﴿ وَمَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ ..... ﴾ [التوبة=۹:۳۸]

"اے ایماندارو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تمہیں کہا جائے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکل پڑو تو زمین پر ڈھیر ہو جاتے ہو....."

نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۴۰۲] "وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا"[۹]

"اور جب تمہیں جہاد کے لئے نکلنے کا کہا جائے تو نکل پڑو۔"

---

۹ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۹

نیز نبی ﷺ نے فرمایا:

[۴۰۳] « اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِن وَّرَائِهِ »[1]

" امام ڈھال ہے جس کی آڑ میں قتال کیا جاتا ہے۔"

مذکورہ آیت اور صحیح احادیث اس بات کے دلائل ہیں کہ جہاد کے لئے نکلنے کی فرضیت خلیفہ و امام کے طلب پر موقوف ہے۔ لہٰذا بلا طلب جہاد فرض نہیں ہوگا اور امام کی ڈھال میں ہی قتال کیا جائے گا۔

تیسری دلیل:

احادیث فتن بھی دلیل ہیں۔ مثلاً سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۴۰۴] « فَاِن لَّمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَ لَا اِمَامٌ قَالَ : « فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَ اَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ »[2]

"اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت اور امام موجود نہ ہو تو ان تمام فرقوں سے علیحدگی اختیار کرلو اگر چہ کسی درخت کی جڑ کاٹتے ہوئے قناعت کرو اور اسی حالت میں موت تمہیں پالے۔"

اس جیسی بہت زیادہ احادیث ہیں جن میں قیامت تک پیدا ہونے والے فتنوں اور جنگوں کا بیان ہے اور جن حالات کے پیدا ہونے پر صبر و قناعت اور قتال سے علیحدگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ سب احادیث جماعت اور خلیفہ نہ ہونے کی صورت میں ترک جہاد و قتال کے دلائل ہیں۔

چوتھی دلیل:

[۴۰۵] ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ ﴾ [البقرة-۲:۲۱۶] (تم پر قتال فرض ہے) جیسی فرضیت جہاد کی نص [۴۰۶] ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ ﴾ [البقرة: ۲:۱۷۸] (تم پر قصاص فرض ہے) کی مثل ہے۔ لہٰذا جس طرح حدود و قصاص کا نفاذ خلیفہ اور امیر کی اقتداء میں داخل ہے جہاد و قتال کی فرضیت و اقامت بھی اسی طرح خلیفۃ المسلمین کے ساتھ مشروط

---

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۵۹

[2] تخریج کیلئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۵۵

اور اس کے وجود پر موقوف ہے۔

پانچویں دلیل:

خلیفہ اور امیر کی عدم موجودگی میں مسلمان کوئی جماعت و امارت قائم کرنے اور کسی طرح کی اجتماعی زندگی گزارنے کے مکلف نہیں ہیں۔ لہٰذا خلافت کبریٰ کے حصول اور وجود تک جہاد اور قتال معطل رہے گا اور امت مسلمہ محض انفرادی عبادات نماز، روزہ، حج وغیرہ کی ادائیگی پر قناعت کرے گی۔

دلائل کا جائزہ:

ذیل میں ہم جہاد کو خلافت کے ساتھ مشروط رکھنے کے مذکورہ بالا دلائل کا بالترتیب تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ بعد ازاں کتاب و سنت کی واضح نصوص سے دلائل پیش کریں گے کہ جہاد عمومی طور پر ہمیشہ کے لئے فرض ہے اور وہ خلافت سے مشروط نہیں تاکہ اصل حقیقت حال معلوم ہو سکے اور حجت پوری کردی جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۴۰۷] ﴿لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ﴾ [الأنفال=۸:۴۲]

''تاکہ جو ہلاک ہو وہ (حق کی دلیل) کو دیکھ کر ہلاک ہو اور جو زندہ رہے، وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔''

پہلی دلیل کا جواب:

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر: ۲۴۶، ۲۴۷ میں قوم بنی اسرائیل کا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے قائد و بادشاہ مقرر کرنے کا مطالبہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا ان کے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کر دینا جہاد کو خلافت و ملوکیت کے ساتھ مشروط کرنے کی دلیل ہرگز نہیں بنتا۔ کیونکہ انکے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ خود جھنجوڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمہارے لئے جہاد کو کسی قیادت و ملوکیت کے ساتھ مشروط کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ بلکہ فرمایا:

[۴۰۸] ﴿قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا﴾ [البقرۃ=۲:۲۴۶]

''نبی (علیہ السلام) نے کہا: کیا یہ متوقع اور قریب ہے کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا گیا تو تم جہاد نہ کرو گے؟''

◎ امام قرطبی اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

"هَلْ أَنْتُمْ قَرِيبٌ مِنَ التَّوَلِّيْ وَالْفِرَارِ؟"

''کیا تم جہاد سے راہ فرار اختیار کرنے کے قریب ہو؟''

تو قوم نے جواباً عرض کیا:

[۴۰۹] ﴿ وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ أَبْنَآئِنَا ﴾

[البقرة=۲:۲۴۶]

''یہ کیسے ممکن ہوگا کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہ کریں؟ حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور بیٹوں سے نکال دیا گیا ہے۔''

اور بالآخر نتائج نے ثابت کردیا کہ قائد و بادشاہ کے تقرر کا مطالبہ شرط کی بنا پر نہیں بلکہ فرار کا اور بد نیتی کا مظاہرہ تھا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۴۱۰] ﴿ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيْلاً مِّنْهُمْ ﴾..... [البقرة=۲:۲۴۶]

''جب ان (قائد اور امیر کی تقرری کا مطالبہ کرنے والوں) پر جہاد فرض کیا گیا تو ایک تھوڑی تعداد کے علاوہ باقی سارے منحرف ہو گئے۔''

یہ بات بالکل اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۴۱۱] ﴿ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ ﴾ [آل عمران=۳:۱۴۴]

''اگر وہ (نبی ﷺ) وفات پا جائیں یا قتل کردیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔ (یعنی جہاد چھوڑ دو گے؟)''

جب جہاد جاری رکھنے کے لئے نبوت کا وجود بھی شرط نہیں تو جہاد کو خلافت کے ساتھ مشروط کرنے کا کیا معنی؟ علاوہ ازیں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر:۲۴۶ میں ﴿مَلِكًا﴾ سے مراد خلیفہ اور امیر المؤمنین نہیں، بلکہ قائد لشکر اور امیر جہاد مراد ہے۔ جیسا کہ طبری، قرطبی، ابن کثیر اور امام شوکانی نے کہا ہے۔ کیونکہ کسی نبی کی موجودگی میں کسی دوسرے کی خلافت و امامت کبریٰ ناممکن ہے۔ نبی بذات خود امت کا امام ہوتا ہے۔[۱۲]

---

[۱۲] القرطبی: ۳/۱۵۹۔۱۶۱ + تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۲۲، ۳۲۳ + فتح القدیر للشوکانی: ۱/۲۶۳، ۲۶۵

دوسری دلیل کا جواب:

سورۂ توبہ کی آیت نمبر:۳۸ [۴۱۲] ﴿ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا..... ﴾" غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والوں پر ڈانٹ کے لئے نازل ہوئی۔[۴۳]

لہٰذا یہ شان نزول اور اپنے سیاق وسباق کے لحاظ سے جہاد سے پیچھے رہنے والوں کے لئے شدید وعید ہے۔ کہ امام کی طرف سے نکل کھڑے ہونے کا حکم مل جانے کے وقت معذور افراد، بچوں اور عورتوں کے علاوہ امت کے تمام افراد پر جہاد کے لئے نکلنا فرض عین ہے نہ یہ کہ خلیفہ کے طلب کرنے کے بغیر جہاد کی فرضیت ہی ساقط رہے گی۔ اس کی مثال سورۂ الجمعہ کی یہ آیت ہے۔

[۴۱۳] ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ﴾ [الجمعة=۶۲:۹]

"اے ایماندارو! جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر یعنی نماز کی طرف چل پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔"

چنانچہ جس طرح مؤذن کے اذان نہ دینے سے نماز جمعہ کی فرضیت بھی ساقط نہیں ہوسکتی اسی طرح اگر طبل جنگ نہ بجے اور امام کی طرف سے جہاد کی طرف نکلنے کا اعلان عام نہ بھی ہو تو جہاد جیسے فریضہ کی فرضیت بھی ساقط ہونے کا کوئی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح فرمان رسول ﷺ:

[۴۱۴] «وَاِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا»[۴۴]

جیسی صحیح احادیث کا مفہوم مخالف یہ اخذ کرنا " اِذَا لَمْ تُسْتَنْفَرُوْا فَلَا تَنْفِرُوْا " (جب تمہیں جہاد کے لئے طلب نہ کیا جائے تو جہاد مت کرو یا وہ جہاد غیر شرعی ہوگا۔) اس طرح ہوگا جیسے کوئی [۴۱۵] ﴿اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ..... ﴾ [الجمعة=۶۲:۹] کی یہ تفسیر کرے کہ اگر بالفرض اذان نہ دی جائے تو مسلمان نماز جمعہ سے فارغ ہیں اور جمعہ کی فرضیت ساقط اور معطل ہے۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[۴۳] القرطبی: ۸/۹۵ + ابن کثیر: ۲/۳۹۴

[۴۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۵۹

[٤١٦] ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ.....﴾ [الأنفال-٨:٢٤]

''اے ایماندارو! اللہ اور اس کے رسول کی دعوت پر لبیک کہو، اسے قبول کرو جب رسول تمہیں ایسے کام کی دعوت دیں جس میں تمہاری زندگی ہے۔''

اس کی تیسری مثال باری تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

[٤١٧] ﴿ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ﴾ [البقرة-٢:٢٨٢]

''اور جب گواہوں کو گواہی کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔''

چنانچہ مذکورہ آیات کی یہ تفسیر کرنا کہ جب رسول تمہیں نہ بلائیں تو شرعی واجبات کی ادائیگی اور اطاعت معطل ہوگی یا جب گواہوں کو طلب نہ کیا جائے گواہی دینا ان پر ضروری نہیں ہوگا۔ اس طرح تو ـــــ

[٤١٨] ﴿ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ﴾ [الطلاق-٦٥:٢] (اللہ کے لئے گواہی کو قائم کرو) اور

[٤١٩] ﴿ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ﴾ [البقرة-٢:٢٨٢] (اور شہادت کبھی نہ چھپاؤ)

ـــــ جیسے فرائض کالعدم ٹھہریں گے۔ لغت، شریعت، اجماع امت اور عقل و نظر ہر اعتبار سے یہ فاسد، باطل اور انتہائی لغو استدلال ہے۔ کیونکہ ایسی آیات و احادیث میں کلمہ " إِذَا" ظرف کے لیے ہے نہ کہ شرط کے لئے۔ ظرف زمانی کا مفہوم یہ ہے کہ جب تمہیں جہاد کے لئے طلب کرلیا جائے یعنی اعلان عام ہو تو جہاد کی طرف نکلنا بعینہ اسی وقت اور اسی زمانے میں فرض عین ہوگا۔ اسی طرح اذان جمعہ کے وقت سے لے کر نماز پڑھنے تک اللہ کے ذکر کی تگ و دو اور خرید و فروخت سے پہلو تہی لازم اور فرض ہے۔

علیٰ ھذا القیاس رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر اور گواہوں کے طلب کئے جانے کے وقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی فوراً اطاعت کرنا، بات ماننا، گواہوں کے لئے گواہی دینا لازمی اور ضروری ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی جانب سے طلب نہ کیا جائے تو شرعی احکام میں اطاعت رسول فرض نہیں اور گواہوں کو اگر گواہی کے لئے بلایا نہ جائے تو لین دین اور تعزیر و قصاص وغیرہ کے معاملات میں ان پر شہادت فرض نہیں۔

بالکل اسی طرح امام اور خلیفہ کے طلب نہ کرنے اور اعلان عام نہ کرنے کے باوجود بھی جہاد فی سبیل اللہ علی العموم فرض اور واجب ہے۔[۵۱]

[۴۲۰] جہاں تک حدیث رسول ﷺ « اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ »[۵۲] کا تعلق ہے تو اس حدیث میں " اِنَّمَا " کلمہ حصر ہے جو لغت عرب میں تخصیص کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ جملہ اسمیہ یا فعلیہ پر داخل ہوتا ہے۔ جملہ اسمیہ میں مبتدا کو خبر کے ساتھ اور جملہ فعلیہ میں فاعل کو مفعول کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔ چنانچہ حدیث بالا میں لفظ "اَلْاِمَامُ "مخصوص اور لفظ " جُنَّةٌ " مخصوص بہ (یعنی امام کو ڈھال کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔) جس کا معنیٰ یہ ہے کہ خلیفہ تو محض ایک ڈھال ہے جس کے ہمراہ قتال کیا جاتا ہے، نہ یہ کہ صرف خلیفہ ہی ڈھال ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں نہ جہاد ہو سکتا ہے، نہ قتال۔ اس کی درج ذیل دیگر مثالوں پر غور کیجئے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

① [۴۲۱] ﴿ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ﴾ [الکہف=۱۸: ۱۱۰]

" (اے نبی ﷺ) ! کہہ دو کہ میں تمہاری طرح محض ایک بشر ہوں۔"

یعنی میں جنس بشر سے ہوں، فرشتہ اور معبود نہیں ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقط میں ہی بشر ہوں۔ کیونکہ بشر تو بے شمار ہیں۔

② [۴۲۲] ﴿ وَ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ ﴾ [التوبہ=۹: ۳۷]

" حرمت کے مہینوں کو آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ ہے یعنی حرمت کے مہینوں میں تاخیر و تقدیم کفر اور گمراہی میں اضافہ ہے۔"

نہ یہ کہ کفر و ضلال صرف یہی ایک عمل ہے۔ جبکہ کفریہ اعمال تو اور بھی بہت سارے ہیں۔[۵۴]

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

③ [۴۲۳] « اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ »[۵۵]

" نماز کا امام اقتداء کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔"

---

۵۱ فتح الباری: ۶/ ۳۷۷، ۳۷۹ + شرح النووی: ۲/ ۱۳۰

۵۲ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۵۹

۵۴ المفردات للأصفهانی: ۳۶ + مختصر المعانی: ۲۰۹، ۲۱۵

۵۵ صحیح البخاری= کتاب الجماعة والإمامة: باب إنما جعل الإمام ليؤتم به، الحديث: ۶۵۶ + صحیح مسلم = کتاب الصلوة: باب إئتمام المأموم بالإمام، الحديث: ۴۱۲

یعنی نماز کے اعمال میں امام کی اتباع و موافقت کرو، مخالفت نہ کرو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اقتداء اور اتباع صرف نماز کے امام کی کی جائے۔ کیونکہ اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ، خلفیۃ المسلمین اور جماعت کے امیر کی اقتداء اور اتباع دین کے اولین فرائض میں سے ہے۔ نیز امام مسلم وغیرہ نے مذکورہ حدیث کو صحیح سند کے ساتھ اس طرح بھی روایت کیا ہے:

[٤٢٤] «إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ فَإِذَا صَلَّى»[19]

"(نماز کا) امام تو ایک ڈھال ہے۔ جب نماز پڑھائے (تو اس کی اقتداء کرو۔")

لہٰذا جیسے نماز کے امام کی عدم موجودگی میں (باوجود اسکے کہ وہ نماز کے لئے ڈھال ہے) نماز کا فریضہ ساقط نہیں ہوگا، بالکل اسی طرح خلیفۃ المسلمین کی عدم موجودگی میں (باوجود اس کے کہ وہ جہاد کے لئے ڈھال ہے) عوام الناس جہاد جیسے فرض سے مرفوع القلم نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔ "إِنَّمَا" کی مزید تحقیق کے لئے [٤٢٥] ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ﴾ [البقرة=٢:١٧٣ + النحل=١٦:١١٥] اور [٤٢٦] ﴿إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ﴾ [البقرة=٢:١١] کی علم بلاغت میں تشریح بھی دیکھیں۔[20]

تیسری دلیل کا جواب:

رونما ہونے والے فتنوں اور برپا ہونے والی جنگوں کی خبروں پر مشتمل کچھ احادیث سے بعض جہاد سے راہ فرار تلاش کرنے والوں نے استدلال کا نہایت غیر علمی اور عجیب وغریب اسلوب اختیار کیا ہے۔ مثلاً سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[٤٢٧] «فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا .....»[21]

"جماعت اور امام کی عدم موجودگی میں تمام فرقوں سے الگ تھلگ ہو جاؤ.....۔"

اسی طرح سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

[٤٢٨] «يَعْمِدُ إِلَى سَيْفِهِ فَيَدُقُّ عَلَى حَدِّهِ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ إِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ»[22]

"فتنوں کے وقت ہو سکے تو مسلمان اپنی تلوار کی دھار پتھر کے ساتھ کند کر ڈالے اور نجات

---

[19] صحيح مسلم = كتاب الصلاة : باب النهي عن مبادرة الإمام بالتكبير وغيره، الحديث:٤١٦

[20] مختصر المعاني : ٢٠٩-٢١٥

[21] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ٣٥٥

[22] صحيح مسلم= كتاب الفتن وأشراط الساعة : باب نزول الفتن كمواقع القطر ، الحديث:٢٨٨٧

پالے اگر وہ نجات پا سکتا ہو۔"

اس قسم کی احادیث فتن سے امت مسلمہ سے علیحدگی، عزلت نشینی، زبان بندی، چشم پوشی جہاد اور جہاد سمیت اجتماعی فرائض کے ساقط ہونے کیلئے استدلال کرنا قرآن و سنت کی صریح نصوص کے خلاف ہے۔ یہ استدلال کے مسلمہ اصولوں، محدثین اور فقہاء امت کے متفقہ اقوال کے صریحاً متضاد ہے۔ اس جیسی علیحدگی بالکل عیسائیوں کی رہبانیت اور بدھ مت کے پیروں کاروں کی خود ساختہ خلوت نشینی ہے۔ اس کی درج ذیل چند وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:

اس لئے کہ فتنوں اور جنگوں میں علیحدگی اور صبر و تحمل اختیار کرنے کی تمام نصوص امت مسلمہ کے باہمی فتنوں سے متعلق ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

[۴۲۹] «فَإِنِّي لَأَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوتِكُمْ .....» [۲۳]

"میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں کے درمیان واقع ہو رہے ہیں۔"

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

[۴۳۰] «هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَ يَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا .....» [۲۴]

"ہماری (مسلمان) قوم سے ظاہری طور پر تعلق رکھتے ہیں اور ہماری ہی زبان سے کلام کرتے ہیں۔"

لہٰذا ان دلائل کا ترک جہاد سے رشتہ جوڑنا بلاشبہ کھلی گمراہی ہے۔

دوسری وجہ:

مذکورہ فتنوں کے دوران علیحدگی کی رخصت کے ساتھ ساتھ اجتماعی فرائض کی ادائیگی کی تاکید اور اس پر زبردست ترغیب کی لاتعداد نصوص بھی موجود ہیں۔ مثلاً نبی ﷺ کا فرمان:

[۴۳۱] «اَلْعِبَادَةُ فِي الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ إِلَيَّ» [۲۵]

---

[۲۳] صحيح البخاري = كتاب المناقب : باب علامات النُّبوّة في الإسلام، الحديث : ۳۴۰۲ + صحيح مسلم = كتاب الفتن وأشراط الساعة : باب نزول الفتن كمواقع القطر" الحديث : ۲۸۸۵

[۲۴] صحيح البخاري = كتاب المناقب: باب علامات النُّبوّة في الإسلام ، الحديث : ۳۴۱۱ + صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب وجوب ملازمة جماعت المسلمين عند ظهور الفتن، الحديث : ۱۸۴۷

[۲۵] صحيح مسلم = كتاب الفتن وأشراط الساعة : باب فضل العبادة في الهرج ، الحديث :۲۹۴۸

"قتل و غارت کے فتنہ میں فرائض اور عبادات کی ادائیگی ایسے ہے جیسے کوئی ہجرت کر کے رسول اللہ کے پاس آ جاتا ہے۔"

اسی طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہر حالت میں تمام افراد امت کے لئے فرض ہے۔ لہٰذا اعتزال اور علیحدگی کی یہ تفسیر کہ جمعہ، جماعت اور جہاد اسلامی جیسے شرعی واجبات کو معطل ٹھہرایا جائے بالکل غیر شرعی مفہوم اور باطل تفسیر ہے۔[۶۶]

تیسری وجہ:

علیحدگی کی رخصت صرف اس اندھے فتنے میں ہے جس میں حق کسی طرف بھی واضح نہ ہو۔ لیکن جب پتہ ہو کہ یہ حق پر ہے اور یہ باطل پر ہے تو علیحدگی کی رخصت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۴۳۲] ﴿ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ ﴾ [الحجرات=۴۹:۹]

"مومنین کی باہم لڑنے والی دو جماعتوں میں اگر ایک جماعت دوسری کے خلاف خروج و بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والی جماعت کے ساتھ قتال کرو حتیٰ کہ وہ حکم الٰہی کی طرف رجوع کر لے۔"[۶۷]

چوتھی دلیل کا جواب:

[۴۳۳] ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ ﴾ جیسی وجوب جہاد کی آیات [۴۳۴] ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ ﴾ [البقرۃ=۲:۱۷۸] کی مثل ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ یہ آیات [۴۳۵] ﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ﴾ [البقرۃ=۲: ۱۸۳] کی مشابہ اور ہم معنیٰ ہیں۔ کیونکہ حدود و قصاص عبادات خالصہ سے نہیں بلکہ وہ جرائم کی سزاؤں کے متعلق ہیں۔

علاوہ ازیں حدود و تعزیرات کا نفاذ طاقت و قوت اور سلطہ کے بغیر ناممکن ہے۔ لہٰذا حدود و قصاص کا نفاذ امام اور خلیفہ کے دائرہ اختیار میں رکھا گیا ہے۔ جبکہ صوم و صلاۃ، جمعہ و جماعت اور زکوٰۃ و صدقات سمیت جہاد و قتال بھی خالصتاً عبادات ہیں:

---

۶۶ شرح النّووی: ۱/ ۵۱، ۵۲ و ۲/ ۳۹۰ + فتح الباری: ۱۳/ ۵۰، ۵۱

۶۷ نحو ملاحظہ ہو شرح النّووی: ۲/ ۳۸۸-۳۹۱ + فتح الباری: ۱۳/ ۲-۵۱

لہٰذا جہاد جنس اور نوعیت کے اعتبار سے بھی حدود و قصاص کے مشابہ نہیں ۔اس کو حدود پر قیاس کرتے ہوئے خلافت کے ساتھ مشروط رکھنا قیاس مع الفارق ہے۔یعنی غیر شرعی اور بے عقلی پر مبنی قیاس ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ اقامت جہاد ، اقامت صلوٰۃ و زکوٰۃ ، اقامت جمعہ، اقامت عیدین و حج بلکہ محتاجوں کی کفالت، مقروض میت کے قرضہ جات کی ادائیگی ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ اور نفاذ حدود و قصاص خلیفہ اور امام کی ذمہ داری اور اس کے فرائض منصبی میں شامل ہیں ۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

[۴۳۶] « فَالْإِمَامُ رَاعٍ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ » [۴۸]

''پس امام بھی ذمہ دار ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے سوال کیا جائے گا۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۴۳۷] ﴿ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا ﴾ [التوبة = ۹:۱۰۳]

'' (اے نبی ﷺ) ان کے مالوں سے صدقہ و زکوٰۃ وصول کر ،جس کے ساتھ تو انہیں پاک صاف کردے گا۔''

نبی ﷺ نے فرمایا:

[۴۳۸] « اَنَا اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ » [۴۹]

''میں جملہ مومنین کے لئے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہوں۔''

لہٰذا جو شخص کوئی بوجھ یعنی قرض وغیرہ چھوڑ کر فوت ہوگا تو اس کی ادائیگی امیر اور خلیفہ کے ذمے ہے۔لیکن کیا خلیفہ و امام کی عدم موجودگی میں امت مسلمہ نے صدیوں تک اقامت صلوٰۃ ، ادائیگی زکوٰۃ ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر ، اقامت جمعہ و عیدین اور حج جیسی خالص عبادات کو حدود و قصاص کی طرح متروک و معطل رکھا ہے ؟ کیا فرمان الٰہی '' ان کے مالوں سے صدقہ وصول کر'' کی وجہ سے زکوٰۃ و صدقات خلیفہ کے انتظار میں کالعدم قرار پاتے ہیں ؟ کیا نبی ﷺ یا خلیفہ کے علاوہ مقروض میت کی طرف سے قرضہ کی ادائیگی کی عبادات اور معاملات ساقط ہو چکے ہیں؟ تمام سوالات کے جوابات یقیناً نفی میں ہونگے ۔ مذکورہ بالا خالص عبادات کو مستثنیٰ قرار دینے سے عام مسلمانوں کے لیے عمل صالح کرنے کے لئے بقایا کیا بچتا ہے ؟ آجا

[۴۸] صحيح البخاري = كتاب الجمعة : باب الجمعة في القُرى والمُدُن ،الحديث : ۸۵۳ + صحيح مسلم = كتاب الامارة : باب فضيلة الإمام العادل و عقوبة الجائر ، الحديث : ۱۸۲۹

[۴۹] تخریج کے لئے دیکھئے الزلم المسلسل : ۲۴۳

کے صرف مسیحی عقائد: تثلیث (تین خداؤں کا نظریہ)، حلول، وحدۃ الوجود، خود ساختہ بدعت رہبانیت اور بدھ مت کے نظریات (دنیا کی چیزوں سے علیحدگی اور انسانی معاشرے سے بے اعتنائی) ہی رہ جاتے ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہو کر وہ کیسے توحید خالص کے علمبردار اور خلافت اسلامیہ اور عالمی پیشوائی کے حقدار قرار پائیں گے؟

پانچویں دلیل کا جواب:

خلیفہ و امام کی عدم موجودگی میں جماعت و امارت کا نظام قائم کرنے اور اجتماعی اسلامی معاشرہ کی تشکیل کرنے کی اہمیت، ضرورت اور فرضیت کے مسئلہ پر ''جماعت و امارت'' کے مستقل عنوان کے تحت اسی کتاب کے باب نمبر:۶ میں مفصل بحث گزر چکی ہے۔ اس سلسلے کے چند مزید دلائل ہم ''خلافت کے بغیر جہاد'' کے عنوان کے تحت اسی باب میں پیش کر رہے ہیں جن کا مجموعی مطالعہ کرنے سے حقیقت حال سے واقفیت میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی دقت نہ رہے گی۔ البتہ جو دل کج روی اختیار کرنے والے، خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے والے، تکبر کرنے والے، حق کو جھٹلانے والے اور خود ساختہ خرافات جیسے امراض مہلکہ میں مبتلا ہو چکے ہوں وہ کسی بھی دلیل اور برہان اور کسی بھی آیت اور حدیث سے شفایاب نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[۴۳۹] ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ [البقرۃ-۲:۷]

''اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔''

خلافت کے بغیر جہاد کے وجوب کے دلائل:

خلیفہ اور امیر المومنین کے فرائض منصبی میں صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرح جہاد فی سبیل اللہ بھی شامل ہے۔ لیکن امیر المومنین اور خلیفہ نہ ہونے کی صورت میں جس طرح (سوائے حدود و قصاص کے) تمام اسلامی واجبات ختم نہ ہونگے بالکل اسی طرح فریضۂ جہاد بھی قیامت تک جاری رہے گا۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں مفصل اور مدلل بحث ہو چکی ہے۔ اسی موضوع پر کتاب و سنت کے مزید دلائل و براہین کی طرف اشارات درج ذیل ہیں:

قرآن مجید کی آیات سے:

۞ [۴۴۰] ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ.....﴾ [البقرۃ-۲:۲۱۶]

''تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے۔''

۞ [٤٤١] ﴿ وَ مَالَنَا اَنْ لَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾ [البقرة=٢:٢٤٦]

''اور ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہیں کریں گے؟''

۞ [٤٤٢] ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ﴾ [البقرة=٢:١٩٣]

''ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور ہر جگہ اللہ کا دین نافذ ہو جائے۔''

۞ [٤٤٣] ﴿ فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ ﴾ [النساء= ٤:٨٤]

''(اے پیغمبر ﷺ!) آپ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جنگ کرتے رہیں۔ آپ صرف اپنی جان کے مکلف ہیں۔''

۞ [٤٤٤] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴾

[النساء=٤:٧١]

''اے ایمان والو! اپنے دفاع اور بچاؤ کو لازم پکڑو، گروہ در گروہ نکلو یا سب مل کر نکلو۔''

۞ [٤٤٥] ﴿ وَ مَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾ [النساء= ٤:٧٥]

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں کرتے؟''

۞ [٤٤٦] ﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴾ [النساء=٤:٧٦]

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔''

۞ [٤٤٧] ﴿ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ﴾ [الأنفال=٨:٣٩]

''اور تم ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ وفساد ختم ہو جائے اور دین سارے کا سارا اللہ رب العزت کے لیے ہو جائے۔''

۞ [٤٤٨] ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ﴾ [الأنفال=٨:٧٤]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان (مہاجروں کو) جگہ دی اور مدد کی یہی لوگ سچے مومن ہیں۔''

۞ [٤٤٩] ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ﴾ [آل عمران=٣:١٤٢]

''اے مسلمانو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ظاہر ہی نہیں کیا جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے اور جو میدان میں ڈٹ

جانے والے ہیں۔"

۞ [۴۵۰] ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ..... ﴾ [التوبة=۹:۱۶]

"اے مسلمانو! کیا تم سمجھتے ہو کہ (بغیر جانچے اور پرتالے یونہی) تم چھوڑ دیے جاؤ گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ظاہر ہی نہیں کیا جن لوگوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے۔"

۞ [۴۵۱] ﴿ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ﴾ [التوبة=۹:۵]

"اور (جب امان والے مہینے گزر جائیں) تو انہیں جہاں پاؤ قتل کردو، انہیں قید کرلو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔"

۞ [۴۵۲] ﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ ﴾ [التوبة=۹:۲۹]

"ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے، نہ وہ اس کو حرام قرار دیتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، نہ ہی وہ دین حق کو قبول کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں اس حال میں کہ وہ ذلیل ہونے والے ہوں۔"

۞ [۴۵۳] ﴿ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾

[التوبة=۹:۴۱]

"مسلمانو! ہلکے ہو یا بھاری نکل کھڑے ہو اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو اللہ کے راستہ میں۔"

۞ [۴۵۴] ﴿ فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْا اِلَى السَّلْمِ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ..... ﴾ [محمد=۴۷:۲۵]

"پس سستی نہ کرو اور انہیں صلح کی طرف نہ بلاؤ۔ آخر کار تم ہی بلند ہو۔"

۞ [۴۵۵] ﴿ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ..... ﴾ [محمد=۴۷:۳۱]

"ہم تو اے مسلمانو! تمہیں ضرور آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم ظاہر کردیں ان لوگوں کو جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں اور جو تم میں سے ڈٹ کر لڑنے والے ہیں۔"

نیز ..... سورۃ التوبہ کی وہ آیات جن میں جہاد چھوڑنے والے منافقوں اور غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والوں پر سخت تنقید کی گئی۔ سورۃ الاحزاب کی وہ ابتدائی آیات جن میں جہاد کیلئے

برا ٹھہرایا گیا ہے۔ سورۃ الصف کی وہ آیات جن میں صف بستہ ہو کر جہاد کرنے کی ترغیب ہے اور مجاہدین کے لئے انعام و اکرام کا تذکرہ ہے۔ سورۃ الممتحنہ کی وہ آیات جن میں کافروں اور مشرکوں سے بائیکاٹ کرنے اور صرف مومنوں سے دوستی کرنے کا حکم ہے۔

مذکورہ بالا تمام آیات کا خلاصہ بالترتیب حسب ذیل ہے:

جہاد و قتال تمام مومنین پر اللہ کا حکم ہے۔ قتال فی سبیل اللہ کا سبب اور علت خلافت نہیں بلکہ کفار کا ظلم و ستم ہے۔ جہاد و قتال شرک اور فساد کے خاتمے تک خالص اللہ کے دین کو دنیا پر غالب کرنے اور قائم کرنے کا سبب ہے۔ نبی ﷺ سمیت ہر شخص کافروں کے ساتھ قتال کرنے کا مکلف اور ذمہ دار ہے۔ مومنین کو کافروں سے محتاط رہنے اور جہاد کی طرف نکلنے کا عام حکم بغیر کسی شرط کے دیا گیا ہے۔ تمام مسلمان ہمیشہ ''مجاہدین فی سبیل اللہ'' ہوتے ہیں حتی کہ وہ فتنہ و فساد کو ختم کرنے اور دین توحید کو ساری دنیا پر غالب کرنے کے مقاصد حاصل کر لیں۔

صحیح اور سچے مومن صرف مہاجر اور مجاہد ہیں۔ یعنی ہر مومن کے ایمان کی حجت اور سچائی کی پہچان ہجرت اور جہاد پر موقوف ہے۔ خواہ وہ خلیفۃ المسلمین کی اطاعت میں ہو یا خلیفۃ المسلمین کی اطاعت میں نہ ہو، بغیر خلیفہ کے زندگی گزار رہا ہو۔

اس طرح دخول جنت وحصول نجات کا عام اور بہترین طریقہ بھی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

﴿ فَاقْتُلُوا ﴾، ﴿ قَاتِلُوا ﴾، ﴿ انْفِرُوا ﴾، ﴿جَاهِدُوا ﴾ کے الفاظ حکم اور وجوب کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں اور بلا تخصیص اور بلا شرائط تمام مکلف مومنین ان الفاظ کے مخاطب ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

[٤٥٦] « اَلْإِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى »[۳۲]

''اسلام بلند ہوتا ہے۔ کوئی دوسرا مذہب اسلام پر غالب نہیں ہو سکتا۔''

لہٰذا پوری امت مسلمہ کی بلندی اور قوت کو جہاد کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے نہ کہ جہاد کو قوت اور اقتدار کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔

---

[۳۲] صحیح البخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو بغیر سند کے ترجمۃ الباب میں ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری = کتاب الجنائز : باب إذا أسلم الصّبيُّ فمات هل يصلّى عليه و هل يُعرَض على الصّبيّ الإسلام ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری کے مذکورہ بالا باب میں ہی اس کی شرح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اس کو دارقطنی اور محمد بن ہرون روبانی نے اپنی مسند میں عائذ بن عمرو مزنی سے حسن سند کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے۔ دیکھئے فتح الباری = کتاب الجنائز : باب اذا أسلم الصّبيُّ فمات ....." (ابو عمار ابن عبد الجبار)

اسی طرح سورۂ توبہ سورۂ احزاب، سورۂ صف، سورۂ ممتحنہ کی وہ آیات جن کی طرف پہلے اشارہ کیا گیا ہے۔ ان میں امت محمدیہ کے تمام افراد کو خلافت و امارت کی شرط کے بغیر جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے جو ابتداء نبوت سے لے کر قیامت تک جاری رہے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے:

جہاد فی سبیل اللہ کی وہ صحیح اور متواتر احادیث جو اسی کتاب کے مختلف ابواب میں حسب موقع پیش کی گئی ہیں ان میں خلافت کی شرط کے بغیر یہ قطعی حکم دیا گیا ہے کہ معذوروں کے سوا جہاد تمام مسلمانوں پر فرض ہے کیونکہ ان پر جہاد فرض نہیں۔

چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

[٤٥٧] « مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ »[۳۱]

"جو اس حالت میں فوت ہوا کہ اس نے نہ تو جہاد کیا، نہ اس کے دل میں جہاد کا ارادہ پیدا ہوا تو وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرا۔"

[٤٥٨] « لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ »[۳۲]

"فتح (مکہ) کے بعد (مکہ سے) ہجرت ختم ہے۔ لیکن جہاد اور جہاد کی نیت باقی ہے۔"

[٤٥٩] « جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ »[۳۳]

"مشرکوں سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔"

[٤٦٠] « اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ بِنَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ »[۳۴]

"گھوڑوں کی پیشانیوں پر خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے، قیامت تک کے لئے۔"

[٤٦١] « اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى اَنْ يُّقَاتِلَ آخِرُ اُمَّتِي الدَّجَّالَ »[۳۵]

"جہاد جاری رہنے والا ہے اس وقت تک کہ میری امت کا آخری شخص دجال سے قتال کرے گا۔"

[٤٦٢] « لَايُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ »[۳۶]

---

[۳۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۸۷

[۳۲] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۹

[۳۳] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۷

[۳۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۹٤

[۳۵] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ٦٦

[۳۶] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ٦٦

''اس جہاد کو نہ تو ظالم کا ظلم ختم کر سکے گا اور نہ عادل کا عدل۔''

[٤٦٣] « ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ » [۳۷]

''پھر تم دجال سے جنگ کرو گے۔ پس اللہ تعالیٰ تم کو اس پر فتح عطا کرے گا۔''

[٤٦٤] « اَلْجِهَادُ ذِرْوَةُ سَنَامِ الْإِسْلَامِ » [۳۸]

''جہاد اسلامی کوہان کی چوٹی ہے۔''

خلافت کی شرط کے بغیر جہاد کو جاری رکھنے کے موضوع پر مذکورہ بالا صحیح اور متواتر احادیث پر غور کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ وضاحت فرماتے ہیں: عملی طور پر جہاد کرنا اور جہاد کا عزم دل میں رکھنا ایمان کے صحیح ہونے کی شرط ہے۔ اس کے بغیر موت منافقت کے ایک شعبے پر موت ہے۔ جہاد اور جہاد کی نیت ہمیشہ کیلئے فرض ہے۔ تمام اہل ایمان کو بالعموم خلیفہ کی شرط کے بغیر امر کے صیغہ سے کافروں اور مشرکوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جہاد کبھی ساقط اور منقطع نہ ہوگا۔ بلکہ قیامت کے دن تک جاری رہے گا۔ جہاد کسی وجہ سے باطل اور کالعدم نہ ہوگا۔ جبکہ احادیث سے ثابت ہے کہ خلافت ختم ہوگی۔

اہل اسلام دجال کو فتح کرنے تک متواتر جہاد میں مشغول رہیں گے (جبکہ خلافت صدیوں سے ناپید ہے)۔ جہاد سے اسلام کی رفعت و شوکت ہے۔ مذکورہ بالا احادیث کے تفصیلی معانی اور مفہوم کے لئے حدیث کی کتابوں میں سے متعلقہ ابواب کا مطالعہ کریں۔

خلافت کے اختتام اور جہاد کے دوام کی مختصر بحث:

کتاب و سنت کے واضح دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ جہاد اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اور قیامت تک جاری رہنے والا قطعی حکم ہے۔ جبکہ خلافت و امامت کے دوام و بقاء کی بجائے اس کے انقطاع اور اختتام کے واضح دلائل موجود ہیں۔ لہٰذا ہمیشہ کے لئے جاری ایک حکم الٰہی کو کسی ختم یا منقطع ہونے والی چیز کے ساتھ مشروط کرنا شریعت، عقل اور فہم کے مسلمہ قواعد اور اصولوں کے خلاف ہے۔

انقطاع خلافت پر صحیح احادیث:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ

---

[۳۷] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ١٤٢

[۳۸] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ٢٦٠

کوئی اپنا خلیفہ مقرر کریں تو انہوں نے فرمایا:

[٤٦٥] « إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَحْفَظُ دِيْنَهُ وَ إِنِّي لَئِنْ لَّا أَسْتَخْلِفَ فَإِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَخْلِفْ وَ إِنْ أَسْتَخْلِفْ فَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ قَدِ اسْتَخْلَفَ (قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ) فَعَلِمْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَعْدِلَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ أَحَدًا وَ أَنَّهُ غَيْرُ مُسْتَخْلِفٍ » [۳۹]

" اللہ عزوجل اپنے دین کی حفاظت کرے گا اور میں اگر کوئی خلیفہ نامزد نہ کروں (تو کوئی حرج اور گناہ نہیں) ۔اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی کوئی خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ (اور امت کو اس کے حال پر چھوڑ دیا) اور اگر خلیفہ مقرر کردوں (تو بھی جائز ہے)۔ اس لئے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر کردیا تھا۔(اور وہ دونوں مجھ سے افضل و برتر تھے۔ یعنی خلیفہ مقرر کرنے اور نہ کرنے کے دونوں طریقے ہدایت کے طریقے ہیں۔ عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ اس بات سے) مجھے معلوم ہو گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے برابر کسی کو نہیں ٹھہرائیں گے (اور آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے) خلیفہ نامزد نہیں کرینگے۔"

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی " حدیث خیر و شر" میں ہے:

[٤٦٦] « فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَ لَا إِمَامٌ » [۴۰]

" (سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے پوچھا) اگر ان مسلمانوں کی کوئی جماعت اور خلیفہ نہ ہو تو کیا کیا جائے؟"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کے لئے جماعت اور خلیفہ کے نہ ہونے کے وقتے واقعتاً اور عملاً وقوع پذیر ہونگے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

[٤٦٧] « اَلْخِلَافَةُ فِيْ أُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ، ثُمَّ مُلْكٌ بَعْدَ ذَالِكَ ». « ..... ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَّشَاءُ » [۴۱]

" خلافت میری امت میں تیس برس تک رہے گی، پھر ملوکیت ہوگی۔" (ابو داؤد کی حدیث کے الفاظ میں یہ بھی ہے کہ) " اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا بادشاہت عطا کرے گا۔"

---

۳۹ صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب الإستخلاف و تركه، الحديث: ١٨٢٣ + صحيح البخاري = كتاب الأحكام : باب الإستخلاف ، الحديث: ٦٧٩٢

۴۰ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ٣٥٥

۴۱ صحيح الترمذي= أبواب الفتن : باب ما جاء في الخلافة، الحديث:١٨١٣ + صحيح أبي داؤد= كتاب السُّنة: باب ما جاء في الخلفاء، الحديث: ٣٨٨٢،٣٨٨٣

اس حدیث کے راوی سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خلفاء راشدین ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کی خلافت تیس برس رہی۔ نیز فرمایا:

[٤٦٨] « لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ عَزِيْزًا مَنِيْعًا إِلَى اثْنَي عَشَرَ خَلِيْفَةً ، كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ »[۴۲]

''یہ دین بارہ خلفاء تک غالب اور مضبوط رہے گا جو سب کے سب قریشی ہونگے''

گویا خلافت راشدہ چاروں خلفاء اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما تک محدود رہی اور مطلق طور پر خلافت بارہ قریشی خلفاء تک رہی (یعنی دونوں احادیث کے مضمون میں کوئی تضاد نہیں۔)

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا:

① خلیفہ و امام کا تقرر امت مسلمہ پر واجب ہے۔ خلیفہ کے لئے جانشین مقرر کرنا اور نہ کرنا دونوں اسلامی طریقے ہیں۔ خلیفہ کے تقرر کے لئے مجلس شوریٰ قائم کرنا (جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چھ رکنی شوریٰ نامزد کی تھی) بھی انتخاب امیر کا شرعی طریقہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خلیفہ مقرر نہیں فرمایا۔ مذکورہ چاروں امور پر صحابہ، تابعین اور تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ جیسا کہ امام نووی اور ابن حجر نے کہا ہے۔

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ مقرر نہ کرنے کی وجہ سے سقیفہ بنی ساعدہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلافت کیلئے مشورہ ہوا۔ جس کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت (بروز سوموار چاشت کے وقت) سے لے کر رات گئے تک پورا دن گزر گیا اور مسلمانوں کا کوئی خلیفہ اور امام نہیں تھا۔ یہ طویل دورانیہ بغیر خلافت کے گزرا۔[۴۳]

③ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کا تقرر کرنے کی بجائے چھ رکنی بااختیار مجلس شوریٰ نامزد فرمائی۔ جس کے باہمی مشاورتی عمل کی وجہ سے کئی روز تک امت مسلمہ بلا خلیفۃ المسلمین وبلا امیر المومنین رہی۔[۴۴]

علاوہ ازیں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے مشورہ لئے بغیر بیعت و خلافت کے انعقاد کو ناجائز اور غیر شرعی قرار دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

---

[۴۲] صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب النّاس تبع لقريش والخلافة في قريش ،الحديث : ١٨٢١ + صحيح البخاري = كتاب الأحكام : باب الإستخلاف، الحديث: ٦٧٩٦

[۴۳] صحيح البخاري = كتاب الأحكام : باب الإستخلاف مختصر سيرة الرّسول للشّيخ عبد الله :٤٦٦-٤٦٨

[۴۴] شرح النّووي:٢/ ١٢٠

[٤٦٩] « فَمَنْ بَايَعَ رَجُلًا عَلَى غَيْرِ مَشُوْرَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَا يُتَابَعُ هُوَ وَلَا الَّذِيْ بَايَعَهُ تَغِرَّةً اَنْ يُقْتَلَا » [۵۵]

''جس نے مسلمانوں کے صلاح و مشورہ کے بغیر کسی آدمی کی بیعت کر لی تو دوسرے لوگ اس بیعت کرنے والے امیر کی پیروی نہ کریں نہ ہی اس کی جس کی بیعت کی گئی ہے۔اس خطرے کی بناء پر کہ وہ دونوں قتل کر دیئے جائیں گے۔''

لہٰذا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ مسلمانون کی مشاورت (جو خلیفہ کے لئے بسا اوقات طویل مدت کی متقاضی ہوتی ہے) کے بغیر بیعت و خلافت کا انعقاد غیر اسلامی ہے ۔اس کا ارتکاب کرنے والے قتل ہونے کے خطرہ میں ہونگے۔ خلافت و امامت کے لئے عارضی طور پر یا مستقل طور پر انقطاع اور اختتام کے وقفے کتاب و سنت کے دلائل سے ثابت ہوتے ہیں۔ جبکہ جہاد فی سبیل اللہ کا جاری و ساری رہنا کتاب و سنت کے قطعی دلائل سے ثابت ہے ۔غور و فکر کا مقام ہے کہ مذکورہ وقفوں (مثلاً وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد اور شہادت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد مشورہ کرنے کے لئے خلافت کے نہ ہونے کے وقفے) میں اگر دشمنان اسلام مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہو جاتے تو کیا مہاجرین و انصار خلیفہ مقرر کرنے کے انتظار میں دفاع اسلام کیلئے تلوار نہ اٹھاتے اور امت مسلمہ کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتے۔ معاذ اللہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہی سلف صالحین کے معمول سے اس کا کوئی ثبوت فراہم کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ تاریخ اسلام کے حقائق و واقعات اس کے خلاف شہادت دیتے ہیں کہ خلافت و امامت موجود تھی۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق عادل و ظالم، نیک و بد خلیفہ اور امام کے ساتھ مل کر امت نے جہاد اسلامی کو جاری اور قائم رکھا۔ اگر خلافت ختم بھی ہو گئی تو طائفہ منصورہ اور مسلمانوں کی جماعت نے جہاد کے تسلسل اور تواتر کو قائم و دائم رکھا۔ جیسا کہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے :

''کچھ لوگ جہاد کو مسیح الدجال کے فتح کرنے تک قائم و دائم رکھیں گے۔''

ہم ایک مستقل عنوان کے تحت اس پر مفصل اور مدلل بحث کر رہے ہیں۔ بالخصوص عصر حاضر میں جب کہ پورے عالم کے کفار و مشرکین جدید ترین اسلحہ اور فکری اور جنگی آلات کے ساتھ مسلح

---

[۵۵] صحیح البخاری= کتاب المحاربین من أهل الکفر والرِّدّة : باب رجم الحبلی فی الزِّنا إذا أحصنت ، الحدیث: ٦٤٤٢+ شرح النّووی :۲/ ۱۲۰ + فتح الباری: ۱۲/ ۱۷۵۔۱۸۲، ۱۲۰/ ۱۲۴۔۱۲۹

اور اکٹھے ہوکر مسلم علاقہ جات پر حملہ آور ہو چکے ہیں۔ ان حالات میں کسی خلافت و امامت کے انتظار میں مسلمانوں کو ہاتھ باندھے رکھنے کی دعوت دینا اور ان کو دفاع اسلام اور اعلاءِ کلمۃ اللہ سے روکنا دین اسلام کی عزت و بقاء کو داؤ پر لگانے کے مترادف ہے۔ فرائض الٰہیہ کو ختم کر کے امت کو رہبانیت کی بدعت اور عقیدۂ حلولیت والے گمراہی کے سمندر میں غرق کرنے کی کوشش ہے۔

اے کاش.....!

بلاد اسلامیہ کے سربراہان اور حکمران اس حقیقت کا بروقت ادراک حاصل کریں اور امت کو اسلام کی چوٹی، اسلامی عزت وشوکت کے اصل راستہ یعنی جہاد فی سبیل اللہ پر ڈال کر روزِ محشر اللہ احکم الحاکمین کے سامنے اپنی مسئولیت اور ذمہ داری سے عہد برآں ہوں۔ (وَفَّقَهُمُ اللّٰهُ لِذٰلِكَ وَ يَسَّرَ عَلَيْهِم)

''عصابۃ المسلمین'' اور ''طائفہ منصورہ'' پر تحقیقی نظر:

نبی ﷺ نے فرمایا:

[٤٧٠] « لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ »[٤٦]

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر ظاہر و غالب رہے گا۔''

[٤٧١] « لَنْ يَّزَالَ قَوْمٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِيْنَ عَلَى النَّاسِ »[٤٧]

''میری امت کی ایک قوم (جماعت) لوگوں پر غالب رہے گی۔''

[٤٧٢] « لَنْ تَزَالَ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ »[٤٨]

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ دین حق کے لئے جہاد و قتال کرتا رہے گا۔ وہ لوگ ہی قیامت تک غالب ہونگے۔''

[٤٧٣] « لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ (أَوْ أُمَّةٌ) مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللّٰهِ ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْخَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ عَلَى النَّاسِ »[٤٩]

---

[٤٦] صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب قوله ﷺ ((لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق)) ، الحديث: ١٩٢٠

[٤٧] صحيح مسلم= كتاب الإمارة : باب قول ﷺ ((لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق .....)) الحديث: ١٩٢١+ صحيح البخاري = كتاب التوحيد : باب قوله الله تعالى ﴿ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ ﴾ [النحل:١٦: ٤٠] الحديث: ٧٠٢١

[٤٨] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ٩١

[٤٩] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ٩٢

''میری امت میں سے ایک جماعت اور گروہ اللہ کے امر (یعنی اللہ کے دین) کے ساتھ قائم اور چمٹا رہے گا۔ ان کی مخالفت اور رسوائی کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ حتیٰ کہ قیامت آجائے گی اور وہ جماعت بدستور لوگوں پر غالب ہوگی۔''

[٤٧٤] « لَنْ يَزَالَ أَمْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ مُسْتَقِيمًا حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ » [۵۰]

''میری امت کا معاملہ مضبوط و مستقیم رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔''

[٤٧٥] « لَنْ يَبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ » [۵۱]

''یہ دین ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ اس کی خاطر مسلمانوں کی ایک قوی اور متحد جماعت تا قیام قیامت قتال جاری رکھے گی۔''

[٤٧٦] « لَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ » [۵۲]

''مسلمانوں کی ایک قوی اور متحد جماعت دین حق کی خاطر قتال جاری رکھے گی اور اپنے تمام مخالفین پر روز قیامت تک غالب رہے گی۔''

[٤٧٧] « لَا يَزَالُ الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ أَوْ يَكُوْنَ عَلَيْكُمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ وَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ : عُصَيْبَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَفْتَتِحُوْنَ الْبَيْتَ الْأَبْيَضَ بَيْتَ كِسْرٰى » [۵۳]

''دین اسلام ہمیشہ قائم و دائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت برپا ہو جائے، یا تم پر بارہ خلفاء بن جائیں گے اور وہ سب قریشی ہوں گے۔ نیز یہ بھی آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی قوی اور متحد جماعت کسریٰ کے سفید محل کو فتح کرے گی۔'' [۵۴]

---

[۵۰] صحیح البخاری= کتاب الإعتصام بالکتاب والسنّة : باب قول النّبیّ ﷺ ((لا تزال طائفة من امّتی ظاهرین علی الحق.....)) الحدیث: ٦٨٨٢

[۵۱] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٩٠

[۵۲] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٩٢

[۵۳] صحیح مسلم= کتاب الامارة: باب النّاس تبع لقریش والخلافة فی قریش ،الحدیث: ١٨٢٢

[۵۴] البیت الأبیض کا اردو میں معنی ''سفید محل'' ہے۔ اس کا انگلش میں ترجمہ وائٹ ہاؤس (White House) ہے۔ امریکہ کے صدارتی محل کو بھی وائٹ ہاؤس کہا جاتا ہے جو عصر حاضر میں کفر کی تمام سازشوں اور اسلام دشمن سرگرمیوں کی آماجگاہ ہے اور جو سپر پاور ہونے کے زعم باطل میں مبتلا ہے۔ درحقیقت سپر پاور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے۔ وہ دن بہت قریب ہیں جب مجاہدین کے خاک آلود قدم اس کے عالیشان قالینوں، فرنیچروں اور دیدہ زیب عمارتوں کو جوتوں تلے روندیں گے۔ ان شاء اللہ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

طائفہ کا معنیٰ:

"وَالطَّائِفَةُ مِنَ النَّاسِ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ قَدْ يَقَعُ عَلَى وَاحِدٍ فَصَاعِدًا وَ عَلَى ذَالِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى :[٤٧٨] ﴿ وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ﴾" [الحجرات ۴۹:۸]

"اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کروا دیا کرو۔"

[٤٧٩] ﴿ إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا ﴾ [آل عمران ۳:۱۲۲]

"جب تم میں سے دو جماعتوں نے ارادہ کر لیا تھا بزدلی دکھانے کا۔"

لفظ "طائفہ" لوگوں کی ایک جماعت کو کہتے ہیں۔ یہ واحد تثنیہ اور جمع تینوں قسموں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیات مذکورہ میں بیان ہوا ہے۔ [۵۵]

لہٰذا مدد کئے ہوئے اور غالب گروہ سے مراد جہاد کرنے والے، جنگ و قتال کرنے والے، فقہاء محدثین و مبلغین اسلام وغیرہ ہیں۔ امام بخاری، امام احمد، علی بن مدینی اور امام نووی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ نے یہی بات کہی ہے۔ [۵۶]

نبی ﷺ نے فرمایا:

[٤٨٠] « لَا يَزَالُ أَهْلُ الْغَرْبِ ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ » [۵۷]

"اہل غرب قیامت قائم ہونے تک دین حق پر (قائم رہتے ہوئے) غالب رہیں گے۔"

اہل غرب سے اہل عرب یا اہل شام یا اہل قوت مجاہدین مراد ہیں۔ جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد علی بن مدینی رحمہ اللہ کا قول ہے۔ [۵۸]

◎ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٤٨١] ((وَهُمْ بِالشَّامِ)) (طائفہ منصورہ اہل شام میں سے ہے۔) (وہی اہل غرب ہیں) [۵۹]

مذکورہ تمام اقوال تقریباً ہم معنیٰ ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ "طائفہ منصورہ" کا لفظ واحد

---

۵۵ مفردات القرآن: ۳۱۴

۵۶ صحیح البخاری = کتاب الإعتصام بالکتاب والسُّنّة : باب قول النّبيّ ﷺ ((لا تزال طائفة من أمّتي ظاهرين على الحق و هم أهل العلم)) + صحیح الترمذی = أبواب الفتن = باب ما جاء في أهل الشّام + شرح النّووی : ۲/ ۱۴۳

۵۷ صحیح مسلم = کتاب الامارة : باب قوله ﷺ ((لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق۔)) ، الحدیث: ۱۹۲۵

۵۸ شرح النّووی: ۲/ ۱۴۴

۵۹ صحیح البخاری = کتاب التّوحید: باب قول الله تعالى ﴿ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ ﴾ [النحل ۱۶:۴۰] الحدیث: ۷۰۲۲

تثنیہ وجمع تینوں صورتوں میں مستعمل ہے اور محدثین اور مبلغین اسلام کی مختلف اور متفرق جماعتوں کے لئے جامع نام ہے۔ جو ہمیشہ خلیفہ اور امام کی شرط عائد کئے بغیر، متحد و منظم ہوکر جہاد وقتال کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں۔ یہ تسلسل تا قیامت یعنی فتح دجال تک جاری رہے گا۔

''عصابہ'' کا معنیٰ:

عصبۃ اور عصابۃ ایک قوی اور متحد جماعت کا نام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۴۸۲] ﴿ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ..... ﴾ [یوسف-۱۲:۱۳۸]

''ہم متحد وقوی جماعت ہیں۔''

''سمع ،یسمع ''کے وزن پر استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح عَصَبَ یَعْصِبُ (ض) کے وزن پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ دونوں ہی کا معنی '' اِجْتَمَعَ '' یعنی ''متحد اور مجتمع ہونا ہے۔'' [۱۰]

'' عُصَیْبَةٌ '' لفظ '' عُصْبَةٌ '' کی تصغیر ہے یعنی ایک چھوٹی سی متحد اور مضبوط جماعت'' [۱۱]

مذکورہ صحیح احادیث کا خلاصہ درج ذیل ہے:

① جہاد فی سبیل اللہ کا تسلسل اور دوام قیامت تک یعنی دجال کو فتح کر لینے تک باقی رہے گا۔ خلافت اور امامت کبریٰ موجود ہو یا نہ ہو۔

نبی ﷺ کی احادیث میں: [لَنْ یَزَالَ ، لَنْ یَبْرَحَ ،لَا یَزَالُ ،لَا تَزَالُ] جیسے تمام الفاظ ہمیشگی کے معنی کو بیان کرنے کیلئے ہیں۔ واضح ہو کہ ایسے جملے جن میں ہمیشگی کا مفہوم پایا جاتا ہے وہ دو قسم کے ہیں۔ لہٰذا درمیانی مختصر وقفے ہمیشگی کے منافی نہیں بشرطیکہ مکمل انقطاع اور اختتام نہ ہو۔

② دین حق کے قیام، دوام اور اس کی بقاء کا دارو مدار قتال فی سبیل اللہ پر ہے۔

③ مجاہدین ایک قوی اور متحد جماعت ہونگے، ان کا خلیفہ ہو یا نہ ہو لیکن جماعت وامارت کے تحت زندگی گزارنے والے ہونگے۔

④ بسا اوقات وہ ایک چھوٹی اور متحد جماعت کی صورت میں ہونگے۔

مزید تفصیل کے لئے **ملاحظہ ہو:**

[۱] فتح الباری:۳/ ۲۵۰۔۲۵۲

---

[۱۰] المفردات للأصفهانی: ۳۴۰ + القاموس:۱/ ۱۰۹

[۱۱] شرح النووی:۲/ ۱۲۰

[۲] شرح مسلم للنووی:۲/۱۴۳،۱۴۴

[۳] أبو داؤد مع المعالم :۳/۳۵۷

[۴] سُنَن النِسائی:۲/۱۱۲ ، رقم الحدیث :۳۵۹۱ و حدیث عصابتان من أمّتی..... کتاب الجهاد :۲/۵۶

[۵] نیل الأوطار:۸/۵۱)

معسکر ابی بصیرؓ:

سیدنا مسور بن مخرمہ اور سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہما صلح حدیبیہ کی طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں:

[۴۸۳] « ثُمَّ رَجَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ إِلَی الْمَدِینَةِ فَجَآءَهُ أَبُوْ بَصِیْرٍ رَجُلٌ مِنْ قُرَیْشٍ وَ هُوَ مُسْلِمٌ ـ فَأَرْسَلُوا فِیْ طَلَبِهِ رَجُلَیْنِ ـ فَقَالُوْا: الْعَهْدُ الَّذِیْ جَعَلْتَ لَنَا ـ فَدَفَعَهُ إِلَی الرَّجُلَیْنِ ـ فَخَرَجَا بِهِ حَتّٰی بَلَغَا ذَا الْحُلَیْفَةِ فَنَزَلُوْا یَأْکُلُوْنَ مِنْ تَمْرٍ لَهُمْ ـ فَقَالَ أَبُوْ بَصِیْرٍ لِأَحَدِ الرَّجُلَیْنِ وَاللّٰهِ إِنِّی لَأَرٰی سَیْفَكَ هٰذَا یَا فُلَانُ جَیِّدًا ـ فَاسْتَلَّهُ الْآخَرُ فَقَالَ: أَجَلْ وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَجَیِّدٌ ـ لَقَدْ جَرَّبْتُ بِهِ ثُمَّ جَرَّبْتُ ـ فَقَالَ أَبُوْ بَصِیْرٍ أَرِنِیْ أَنْظُرْ إِلَیْهِ ـ فَأَمْکَنَهُ مِنْهُ فَضَرَبَهُ حَتّٰی بَرَدَ وَ فَرَّ الْآخَرُ حَتّٰی أَتَی الْمَدِیْنَةَ ـ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ یَعْدُوْ ـ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ رَآهُ لَقَدْ رَأٰی هٰذَا ذُعْرًا ـ فَلَمَّا انْتَهٰی إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُتِلَ وَاللّٰهِ صَاحِبِیْ وَإِنِّی لَمَقْتُوْلٌ ـ فَجَآءَ أَبُوْ بَصِیْرٍ فَقَالَ: یَا نَبِیَّ اللّٰهِ قَدْ وَاللّٰهِ أَوْفَی اللّٰهُ ذِمَّتَكَ ـ قَدْ رَدَدْتَنِیْ إِلَیْهِمْ ثُمَّ أَنْجَانِیَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ـ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَیْلُ أُمِّهِ مِسْعَرَ حَرْبٍ وَلَوْ کَانَ لَهُ أَحَدٌ ـ فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ أَنَّهُ سَیَرُدُّهُ إِلَیْهِمْ ـ فَخَرَجَ حَتّٰی أَتٰی سِیْفَ الْبَحْرِ وَ یَنْفَلِتُ مِنْهُمْ أَبُوْ جَنْدَلِ بْنُ سُهَیْلٍ فَلَحِقَ بِأَبِیْ بَصِیْرٍ ـ فَجَعَلَ لَا یَخْرُجُ مِنْ قُرَیْشٍ رَجُلٌ قَدْ أَسْلَمَ إِلَّا لَحِقَ بِأَبِیْ بَصِیْرٍ ـ حَتّٰی اجْتَمَعَتْ مِنْهُمْ عِصَابَةٌ ـ فَوَاللّٰهِ مَا یَسْمَعُوْنَ بِعِیْرٍ خَرَجَتْ لِقُرَیْشٍ إِلَی الشَّامِ إِلَّا اعْتَرَضُوْا لَهَا فَقَتَلُوْهُمْ وَ أَخَذُوْا أَمْوَالَهُمْ ـ فَأَرْسَلَتْ قُرَیْشٌ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ تُنَاشِدُهُ اللّٰهَ وَالرَّحِمَ لَمَّا أَرْسَلَ: فَمَنْ أَتَاهُ فَهُوَ آمِنٌ فَأَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ إِلَیْهِمْ ـ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی : ﴿وَهُوَ الَّذِیْ کَفَّ أَیْدِیَهُمْ عَنْکُمْ وَ أَیْدِیَکُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَکَّةَ مِنْ ۢ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَکُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا۝ هُمُ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَ كَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَ اَهْلَهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ ﴾ [الفتح ۴۸: ۲۴-۲۶] ﴾ [۶۴]

''نبی ﷺ صلح حدیبیہ کی تکمیل کے بعد مدینہ واپس لوٹے تو قریش کا ایک آدمی ابو بصیر بن اسید ثقفی رضی اللہ عنہ مسلمان ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوگیا۔ چنانچہ قریش نے اس کی تلاش میں دو آدمی روانہ کئے۔ جنہوں نے مدینہ پہنچ کر آپ سے کہا: عہد صلح کا پاس کیجئے جو خود آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو ان کے حوالے کر دیا جو اسے لے کر مکہ کی طرف چل پڑے۔ جب ''ذوالحلیفہ'' کے مقام پر پہنچے تو وہاں ٹھہر کر اپنی کھجوریں کھانے لگے۔ ابو بصیر نے ایک کو کہا: واللہ مجھے یہ تمہاری تلوار نہایت عمدہ نظر آرہی ہے۔ تو اس نے تلوار میان سے کھینچی اور کہنے لگا اللہ کی قسم بلاشبہ یہ بہت عمدہ ہے۔ میں نے بار بار اس کے تجربات کئے ہیں۔ ابو بصیر بولے ذرا دیجئے میں اس کو دیکھ لوں۔ اس نے تلوار ابو بصیر کے حوالے کر دی تو ابو بصیر نے اچانک تلوار مار کر اسے ٹھنڈا کر دیا۔ دوسرا شخص بھاگ نکلا حتی کہ مدینہ آن پہنچا اور ہانپتے ہوئے مسجد نبوی میں داخل ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا: اس نے یقیناً کوئی خوف دیکھا ہے۔

چنانچہ جب وہ آپ کے قریب پہنچا تو کہنے لگا: واللہ میرا ساتھی قتل ہو چکا ہے اور مجھے بھی مار دیا جائے گا۔ اسی دوران سیدنا ابو بصیر رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور عرض کرنے لگے: یا نبی اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کے عہد اور ذمے کو پورا کر دیا ہے کہ آپ نے مجھے ان کی طرف واپس لوٹا دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے نجات عطا فرما دی ہے۔ یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا: اس کی ماں کی بربادی ہو اگر اسے کوئی ساتھی مل جائے تو یہ جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے۔ ابو بصیر رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو سمجھ گئے کہ آپ ﷺ دوبارہ اسے کفار کے حوالے کر دیں گے۔ چنانچہ وہ مدینہ سے نکل کر ساحل سمندر پر آگئے۔

---

[۶۴] صحیح البخاری = کتاب الشُّروط: باب الشُّروط فی الجهاد و المصالحة مع أهل الحرب و كتابة الشُّروط، الحديث: ۲۵۸۱ + صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسِّیر: باب صلح الحديبيّة فی الحديبيّة، الحديث: ۱۷۸۳، ۱۷۸۴

ادھر سیدنا ابو جندل بن سہیل رضی اللہ عنہ بھی چھوٹ گئے اور بھاگ کر ابو بصیر سے آملے۔ اب قریش کا جو شخص بھی اسلام لا کر بھاگتا وہ ابو بصیر رضی اللہ عنہ سے آملتا۔ حتیٰ کہ ایسے مسلمانوں کی ایک جماعت اکٹھی ہو گئی۔ پھر واللہ! مجاہدین کی یہ جماعت شام کی طرف آنے جانے والے جس قریشی قافلے کی خبر سنتے تو اس کے ساتھ دو دو ہاتھ کرتے۔ اہل قافلہ کو قتل کرتے اور ان کے اموال پر قبضہ کر لیتے۔ (اس صورت حال سے بے بس ہو کر) قریش مکہ نے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ اور رشتہ داری کے واسطے دے کر پیغام پہنچایا کہ آپ انہیں اپنے پاس بلا لیں اور اب جو بھی آپ کے پاس آئے گا وہ مامون ہو گا۔ اس کے بعد نبی ﷺ نے پیغام بھیج کر بلوا لیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

(اے مسلمانو!) وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں کافروں پر فتح یاب کرنے کے بعد عین مکہ کی سرحد پر ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے۔ یہ مکہ والے وہی تو ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا اور تمہارے قربانی کے جانوروں کو بھی روک دیا اور وہ اپنے حلال ہونے کی جگہ پر نہ پہنچ سکے۔ اگر (مکہ میں اس وقت) چند مسلمان مرد اور چند مسلمان عورتیں ایسی نہ ہوتیں جن کا تم کو علم نہ تھا کہ تم ان کو بھی (کافروں کے ساتھ) روند ڈالتے، پھر تم کو ان کی طرف سے نادانستہ نقصان پہنچ جاتا۔ (اللہ تعالیٰ نے ان مکہ میں موجود مسلمانوں کا خیال اس لئے رکھا) تاکہ اللہ تعالیٰ ان (چند مسلمان مردوں اور عورتوں) میں سے جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے۔ اگر یہ چند مسلمان مرد اور عورتیں) الگ ہو جاتے تو ہم (تمہارے ہاتھوں سے) ان کافروں کو دردناک عذاب پہنچاتے۔ (اے نبی! وہ وقت یاد کر) جب ان مکہ کے کافروں نے اپنے دل میں جاہلیت کی ضد کی طرح ضد باندھ لی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تسلی اپنے رسول پر اور مومنوں پر نازل کی۔ اور ان کو پرہیز گاری کی بات پر جمائے رکھا۔ یہی لوگ اس (پرہیز گاری) کے حق دار اور لائق بھی تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

کفار مکہ کی جاہلانہ عصبیت وحمیت یہ تھی کہ انہوں نے آپ ﷺ کے نبی ہونے کا اقرار نہ کیا اور کمال ڈھٹائی سے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کے کلمات طیبات کو صلح نامہ پر تحریر کرنے سے انکاری ہوئے۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے۔

سیدنا خالد بن ولیدؓ کا امارت کی ذمہ داری سنبھالنا:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

[٤٨٤] « أَمَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فِي غَزْوَةِ مُوتَةَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: إِنْ قُتِلَ زَيْدٌ فَجَعْفَرٌ وَإِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ رَوَاحَةَ۔ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ كُنْتُ فِيهِمْ فِي تِلْكَ الْغَزْوَةِ فَالْتَمَسْنَا جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَوَجَدْنَاهُ فِي الْقَتْلَى وَ وَجَدْنَا فِي جَسَدِهِ بِضْعًا وَ تِسْعِينَ مِنْ طَعْنَةٍ وَ رَمْيَةٍ » [٤٣]

"رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ مؤتہ میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر فرماتے ہوئے ہدایت فرمائی "زید اگر شہید ہو جائے تو جعفر رضی اللہ عنہ اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائے تو عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تمہارے امیر ہونگے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھی اس غزوہ میں شریک تھا۔ ہم نے اسی غزوہ میں جعفر رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے ہوئے مقتولین میں پایا اور آپ کے جسم میں نیزوں اور تیروں کے کم از کم ترانوے (۹۳) زخم موجود تھے۔"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

[٤٨٥] « أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَى زَيْدًا وَ جَعْفَرًا وَ ابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ: أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَأُصِيبَ۔ ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِيبَ۔ ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِيبَ ـــــ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ ـــــ حَتَّى أَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللّٰهِ حَتَّى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ » [٤٤]

"بلاشبہ نبی ﷺ نے مدینہ میں لوگوں کو زید بن حارثہ، جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی موت شہادت کی اطلاع کردی اس سے پہلے کہ ان کی کوئی خبر لوگوں کے پاس پہنچتی۔" چنانچہ فرمایا:

غزوہ مؤتہ میں زید رضی اللہ عنہ نے پرچم تھاما اور شہید ہو گئے، پھر جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچم لیا اور شہید ہوگئے، پھر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پرچم پکڑا اور وہ بھی شہید کر دیے گئے ـــــ اسی دوران آپ کی دونوں آنکھیں اشکبار تھیں ـــــ حتی کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے پرچم تھاما اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمادی"

---

[٤٣] صحيح البخاري = كتاب المغازي : باب غزوة مُؤتَةَ من ارض الشّام، الحديث:٤٠١٣

[٤٤] صحيح البخاري = كتاب المغازي : باب غزوة مُؤتَةَ من ارض الشّام، الحديث:٤٠١٤

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[٤٨٦] « ثُمَّ أَخَذَهَا خَالِدُ بْنُ وَلِيدٍ مِنْ غَيْرِ إِمْرَةٍ فَفَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ» [۲۵]

''بالآخر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے از خود امارت سنبھالی اور پرچم اسلام تھاما تو اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح و نصرت عطا فرمائی (حالانکہ جب انہوں نے پرچم تھاما تو ان کو نہ تو پہلے کسی امیر نے پرچم تھمایا تھا اور نہ ہی ان کو کسی نے امارت پر مقرر کیا تھا)۔''

مذکورہ احادیث سے حاصل شدہ احکام و مسائل:

① معاہدین (جن کافروں کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو) کے ساتھ صلح کی شرائط کے مطابق معاہدہ پورا کرنا شرعاً ضروری ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ابو جندل، ابوبصیر رضی اللہ عنہما کو قریش کے حوالے کر دیا۔ لیکن تحویل میں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

[٤٨٧] « اِصْبِرُوا وَاحْتَسِبُوا فَإِنَّا لَا نَغْدِرُ وَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ لَكَ فَرَجًا وَمَخْرَجًا » [۲۶]

''صبر کرو اور اللہ سے اجر و ثواب کے طالب رہو۔ پس بلاشبہ ہم دھوکہ نہیں کریں گے اور یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے لئے وسعت و کشادگی اور قید سے رہائی کا راستہ ہموار کر دے گا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ اور امام کی سلطنت یعنی دارالاسلام کی حدود سے باہر ان شرائط کا اطلاق نہ ہوگا جو عہد صلح سے ماوراء ہیں۔ اسی بناء پر نبی ﷺ نے ابوبصیر پر نہ تنقید فرمائی اور نہ قصاص اور دیت کا حکم دیا۔ حالانکہ انہوں نے ایک مشرک کو قتل کر دیا تھا۔ [۲۷]

② نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے، اگر اس کو کوئی ساتھی مل جائے۔'' یہ فرما کر گویا نبی ﷺ مشرکین کے خلاف جنگ و جدال کے دلیرانہ اقدامات پر ابوبصیر کی تعریف و توصیف فرما رہے ہیں۔ اس حدیث میں جماعت بندی کر کے جہاد و قتال کی ترغیب و تلقین اور فرار ہو جانے کا بلیغ اشارہ موجود ہے۔ علاوہ ازیں نو مسلم مہاجرین کو ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر اور ''جہادی ونگ'' بنا کر زبردست گوریلا کارروائیاں کرنے کی ہدایت موجود ہے۔ چنانچہ ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے

---

۲۵ صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب من تأمّر في الحرب من غير إمرة إذا خالف العدوّ، الحديث: ۲۸۹۸

۲۶ فتح الباری شرح صحیح البخاری= کتاب الشروط: باب الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب و كتابة الشروط مختصر سيرة الرسول للشيخ عبد الله: ٤٨١

۲۷ فتح الباری: ٦/ ٢٧٨ + منتقى الأخبار مع نيل الأوطار: ٨/ ٤١

اشارات کے عین مطابق فرار اختیار کیا، ساحل سمندر پر عسکری قوت جمع کی اور مسلمانوں کا ایک جہادی گروپ یعنی متحد و قوی جماعت تیار ہو جانے پر کافروں کے ساتھ جہاد کی منظم تحریک برپا کر دی۔ جس کو نبی ﷺ کی طرف سے خاموشی کی بنا پر مکمل تائید حاصل تھی۔ کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کسی عمل پر آپ ﷺ کی خاموشی بھی دین کا حصہ ہے۔ جمہور علماء اسلام معاہدہ صلح کے دورانیہ میں خلیفہ اور امیر المومنین کے اقتدار اور سلطنت سے باہر ایسے تمام جہادی اقدامات کو جائز و درست قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ امام خطابی اور حافظ ابن حجر کا یہی موقف ہے۔[۶۸]

③ خود امام اور خلیفہ بھی ایسے جہادی اقدامات کو وضاحت سے نہیں بلکہ صرف اشارہ اور کنایہ سے ہدایات جاری کر سکتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے فرمان: ''یہ تو جنگ کی آگ بھڑکانے والا ہے اگر اس کے ساتھ کوئی اور ہو تو۔'' میں اشارہ موجود ہے۔

◎ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" كَلِمَةُ تَعَجُّبٍ، بِالْمُبَالَغَةِ فِي الْحُرُوبِ، وَ جُوْدَةِ مَعَالَجَتِهَا وَ سُرْعَةِ النُّهُوْضِ فِيْهَا."

''آپ ﷺ کا اس طرح بہادری کی تعریف فرمانا کلمہ تعجب ہے نہ کلمہ مذمت۔ جمہور علماء اسلام کا یہی موقف ہے۔''[۶۹]

④ حدیث ابی بصیر رضی اللہ عنہ سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ ظالم اور مکار مشرک کو (تدبیر اور حیلے بہانے کے ساتھ) قتل کرنا جائز ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ خلیفہ کی سلطنت دارالاسلام کی حدود سے باہر معاہدہ صلح کا اطلاق نہیں ہوتا الا یہ کہ امام اور خلیفہ اطلاق کی تصریح کر دے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلم حکمرانوں میں سے کسی ایک کے معاہدے کی پابندی اور پاسداری دوسروں پر ضروری نہیں۔ الا یہ کہ خلافت اسلامی قائم ہو اور معاہدے کے عام ہونے کی تصریح موجود ہو۔[۷۰]

⑤ ایک متحدہ اور متفقہ مسلمانوں کی جماعت کے پاس اگرچہ دارالاسلام نہ ہو، نہ ہی خلافت وحکومت ہو اور نہ ہی خلیفۃ المسلمین کی اجازت ہو۔ اس کے باوجود اسلامی فرائض اور

---

۶۸ معالم السنن للخطابی: ۴/۷۹ + فتح الباری: ۶/۲۷۸

۶۹ معالم السنن للخطابی: ۴/۷۹ + فتح الباری: ۶/۲۷۸

۷۰ فتح الباری: ۶/۲۷۹، ۲۸۰

واجبات کی طرح فریضۂ جہاد و قتال کی ادائیگی کے لئے بھی مسلمان مامور ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: ''یہاں تک کہ انکے پاس ایک مضبوط جماعت اکٹھی ہوگئی۔''

اسی طرح حدیث میں ہے: '' جو بھی قریش کا قافلہ شام کی طرف آتا جاتا دکھائی دیتا اس کو قتل کرتے اس قافلے کے افراد سے مال (غنیمت کے طور پر) چھین لیتے۔''

علاوہ ازیں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک متفقہ جماعت کا وجود بہرحال لازمی اور ضروری ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے الفاظ سے عیاں ہوتا ہے کہ '' اگر اس کے ساتھ کوئی اور ساتھی ہوتا اور یہ جماعت سی بن جاتی تو کیا خوب ہوتا۔''

اسی طرح روایت کے ان الفاظ سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ ''یہاں تک کہ ان کی ایک مضبوط جماعت بن گئی۔''

⑥ رسول اللہ ﷺ کو معسکر ابی بصیر کی جہادی کارروائیوں کا مکمل علم تھا اور اسی طرح آپ نے اپنی خاموشی کے ساتھ ابو بصیر کی جماعت کی گوریلا کارروائیوں کی تائید و تصدیق فرما کر ان کو مکمل شرعی احکام کا درجہ عطا کیا۔ انکے کسی اقدام پر اعتراض نہیں فرمایا اور نہ کسی مشرک کے قتل کی دیت و قصاص کا حکم جاری کیا۔[1]

⑦ ابو بصیر رضی اللہ عنہ کی جماعت کے جہادی اقدامات مشرکین مکہ کے غرور و تکبر اور ان کی اقتصادی و عسکری قوت کو ختم کرنے کا ذریعہ، مسلمانوں پر ان کے وحشیانہ ظلم و ستم کے قلع قمع کا باعث بنے۔ انہوں نے معسکر ابی بصیر رضی اللہ عنہ کی قوت و طاقت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے معاہدہ صلح کی تیسری غیر منصفانہ شرط کے خاتمے کا مطالبہ کر دیا۔ جس میں درج تھا۔

[٦٨٨] « لَا يَأْتِيكَ مِنَّا رَجُلٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا »[2]

''ہماری طرف سے اگر آپ کے پاس کوئی شخص آئے، اگرچہ وہ آپ کے دین پر ہو، آپ اس کو واپس کریں گے۔''

بعد ازاں انہوں نے خود ہی مدینہ پہنچ جانے والے مکی مسلمانوں کے لئے امن و امان کا اعلان کر دیا۔ نبی ﷺ کو ذات باری تعالیٰ اور قرابتداری کے واسطے دے کر مجاہدین اسلام کے

---

[1] فتح الباری: ٦/ ٢٧٩ ؛ نیل الأوطار: ٨/ ٥١

[2] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ٤٨٣

خوفناک حملوں سے امن حاصل کیا۔ گویا ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے گروپ کے مجاہدین کی گوریلا کارروائیوں سے مظلوم مسلمانوں کیلئے تحفظ اور امان کی فضاء قائم ہوئی۔ اسلام کی شان و شوکت کے وہ مقاصد حاصل ہوگئے جو بڑی بڑی خون آشام جنگوں سے بھی حاصل نہ ہو سکے تھے۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۴۸۹] ﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ ﴾ [الفتح=۴۸:۲۴]

''وہی اللہ ہے جس نے تمہارے ہاتھ ان سے اور ان کے ہاتھ تم سے روک دیئے۔''[۳]

⑧ ابو بصیر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ سورۃ الفتح کی مذکورہ بالا آیات میں معسکر ابی بصیر رضی اللہ عنہ کے مجاہدین کی کارروائیوں کے نتائج و ثمرات کا تذکرہ اور بیان ہے۔ جبکہ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی صحیح مسلم وغیرہ میں مروی حدیث کے مطابق ان کا سبب نزول مقام حدیبیہ پر قریش کے ایک چھاپہ مار دستے کا مسلمانوں پر حملہ آور ہونا بیان کیا گیا ہے۔ آیات کے اسباب نزول کا ایک سے زیادہ ہونا بھی تو ممکن اور واقعتاً موجود ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں موافقت کے لئے دونوں اسباب نزول تسلیم کئے جانے چاہئے۔[۴]

⑨ غزوۂ مؤتہ میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ والے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کے صرف تین امیر مقرر فرمائے تھے۔ جن کی قیادت میں بالترتیب جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن تینوں کی شہادت پر مسلمانوں کی ضرورت و حاجت اور دفاع اسلام کے فوری تقاضا کے پیش نظر جہاد جاری رکھنے کے لئے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے از خود منصب امارت سنبھال لیا۔ وہاں تقریباً تین ہزار موجود صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس اقدام سے اتفاق کرتے ہوئے ان کی امارت میں جہاد جاری رکھا اور فتح یاب ہوئے۔ لہٰذا اضطراری حالت میں جبکہ خلیفہ و امام موجود نہ ہو یا اس سے رابطہ ناممکن ہو تو ایسی صورت میں جو شخص امارت اور ولایت کے لئے متعین ہوگا وہ شرعی امیر ہوگا اور اس کی اطاعت واجب ہوگی۔

اسی طرح جب کسی عورت کا ولی سلطان کے علاوہ کوئی نہ ہو اور سلطان کی اجازت

---

[۳] فتح الباری: ۶/ ۲۷۹، ۲۸۰

[۴] فتح الباری: ۶/ ۲۸۰

کا حصول ناممکن ہو تو کوئی بھی مسلمان اس کا نکاح کر سکتا ہے۔ علیٰ ھذا القیاس جب جمعہ وعیدین وغیرہ کا امام غیر حاضر ہو تو حاضرین کسی کو بھی امام بنا کر نماز ادا کرلیں ۔ امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔[۵]

یعنی شرعی فرائض حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد خلیفہ اور امام کی عدم موجودگی میں متروک اور معطل نہ ہونگے۔ اس طرح رسولوں کو بھیجنے کا اور شریعتوں کو نازل کرنے کا اصل مقصد ہی فوت ہوجائے گا اور وہ اصل مقصد ''دین اسلام کا قیام اور بقاء'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی یہ ہے:

[٤٩٠] ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ﴾ [التغابن - ٦٤:١٦]

''اللہ سے ڈرو جس قدر ڈر سکتے ہو۔''

ایسا نہ کرنے سے مذکورہ آیت کی خلاف ورزی بھی لازم آئے گی۔ لہٰذا حسب طاقت اپنے لئے کوئی جہاد کا امیر بنا کر یا اضطراری حالت میں خود امیر بن کر فریضۂ جہاد کو جاری رکھنا چاہئے۔ بالکل ایسے جیسے نماز جمعہ وعیدین وغیرہ کو قائم کرنا اور حقوق العباد کی تکمیل شرعاً فرض اور واجب ہے۔[۶]

⑩ عہد حاضر میں جبکہ خلافت اسلامیہ ناپید ہے تو مذکورہ آیت ، واقعہ خالد اور ان تمام نصوص کی روشنی میں جن میں دینی فرائض کو قائم کرنے کا حکم ہے ، جن میں ہر انسان کو فرداً فرداً مسئولیت کا احساس دلایا گیا ہے، ہر مکلف مسلمان پر لازم ہے کہ خلافت اسلامیہ کی عدم موجودگی میں ایک جماعت قائم کرے اور جہاد کو جاری کرے۔ قرآن وسنت کی نصوص سے ثابت شدہ مذکورہ احکام و مسائل کے صحیح اور درست ہونے پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔[۷]

⑪ اضطراری حالت میں از خود امیر متعین ہو جانا بقاء دین، اجتماعی اور اسلامی زندگی کا شرعی تقاضا ہے ۔ اسی طرح اختیاری حالات میں خلیفہ کا تقرر لازم ہے اور امارت صغریٰ کا قیام بھی واجبات دینیہ میں شامل ہے ۔ اس لئے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

---

[۵] فتح الباری:٦/ ٥٢١ + المنتقی مع الموطا : ٣/ ٢٧٠

[۶] مجموع الفتاوی :٣٤/ ١٧٥، ١٧٦ + السیاسة الشرعیة لابن تیمیة:٢٧-١٩

[۷] شرح النووی:١/ ٥١ + الطرق الحکمیة لابن القیم :١٣-٥١

[۴۹۱] « إِذَا كَانَ ثَلَاثَةٌ فِي سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أَحَدَهُمْ » قَالَ نَافِعٌ: فَقُلْنَا لِأَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَنْتَ أَمِيرُنَا »[۸]

''جب تین آدمی سفر میں ہوں تو اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں۔ نافع کہتے ہیں: چنانچہ ہم نے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ ہمارے امیر ہیں۔''

مزید وضاحت کے لیے درج ذیل حوالہ جات ملاحظہ ہوں: (۱) الأحكام السُّلطانيّة لأبي يعلى (۲) الطُّرق الحكمية لإبن القيّم (۳) والسّياسة الشّرعيّة لإبن تيمية.

اس مسئلہ کا بہترین حل:

جماعت اور امارت، خلافت اور جہاد کے ابواب میں ذکر کردہ کتاب و سنت کی واضح نصوص، محدثین اور ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں موجودہ زمانے میں امت کی مشکلات اور مصائب کا ہر ذی شعور اور بالغ النظر شخص کو جو حل نظر آتا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل چند کلمات میں ملاحظہ فرمائیں۔

① اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دوٹوک احکام دیئے ہیں:

[۴۹۲] ﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ﴾ [آل عمران=۳:۱۰۳]

''اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقہ فرقہ مت بنو۔''

[۴۹۳] ﴿ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا ﴾ [الشوریٰ=۴۲:۱۳]

''دین کو قائم کرو اور گروہ در گروہ نہ بنو۔''

ان احکام کی بناء پر مسلمانوں کو چاہئے کہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامیں اور متحد و متفق ہو کر جماعت کا نظم قائم کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۴۹۴] ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ [النساء=۴:۵۹]

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے امیر کی اطاعت کرو۔''

اس کے علاوہ بہت زیادہ احادیث ہیں جن میں امیر کی اطاعت کرنا اور بات سننا فرض قرار

---

[۸] صحيح أبي داؤد = كتاب الجهاد: باب في القوم يُسافِرُونَ يؤمّرون أحدهم، الحديث: ۲۲۷۲

دیا گیا ہے۔اسی طرح شورائی طریقے سے امیر کا تقرر بھی مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

⑦ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:'' اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرو جس قدر ڈرنے کی طاقت ہے۔'' [التغابن= ٦٤:١٦]

لہٰذا حسب استطاعت خلیفۃ المسلمین کی عدم موجودگی میں مسلمانوں کو چھوٹی امارت ہی قائم کرکے سمع وطاعت کی زندگی بسر کرنی چاہئے اور فرقہ پرستی کے بغیر اسلامی زندگی کو اپنانا چاہئے۔تاکہ ہم جاہلیت کی موت مرنے کی بجائے جہادی زندگی گزارتے ہوئے اسلامی موت سے ہمکنار ہوں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[٤٩٥] ﴿ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ ﴾

[الصف=٦١:٤]

'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں ایسے قتال کرتے ہیں جیسے وہ چونا گچ کی ہوئی دیواریں ہیں۔''

نیز نبی ﷺ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن روانہ کرتے نصیحت فرمائی:

[٤٩٦] « تَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا » [۴۹]

'' ایک دوسرے سے باہم صلاح مشورے سے زندگی گزارنا ایک دوسرے سے اختلاف کرکے زندگی نہ گزارنا۔''

اجتماعی زندگی ایسے ہو جیسے حدیث میں آتا ہے:

[٤٩٧] « إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ كَجَسَدٍ وَاحِدٍ » [۵۰]

'' بے شک مومن ایسے ہیں جیسے ایک جسم۔''

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اس حدیث کا مصداق بن کر منافقت اور جاہلیت کی موت سے محفوظ رہیں۔تاکہ ''فتح دجال'' کا جہادی ہدف حاصل کرسکیں۔

⑧ علماء امت بھی اللہ تعالیٰ کے قرآنی حکم ﴿ وَأُولِي الْأَمْرِ ﴾ میں داخل ہیں اور طائفہ منصورہ کا صحیح مصداق ہیں۔خلافت اسلامیہ کی عدم موجودگی میں اہل حل وعقد اور ارکان شوریٰ

---

[۴۹] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۷۱

[۵۰] صحیح البخاری = کتاب الأدب : باب رحمة النّاس والبهائم ، الحدیث: ٥٦٦٥+ صحیح مسلم = کتاب البرّ والصّلة والآداب: باب تراحم المؤمنین و تعاطفهم و تعاضدهم، الحدیث: ٢٥٨٦

ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے فرائض منصبی کا خیال کرتے ہوئے جماعتی زندگی کو قائم کرنے اور جہاد کو جاری کرنے کے لئے امت مسلمہ کی قیادت کی باگ ڈور سنبھالیں۔ ورنہ روز حشر میں وہی سب سے بڑے مجرم ہونگے۔[۵۱]

⑤ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۴۹۸] ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ [النساء=۴:۵۹]

''اگر تم کسی معاملے میں اختلاف کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو۔''

اس آیت کے بموجب امت کی اس عظیم مشکل اور پریشانی کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے حاملین کے ذمے ہے۔

کتاب و سنت کے حامل اور داعی علماء ہی دانشوران ملت اسلامیہ اور پوری امت کی عالمی مجلس شوریٰ ہیں۔ یہی انبیاء کا ورثہ اور خلافت اسلامیہ کی مشاورت کی اساس ہیں۔

[۴۹۹] "وَ كَانَ الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَ مُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا"[۵۲]

''علماء اسلام ہی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی مجالس کے ارکان اور اہل شوریٰ تھے وہ بوڑھے تھے یا جوان۔''

بنابریں امام محمد بن حسن، امام الحرمین الجوینی، امام مسلم اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے تحریر فرمایا ہے کہ جب خلافت اسلامیہ موجود نہ ہو تو تمام شہروں اور دیہاتوں کے رہنے والے اہل اسلام پر جماعت و امارت کا قیام اور نظام جماعت کے تحت شرعی فرائض کی ادائیگی لازم ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرو جس قدر ڈرنے کی طاقت ہے۔'' [التغابن=۶۴:۱۶]

اسی طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی خلفاء اور امراء کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ یہ تمام افراد کی شرعی ذمہ داری ہے۔ اسی بنا پر صحابہ، تابعین اور تبع تابعین (قرون ثلاثہ) میں امت کے افراد بالخصوص علماء کرام خلیفہ اور امام نہ ہونے کی صورت میں اور خلافت خلیفہ کی طرف سے ذمہ داری نہ لگنے کے باوجود یہ فریضہ سرانجام دیتے رہتے تھے اور اس پر امت کا اجماع قائم ہے۔[۵۳]

---

۵۱ القرطبي: ۵/ ۱۶۹، ۱۷۰ + تفسير ابن كثير: ۱/ ۵۶۷، ۵۶۸ + مجموع الفتاوى: ۲۸/ ۴۸۸

۵۲ صحيح البخاري = كتاب التفسير / تفسير سورة الأعراف: باب قول الله تعالى: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَ أْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ أَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ [الأعراف=۷:۱۹۹] الحديث: ۴۳۶۶

۵۳ شرح النووي: ۱/ ۵۱ + السير الكبير لامام محمد: ۱/ ۱۷۶ + مجموع الفتاوى لابن تيمية: ۲۸/ ۳۹۰، ۳۹۱ + الحسبة في الإسلام: ۲۸، ۲۹

⑤ غزوۂ موتہ میں تین ہزار مجاہدین کو بلا امیر نہیں چھوڑا گیا، نہ جہاد معطل ہوا، نہ امامت کبریٰ (یعنی مدینہ منورہ سے رسول اللہ ﷺ) کی طرف سے حصول اجازت کا انتظار کیا گیا۔ عہد حاضر میں پوری دنیا کے کفار و مشرکین بالخصوص یہود و نصاریٰ نے بلاد اسلامیہ کا محاصرہ کر رکھا ہے اور مسلمانوں کو سیاسی، اقتصادی اور عسکری غلامی کا طوق پہنا رکھا ہے۔ گویا علی الاعلان جنگ و قتال کی فضاء قائم ہے اور جنگ برپا ہے۔ اس صورت حال میں کروڑوں مسلمانوں کی مشکلات کا ایک ہی حل ہے کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سنت اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم پر عمل پیرا ہو کر قریہ قریہ، شہر شہر، ہر چوٹی اور محاذ پر امراء مقرر کر کے جاری جہاد کو ہم آغوش انجام کر ڈالیں۔ جن محاذوں پر امراء جہاد متعین ہو چکے ہیں اور ان کی جماعتیں جہاد میں مشغول ہیں ان کی مکمل نصرت وحمایت کی جائے۔ تاکہ اللہ کی طرف سے فتح و کامرانی سے ہمکنار ہو کر مشکلات اور پریشانیوں سے نجات حاصل کریں۔

⑥ پوری دنیا کے محاذوں پر جہاد کے میدانوں میں مصروف امراء کے مابین وسیع تر رابطہ و اتحاد قائم کر کے ایک متحدہ جمعیت الجہاد الاسلامی العالمی کی تشکیل ممکن بنائی جائے۔ تاکہ اس متحد و منظم قوت سے کفار و مشرکین کے بڑھتے ہوئے ظالم ہاتھوں کو روکا جائے، ان کے ظلم و ستم کی طاقت کو زائل کر کے اللہ کے کلمے کو بلند کیا جائے، نظام عدل قائم کیا جائے اور دین اسلام کو غالب کیا جا سکے، جن سب کا راستہ یقیناً صرف جہاد ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

[۵۰۰] ﴿ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ [النساء ۴: ۸۴]

''اللہ کی راہ میں جہاد و قتال کرو۔''

[۵۰۱] ﴿ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ ..... ﴾ [النساء = ۴: ۸۴]

''اسی (جہاد) سے اللہ تعالیٰ کفار کی قوت کو کچل ڈالے گا۔'' (ان شاء اللہ)

بشرطیکہ ہم اللہ تعالیٰ کے عہد اور اس کی وصیت پر کاربند رہیں۔

[۵۰۲] ﴿ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ﴾ [محمد ۴۷: ۳۵]

''نہ سست پڑو اور نہ صلح کی طرف بلاؤ۔''

اس پر قائم رہتے ہوئے کفار عالم کے سامنے ایمانی قوت کا مظاہرہ کریں ۔ نہ کہ کاسۂ فقیری تھامے عجز و انکسار کے مجسمے بن کر دشمنان حق سے صلح جوئی کی راہیں ہموار کریں۔ تا آنکہ اللہ نے اپنے بندوں سے جو تین وعدے کئے ان کا ثمر بار نتیجہ برآمد ہو سکے ۔ وہ تین وعدے درج ذیل ہیں:

1. [۵۰۳] ﴿ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ﴾ [سورۃ محمد=۴۷: ۳۵] ''اور تم ہی بلند ہو۔''
2. [۵۰۴] ﴿ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ ﴾ [سورۃ محمد= ۴۷: ۳۵] '' اللہ تمہارے ساتھ ہے ۔''
3. [۵۰۵] ﴿ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴾ [سورۃ محمد=۴۷: ۳۵] ''تمہارے اعمال میں وہ کمی نہیں کرے گا۔''

ان کے نتیجہ میں دین اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے گا جو اس کا فطری تقاضا اور حق ہے۔

((..... ❀❀❀❀❀ .....))

باب:۸

جہاد کی تعلیم اور ٹریننگ

''اِعداد'' کا لغوی معنی:

اعداد کا لغوی معنی ثلاثی مجرد میں " العَدُّ" یعنی '' شمار کرنا '' ہے ۔ثلاثی مزید فیہ کے ابواب میں تین معانی ہیں۔

1. اَعَدَّهُ یعنی اس نے اس کو مہیا کیا۔
2. "عدّده" (جَعَلَهُ عُدَّةً لِلدَّهْرِ) اس نے اسے وقت اور موقعہ کے لئے تیار کیا۔
3. اِسْتَعَدَّ لَهُ (اس کے لئے آمادہ اور تیار ہو گیا۔[1]

شرعی معنٰی:

" إعداد الجهاد " کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ جہاد کے لئے ہر طرح کی ضروری قوت جمع کی جائے، اسباب اور آلات جنگ مہیا کئے جائیں اور فنون حرب مثلاً نشانہ بازی، تیر اندازی، دوڑ اور تیراکی وغیرہ کی ٹریننگ حاصل کی جائے۔

جہاد کی ٹریننگ کے متعلق شریعت کا حکم:

جہاد کی ٹریننگ حاصل کرنا اور احکام سیکھنا، ہر عاقل، بالغ، مکلف مسلمان مرد پر (معذور افراد کے علاوہ) فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی روشنی میں:

[۵۰۶] ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ..... ﴾ [الأنفال=۸:۶۰]

''اور تم ان (کفار) کے لئے ہر ممکن قوت تیار رکھو.....۔''

نیز رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں:

[۵۰۷] « لٰكِنْ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ »[2]

''لیکن جہاد اور اس کی نیت فرض ہے۔''

---

[1] القاموس المحیط: ۱/ ۳۲۴

[2] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۹

[۵۰۸] « مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ ۔ »[۳]

''جو اس حال میں مر گیا کہ نہ اس نے جہاد کیا، نہ جہاد کی نیت کی وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرا۔''[۴]

[۵۰۹] « تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَالْقُرْآنَ وَعَلِّمُوهَا النَّاسَ فَإِنِّي مَقْبُوضٌ »[۵]

'' دینی فرائض اور قرآن کی تعلیم حاصل کرو اور دوسرے لوگوں کو سکھاؤ، بلاشبہ میں دنیا سے جانے ہی والا ہوں۔''

[۵۱۰] « اِرْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا ..... »[۶]

'' اے بنی اسماعیل! تیر اندازی کیا کرو۔ تمہارے باپ جناب اسماعیل علیہ السلام بھی تیر انداز تھے۔''

[۵۱۱] « لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ »[۷]

'' یہ باتیں حاضر شخص غائب کو پہنچا دے۔''

[۵۱۲] « بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً »[۸]

'' میری طرف سے دین پہنچا دو، اگرچہ ایک آیت ہی ہو۔''

وفد عبد قیس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الوداع کرتے ہوئے فرمایا:

[۵۱۳] « اِحْفَظُوهُ وَأَخْبِرُوهُ مَنْ وَرَاءَكُمْ »[۹]

---

۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۸۷

۴ لہٰذا جہاد کا پختہ ارادہ نہ رکھنے والا منافقت کے ایک شعبے پر مرتا ہے۔ جہاد کا پختہ ارادہ اور نیت بغیر ٹریننگ اور تیاری کے ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہے: ﴿ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً ..... ﴾[التوبة=۹:۴۶] '' اگر وہ جہاد کا ارادہ رکھتے تو اس کے لئے تیاری کرتے۔ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

۵ سنن الترمذی= أبواب الفرائض :باب ما جاء في تعليم الفرائض+ مستدرك حاكم= كتاب الفرائض: باب تعلّموا الفرائض و علّموها النّاس، یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو امام حاکم رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے المستدرك على الصّحيحين :۴/ ۳۳۳، المطبوعة دار الكتاب العربي، بيروت لبنان

۶ صحيح البخاري = كتاب الجهاد : باب التّحريض على الرّمي، الحديث: ۲۷۴۳۔

۷ صحيح البخاري= كتاب العلم :باب ليبلّغ العلم الشّاهد الغائب، الحديث: ۱۰۴+ صحيح مسلم = كتاب الحجّ : باب تحريم مكة و صيدها و خلاها و شجرها و لقطتها، الحديث: ۱۳۵۴

۸ صحيح البخاري= كتاب الأنبياء : باب ما ذكر عن بني اسرائيل، الحديث: ۳۲۷۴

۹ صحيح البخاري= كتاب العلم : باب تحريض النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم وفد عبد القيس على أن يحفظوا الإيمان و العلم، الحديث: ۸۷+ صحيح مسلم = كتاب الإيمان : باب الأمر بالإيمان بالله تعالى و رسوله صلى الله عليه وسلّم و شرائع الدّين..... ،الحديث: ۱۷

''یہ علم محفوظ کر لو اور ان تک پہنچا دو جو تمہارے پیچھے گھروں میں رہ گئے ہیں۔'' [1]

فنون حرب وضرب کا سیکھنا بھی وراثتِ انبیاء ہے

قرآن مجید سے دلائل:

[٥١٤] ﴿ وَ عَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ۝﴾

[الأنبياء-٢١: ٨٠]

'' اور ہم نے اس (داؤد علیہ السلام) کو تمہارے لئے خاص قسم کے لباس (یعنی زرہیں) کی صنعت سکھائی تاکہ جنگ میں تمہاری حفاظت کرے۔ پس کیا تم شکر ادا کرنے والے ہو؟''

[٥١٥] ﴿ وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ۝ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۝ وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَ مَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ۝ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ۝﴾ [السبا-٣٤: ١٠-١٣]

'' اور ہم نے داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا اور حکم دیا کہ پوری پوری زرہیں تیار کرو اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھو اور عمل صالح کرتے رہو۔ یقیناً میں تمہارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہوں۔ اور سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا۔ اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی ہوتی اور شام کی منزل ایک ماہ کی ہوتی (یعنی صبح سے زوال تک ایک ماہ کے برابر سفر کر جاتی و بالعکس)۔ ہم نے اس کیلئے پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے بہا دیئے۔ جنوں میں بعض ایسے تھے جو اللہ کے حکم سے اس کے سامنے کام کرتے تھے۔ جو کوئی اس سے پھرے یا بغاوت کرے گا ہم اس کو آگ کا عذاب چکھائیں گے۔ اور سلیمان علیہ السلام کے لئے جنات بڑے بڑے قلعے، تصاویر، حوضوں جیسے بڑے بڑے ٹب اور مضبوط جمی ہوئیں دیگیں تیار کرتے

---

[1] ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ دین کا علم سیکھنا اور سکھانا ہر مسلمان پر لازمی ہے۔ جہاد بھی اللہ اور رسول پر ایمان لانے کے بعد اسلام کا اہم ترین رکن ہے۔ لہٰذا جہاد سیکھنا بھی لازم اور فرض ہے۔ جہاد سیکھنے سے مراد ہے کہ جہاد کے احکام و مسائل سیکھنا اور جہاد کی فنی اور حربی ٹریننگ حاصل کرنا۔ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

تھے۔ اے آل داؤد! اللہ کا شکر ادا کرو اور میرے بہت تھوڑے بندے شکر گزار ہیں۔"

اللہ تعالیٰ داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام اور انکی تمام آل و اولاد کو فنون حرب اور آلات حرب کی تعلیم اور صنعت کے حصول پر اللہ کا شکر ادا کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ کیونکہ مذکورہ علوم وفنون جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اعلیٰ ترین وسائل ہیں۔

[۵۱۶] ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ..... ﴾

[الفتح= ۴۸: ۲۹]

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں (صحابہ کرام) وہ کفار پر بڑے سخت اور باہم رحمدل ہیں۔"

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام فنون حرب کے ماہر اور دشمنان حق پر سخت ہاتھ ڈالنے والے تھے۔ کیونکہ جنگی ہتھیاروں سے ناواقف، بزدل، گھر بیٹھ رہنے والے انسان کبھی طاقت وقوت اور شجاعت و بہادری کے بلند اوصاف سے موصوف نہیں کئے جا سکتے۔

[۵۱۷] ﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ ﴾ [الحدید=۵۷: ۲۵]

"ہم تو اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیج چکے ہیں اور انکے ساتھ توراۃ، انجیل اور قرآن وغیرہ کتب اور میزان عدل بھی اتارے تاکہ لوگ انصاف قائم رکھیں۔ اور ہم نے لوہا اتارا جس میں لڑائی کا مضبوط سامان اور لوگوں کے لئے دیگر منافع ہیں۔ تاکہ اللہ ظاہر کردے کہ اس کی اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے کون مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا قوت والا اور غالب ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کے بارے آتا ہے:

[۵۱۸] « وَمَا بَقِيَ يَجْعَلُهُ فِي الْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ عُدَّةً فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ »[1]

"رسول اللہ ﷺ یہود بنی نضیر سے حاصل ہونے والے مال فئی جو آپ کا مخصوص حق تھا، سے ایک سال کا نفقہ برائے اہل و عیال بچا کر) بقایا تمام مال جہادی ساز و سامان،

---

[1] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب المجن و من یتترس بترس صاحبه، الحدیث: ۲۷۴۸ + صحیح مسلم = کتاب الجهاد والسیر: باب حکم الفیء، الحدیث: ۱۷۵۷

گھوڑوں اور اسلحہ کے لئے وقف کر دیتے تھے۔"

مندرجہ بالا آیات سے حاصل شدہ چند فوائد:

① (جنگی لباس اور دیگر آلات جنگ کی صنعت) علوم نبوت میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس علم کی عطا و بخشش کی وجہ سے اپنے بندوں پر شکر گزاری کو واجب قرار دیتے ہیں اور فرما رہے ہیں:

"کیا تم شکر کرنے والے نہیں ہو۔" [الأنبیاء-۲۱: ۸۰]

② آلات جنگ کی صنعت اور فنون حربیہ کی تعلیم جناب داؤد علیہ السلام اور جناب سلیمان علیہ السلام جیسے ممتاز انبیاء کو عطا فرمائی گئی۔ اس لئے کہ وہ نبوت کے ساتھ ساتھ ملوکیت اور خلافت کی نعمتوں سے بھی سرفراز کئے گئے۔ کیونکہ اللہ کے اصولوں کے مطابق یہ نعمتیں جہاد کے توسط سے حاصل ہوتی ہیں اور اسی کی بدولت قائم ودائم رہتی ہیں۔

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے امتیازی اوصاف میں سے ایک وصف یہ ہے کہ وہ کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحمدل ہیں۔ لہٰذا ایک مکمل، صالح اور اسلامی معاشرے کا قیام اس طرح ممکن ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد کے لئے شدت وقوت تیار کی جائے، آپس میں اخوت و رحمت جیسی خوبیاں پیدا کی جائیں۔

④ رسولوں اور کتابوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعلیمات کے تحفظ و بقاء کی خاطر میزان عدل یعنی انصاف کا ترازو قائم کیا، اس کے ساتھ لوہا اور زبردست سامان جنگ بھی نازل فرمایا۔ تاکہ عدل کے ترازو سے کتب الٰہیہ کی تفسیر و وضاحت ہو اور لوہے کی جہادی قوت سے دین الٰہی کی حفاظت اور بقاء کا سامان پیدا ہو۔

⑤ لوہے کا اتارنا اللہ کے رسولوں کے اصحاب و انصار کے لئے امتحان بھی ہے کہ وہ اس کے استعمال سے اللہ اور اس کے رسولوں کی نصرت کا کیا حق ادا کرتے ہیں؟ ورنہ اللہ تعالیٰ تو طاقت ور اور غالب ہے۔[۱۲]

---

۱۲ خلاصہ از تفسیر القرطبی + ابن کثیر + روح المعانی + فتح القدیر۔

نشانہ بازی اور گھڑ سواری کے فضائل ومسائل :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۵۱۹] ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ ﴾ [الأنفال-۸: ۶۰]

''اے مسلمانو! کافروں کے مقابلے کے لئے حسب استطاعت طاقت وقوت تیار رکھو اور گھوڑے باندھے رکھو۔اس کے ساتھ تم اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ ان دوسرے دشمنوں کو جن کو تم نہیں جانتے ،اللہ تعالیٰ جانتا ہے،ڈرائے رکھو گے اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا تمہیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تمہارے حق میں کوئی ظلم و زیادتی نہ ہوگی۔''

مذکورہ بالا آیت سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''کفار یہ گمان ہرگز نہ کریں کہ وہ ہمارے قابو سے نکل گئے۔ وہ ہمیں کبھی عاجز نہیں کر سکیں گے۔'' [الأنفال-۸: ۵۹]

یعنی وہ ہمارے قبضہ و اقتدار اور قدرت کے تحت ہیں۔ پھر اہل اسلام کو ان کے ساتھ جنگ وقتال کے لئے ہر ممکن قوت و طاقت اور ہر طرح کے جنگی وسائل و آلات مہیا رکھنے کا حکم دیا۔ تاکہ جہاد کے ذریعے دین حق کی دعوت وتبلیغ کا راستہ ہموار رکھا جائے اور کفار ومشرکین کے شر وفساد سے روئے زمین کو پاک صاف کر کے خلافت اسلامیہ کا اصل ہدف ''قیام عدل'' پورا کرلیا جائے۔

احادیث رسول سے دلائل:

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۵۲۰] « ﴿ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُم مِنْ قُوَّةٍ ﴾ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْيُ » [۱۳]

---

[۱۳] صحیح مسلم، کتاب الإمارة: باب فضل الرمي والحث عليه وذم من علمه ثم نسيه، الحديث: ۱۹۱۸ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

''(کفار کے ساتھ مقابلہ کے لئے ہر ممکن قوت مہیا رکھو) پھر فرمایا: سن لو کہ قوت رمی ہے، قوت رمی ہے، قوت رمی ہے۔''

رَمٰی یَرْمِیْ رَمْیًا کا معنیٰ ''تیر اندازی کرنا'' ہے۔

◎ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

'' اَلرَّمْیُ بِالسِّهَامِ ''تیر اندازی کرنے، نشانہ بازی کرنے، گھڑ سواری کے مقابلے کرانے، اسلحہ کے استعمال کے دیگر تمام طریقوں کے فضائل بیان کرنے اور ان کی ترغیب دلانے سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہمیشہ تیار رکھا جائے تاکہ وہ جنگی مہارت کی مشقوں سے جہاد کے اہداف اور مقاصد حاصل کر سکیں۔''[۱۴]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۵۲۱] « سَتُفْتَحُ عَلَيْكُمْ اَرْضُوْنَ وَ يَكْفِيْكُمُ اللّٰهُ فَلَا يَعْجِزْ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ »[۱۵]

'' بہت سی سرزمینیں تمہارے لئے فتح کر دی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہو جائے گا۔ لہٰذا تم میں سے کوئی شخص بھی جہاد کے لئے اتنی تیاری سے بھی عاجز نہ آ جائے کہ وہ اپنے تیروں کو چھوڑ بیٹھے (یعنی مشق کرتا رہے)۔''

[۵۲۲] « وَقِيْلَ لِعُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ: تَخْتَلِفُ بَيْنَ هٰذَيْنِ الْغَرَضَيْنِ وَ اَنْتَ كَبِيْرٌ يَشُقُّ عَلَيْكَ فَقَالَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لَوْ لَا كَلَامٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَمْ اُعَانِيْهِ اَنَّهٗ قَالَ: مَنْ عَلِمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا اَوْ قَدْ عَصٰى »[۱۶]

''صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ بھاری بدن کے ساتھ ان دو نشانوں کے درمیان آتے جاتے ہیں جو آپ کے لئے نہایت دشوار اور مشکل ہے۔ تو انہوں نے فرمایا: اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات نہ سنی ہوتی تو یہ مشقت نہ اٹھاتا۔ آپؐ نے فرمایا: جو شخص تیر اندازی کا فن سیکھ کر اس پر مشق کرنا چھوڑ دے وہ ہم سے نہیں ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہمارا نافرمان ہے۔''

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سورۂ انفال کی آیت: [۵۲۳] ﴿ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ ..... ﴾ پر

---

[۱۴] شرح النووی: ۲/۱۴۳

[۱۵] صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضل الرمی والحث علیه و ذم من علمه ثم نسیه، الحدیث: ۱۹۱۸۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

[۱۶] صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضل الرمی والحث علیه و ذم من علمه ثم نسیه، الحدیث: ۱۹۱۹۔

درج ذیل عنوان قائم کرتے ہیں: "بَابُ التَّحْرِيضِ عَلَى الرَّمْيِ" (تیر اندازی پر رغبت دلانا) اس ضمن میں مندرجہ ذیل حدیث سے تیر اندازی کی دینی اہمیت پر استدلال کرتے ہیں:

سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٥٢٤] « مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَفَرٍ مِنْ أَسْلَمَ يَنْتَضِلُونَ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ : اِرْمُوا بَنِي إِسْمَاعِيلَ فَإِنَّ أَبَاكُمْ كَانَ رَامِيًا ، اِرْمُوا وَ أَنَا مَعَ بَنِي فُلَانٍ۔ قَالَ فَأَمْسَكَ أَحَدُ الْفَرِيقَيْنِ بِأَيْدِيهِمْ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَا لَكُمْ لَا تَرْمُونَ ؟ قَالُوا : كَيْفَ نَرْمِي وَ أَنْتَ مَعَهُمْ ۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِرْمُوا فَأَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ »[1]

"رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنی اسلم کے ایک گروہ کے قریب سے گزرے جو تیر اندازی کا مقابلہ کر رہا تھا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اولاد اسماعیل! تیر اندازی کرتے رہو۔ کیونکہ تمہارا باپ اسماعیل علیہ السلام بھی ایک تیر انداز تھے اور میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں۔ اس پر ایک فریق نے اپنے ہاتھ روک لئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تیر اندازی کیوں نہیں کر رہے؟ وہ بولے ہم کیسے تیر اندازی کریں جبکہ آپ ان کے ساتھ ہو گئے ہیں جس پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: چلو تیر اندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔"

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے ایک دوسری سند سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ذکر کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔" (اس حدیث کی تخریج مسلسل نمبر: ۵۱۸ پر آ رہی ہے۔)

① اس کے بنانے والے کو جو اس کے بنانے میں اجر کا طلبگار ہو۔
② تیر پھینکنے والے کو۔
③ ترکش سے پکڑانے والے کو۔

◎ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

آپ ﷺ نے قوت کی تفسیر "الرَّمی" کے ساتھ اس لئے فرمائی ہے کہ تیری اندازی دشمن

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۱۰

کو شکست دینے کا نہایت آسان اور مضبوط ترین طریقہ ہے۔ حالانکہ دیگر تمام قسم کے جنگی آلات بھی قوت و طاقت میں شامل ہیں۔[۱۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۵۲۵] « بَيْنَا الْحَبَشَةُ يَلْعَبُوْنَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِحِرَابِهِمْ فِي الْمَسْجِدِ دَخَلَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَأَهْوَى إِلَى الْحَصَى فَحَصَبَهُمْ بِهَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ دَعْهُمْ يَا عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ! »[۱۹]

''اہل حبشہ نبی ﷺ کے پاس مسجد میں اپنے جنگی آلات اور ڈھالوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ داخل ہوئے اور زمین سے کنکر اٹھا کر ان پر پھینک دیئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۵۲۶] « وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهِ أَنْظُرُ إِلَى لَعِبِهِمْ »[۲۰]

''رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی چادر کے ساتھ ڈھانپے ہوئے تھے اور میں اہل حبشہ کی جنگی مشقوں کو دیکھ رہی تھی۔''

یہی روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان الفاظ میں بھی مروی ہے:

[۵۲۷] « وَ كَانَ يَوْمَ عِيْدٍ يَلْعَبُ السُّوْدَانُ بِالدَّرَقِ وَالْحِرَابِ فَإِمَّا سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ إِمَّا قَالَ: تَشْتَهِيْنَ أَنْ تَنْظُرِيْ ؟ فَقَالَتْ نَعَمْ ـ فَأَقَامَنِيْ وَ رَاءَهُ خَدِّيْ عَلَى خَدِّهِ وَ يَقُوْلُ : دُوْنَكُمْ يَا بَنِيْ أَرْفِدَةَ »[۲۱]

''یہ عید کا دن تھا۔ کچھ حبشی ڈھالوں اور برچھیوں کے ساتھ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ یا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے تقاضا کیا یا پھر خود رسول اللہ ﷺ نے مجھے آفر کی اور کہا کہ کیا آپ دیکھنے کی تمنا رکھتی ہو۔ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر

---

[۱۸] فتح الباری: ۶/ ۴۳۱، ابوداؤد للمزنی: ۳/ ۳۷۹

[۱۹] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب اللهو بالحراب و نحوها، الحدیث:۲۷۴۵+ صحیح مسلم = کتاب صلوة العیدین : باب الرُّخصة فی اللّعب الّذی لا معصیة فیه، الحدیث: ۸۹۳

[۲۰] صحیح البخاری= کتاب المساجد: باب أصحاب الحراب فی المسجد ، الحدیث:۴۴۳+ صحیح مسلم= کتاب صلاة العیدین : باب الرُّخصة فی اللّعب الّذی لا معصیة فیه، الحدیث: ۸۹۲

[۲۱] صحیح البخاری= کتاب الجهاد : باب الدّرق، رقم الحدیث: ۲۷۵۰

لیا۔ میرا رخسار آپ کے رخسار پر تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے: اے بنی ارفدہ! اپنا کام (تندہی سے) کرتے جاؤ۔"

"الحِرَابُ" حَرْبَة کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ آلہ جنگ ہے۔ اسی طرح "الدَّرَق" دَرَقَةٌ کی جمع ہے۔ جس کا معنیٰ "ڈھال" ہے۔

◎ حافظ ابن حجر مشہور محدث ابن التین رحمہ اللہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

"عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مسجد میں جنگی آلات کے ساتھ کھیلنے والوں پر کنکر پھینکنے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ وہ یہ سمجھ رہے ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا نہیں یا بوجہ حیا داری آپ ﷺ منع نہیں فرما رہے۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: "اے عمر! ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو" یہ حکم دے کر یہ واضح فرمادیا کہ آلات جنگ کے ساتھ کھیل ناپسندیدہ فعل نہیں۔ بلکہ ایک عظیم الشان عبادت (جہاد فی سبیل اللہ) کی تیاری کا وسیلہ ہے اور مساجد میں بھی اس کی گنجائش موجود ہے۔ جیسا کہ ابو داؤد، نسائی اور ابن حبان کی روایت کردہ حدیث میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ اسلام میں تین قسم کے کھیل کود جائز ہیں کہ آدمی اپنے گھوڑے، بیوی یا تیر کمان کے ساتھ کھیلے کودے۔ علاوہ ازیں نبی ﷺ نے فرمایا: "اے بنی ارفدہ! یہ کام کرو یعنی کرتے رہو۔ یہ ترغیب و تحریض کا ایک فصیح و بلیغ جملہ ہے اور جنگی مشقوں اور جنگی آلات کے ساتھ مساجد میں کھیل کود کے مستحب ہونے کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔" [۲۲]

اس باب سے اگلے باب " اَلْمِجَنُّ وَ مَنْ يُّتَتَرَّسُ بِتُرْسِ صَاحِبِهٖ "میں امام بخاری رحمہ اللہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں:

[۵۲۸] « كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ يَتَتَرَّسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِتُرْسٍ وَّاحِدٍ وَ كَانَ اَبُوْ طَلْحَةَ حَسَنَ الرَّمْيِ فَكَانَ إِذَا رَمٰى تَشْرَفَ النَّبِيُّ فَيَنْظُرُ إِلٰى مَوْقِعِ نَبْلِهٖ » [۲۳]

"ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک ہی ترکش سے تیر اندازی کیا کرتے تھے اور وہ بہت اچھے تیر انداز تھے۔ جب تیر پھینکتے تو رسول اللہ ﷺ سر اونچا کر کے بغور

---

۲۲ فتح الباری: ۶/ ۴۳۳، ۴۳۴

۲۳ صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب المجن و من يتترس بترس صاحبه، الحديث: ۲۷۴۶

ان کے تیر کا نشانہ دیکھا کرتے تھے۔"

اس کے علاوہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں:

[۵۲۹] « مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُفْدِي رَجُلًا بَعْدَ سَعْدٍ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: "ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَ أُمِّي » [۴۳]

"میں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بعد کسی شخص کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا: اے سعد (رضی اللہ عنہ)! تیر چلاؤ، تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔"

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

[۵۳۰] « إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلٰثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ : صَانِعَهُ يَحْتَسِبُ فِي صَنْعَتِهِ الْخَيْرَ، وَالرَّامِيَ بِهِ ، وَ مُنَبِّلَهُ وَ الْمُمِدَّ بِهِ ـ قَالَ ارْمُوا وَ ارْكَبُوا وَ لَأَنْ تَرْمُوا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَرْكَبُوا كُلُّ مَا يَلْهُو بِهِ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ بَاطِلٌ إِلَّا رَمْيَهُ بِقَوْسِهِ وَ تَأْدِيبَهُ فَرَسَهُ وَ مُلَاعَبَتَهُ أَهْلَهُ فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ » [۴۴]

"اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا: (i) اس کے صنعتکار کو جو تیر سازی میں اجر و ثواب کا طلبگار ہو (ii) اس کے پھینکنے والے کو۔ (iii) تیر پکڑانے والے کو۔ پھر فرمایا: مسلمانو! تیر اندازی اور گھڑ سواری کیا کرو اور تیر اندازی مجھے گھڑ سواری کے مقابلے میں زیادہ محبوب اور پسند ہے۔ مسلمان شخص کے لئے ہر قسم کا لہو و لعب باطل ہے، مگر اس کا کمان سے تیر اندازی کرنا، اپنے گھوڑے کی تربیت کرنا اور بیوی کے ساتھ کھیل کود (پیار و محبت وغیرہ) کرنا۔ یقیناً یہ تینوں کام حق ہیں۔"

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

---

[۴۳] صحیح البخاری = کتاب الجهاد : باب المجنّ و من يتترّس بترس صاحبه ، الحديث: ۲۷۴۶

[۴۴] سُنَن أبي داؤد = كتاب الجهاد : باب الرّمي + سُنَن النّسائي = كتاب الجهاد : باب تأديب الرّجل فرسه + صحيح ابن ماجة = كتاب الجهاد : باب الرّمي في سبيل الله، الحديث: ۲۲۶۷ + سُنَن التّرمذي = أبواب فضائل الجهاد : باب ما جاء في فضل الرّمي في سبيل الله + سلسلة الأحاديث الصّحيحة ، الحديث: ۳۱۰

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک علی الصحیحین میں اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی انکی موافقت کی ہے۔ دیکھئے مستدرک علی الصحیحین: ۲/ ۹۵۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن الترمذی میں اس کو حسن قرار دیا ہے۔ علامہ دمیاطی رحمۃ اللہ علیہ نے "المتجر الرابح = أبواب الجهاد: باب ثواب الرّمي في سبيل الله تعالى" میں اس کو صحیح کہا ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کو ابن جارود، ابن حبان اور امام دارمی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

[۵۳۱] « فَمَنْ تَرَكَ الرَّمْيَ بَعْدَ مَا عَلِمَهُ رَغْبَةً عَنْهُ فَإِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا » أَوْ قَالَ « كَفَرَهَا »[۴۶]

"جس نے تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دی اس سے بے رغبتی کی بناء پر، بلاشبہ وہ ایک نعمت تھی جس کو اس نے چھوڑ دیا یا جس کی اس نے ناشکری کی۔"

◎ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مذکورہ بالا حدیث سے درج ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

① مذکورہ تین قسم کے کھیل کود دینی واجبات میں معاون ہونے کی وجہ سے جائز و مشروع ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔

② اس میں ہر وہ فعل شامل ہے جو اس مقصد میں مفید ہو۔ مثلاً: نیزوں وغیرہ کو سیدھا کرنا، گھوڑ دوڑ اور جسمانی ورزش کی تمام اقسام جن سے انسانی جسم مضبوط ہو اور ہمہ قسم کے جنگی حالات میں استعمال ہونے کی صلاحیتیں حاصل کرے۔

③ البتہ جسمانی یا ذہنی ورزش کی وہ اقسام جو دینی فرائض کی تکمیل میں معاون نہیں محض تفریح کے لئے عیاش لوگوں کا خاص مشغلہ ہے مثلاً شطرنج وغیرہ یہ سب ناجائز ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک یہ کھیل بھی اگر فنون جنگ میں بصیرت و بصارت کے حصول کی خاطر عمل میں لائے جائیں تو جائز ہونگے بشرطیکہ قمار بازی سے آلودہ نہ ہوں۔[۴۷]

ابو نجیح سلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

[۵۳۲] « مَنْ بَلَغَ بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَهُوَ لَهُ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ »[۴۸]

"جو شخص اللہ کے راستے میں تیر لے کر جا پہنچا تو یہ اس کے لئے جنت میں بلندی درجات کا باعث ہوگا۔"

---

[۴۶] سُنَن أبي داؤد= كتاب الجهاد: باب في الرّمي + سنن ابن ماجة= كتاب الجهاد: باب الرّمي في سبيل + دارمي= كتاب الجهاد: باب في فضل الرّمي والأمر به، الحديث: ۲٤۰۹

یہ حدیث صحیح ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ دیکھئے: المستدرك على الصّحيحين= كتاب الجهاد: باب من علم الرّمي ثمّ تركه فهي نعمة كفرها (۲/۹۵)، نیز اس حدیث کو علامہ ہیثمی نے المتجر الرابح میں نقل کیا ہے۔ دیکھئے: المتجر الرّابح= أبواب الجهاد: باب ثواب الرّمي في سبيل الله تعالى الحديث: ۹۸۵

[۴۷] معالم السّنن للخطابي: ۳/۲۷۱۔

[۴۸] صحيح النّسائي= كتاب الجهاد: باب ثواب من رمى بسهم في سبيل الله، الحديث: ۲۹٤٦۔۲۹٤۷ + صحيح أبي داؤد= كتاب العتق: باب أيّ الرّقاب افضل، الحديث: ۳۳۵۵

كتاب العتق: باب أيّ الرّقاب افضل، الحديث: ۳۳۵۵

[۵۳۳] « مَنْ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَهُوَ لَهٗ عِدْلُ مُحَرَّرٍ » [۲۹]

''جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر چلایا تو یہ اس کے لئے ایک گردن آزاد کرنے جیسا ہوگا۔''

[۵۳۴] « مَنْ رَمٰی بِسَهْمٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَهٗ کَعِتْقِ رَقَبَةٍ وَ مَنْ اَعْتَقَ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً کَانَتْ لَهٗ فِدَاءً مِنَ النَّارِ عُضْوًا بِعُضْوٍ » [۳۰]

''جس نے اللہ کی راہ میں ایک تیر چلایا (وہ دشمن کو لگے یا خطا ہو جائے دونوں صورتوں میں) وہ اس کے لئے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا۔ جس نے ایک مومن آزاد کیا تو وہ اس کے لئے جہنم کا فدیہ قرار پائے گا، ہر عضو کے بدلے میں ایک عضو آزاد ہو جائے گا۔''

مذکورہ آیات و احادیث سے معلوم ہوا:

① جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہر ممکن قوت و طاقت مہیا رکھنا، حسب استطاعت تمام وسائل، جنگی فنون کی مہارت، آلات جنگ کی تکمیل، تیاری، تعلیم اور تدریب واجب اور فرض ہے۔ خاص طور پر جنگ کی بڑی اور اصل قوت تیر اندازی سیکھنا نیز اس کی تمام اقسام مثلاً گولا باری، سنگ باری، بارود سازی اور بم کی تیاری کا فن سیکھنا اور حاصل کرنا، فرمان الٰہی کے مطابق فرض اور واجب ہے۔ اس کے لئے ہر عاقل، بالغ، غیر معذور، مرد مسلمان پابند ہے۔

② رسول اللہ ﷺ منصب نبوت کے ساتھ سرفراز ہونے کے علاوہ ایک دور اندیش دانشور اور عظیم الشان جرنیل بھی تھے۔ جس کی ایک دلیل آپ کا یہ فرمان ہے:

''قوت و طاقت تیر اندازی میں ہے۔'' اور یہ حقیقت ہے کہ دشمن کو زیر کرنے کے لیے کسی جنگی آلہ یا تدبیر کو وہ کامل حیثیت حاصل نہیں ہے جو نشانہ بازی کو حاصل ہے۔ نشانہ بازی میں حالات اور زمانوں کی ضرورتوں کے مطابق وہ تمام آلات جنگ شامل ہیں۔ جن کے ساتھ مدمقابل کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔

---

[۲۹] صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجهاد: باب فضل الرّمی فی سبیل الله عزّ وجلّ، الحدیث:۱۳۳۷ + صحیح النسائی = کتاب الجهاد: باب ثواب من رمی بسهم فی سبیل الله، الحدیث:۲۹۴۶

[۳۰] صحیح النسائی = کتاب الجهاد: باب ثواب من رمی بسهم فی سبیل الله، الحدیث ۲۹۴۵، صحیح ابن ماجة = کتاب الجهاد: باب الرّمی فی سبیل الله، الحدیث:۲۲۶۸

③ جنگی اسباب و آلات اور طاقت وقوت مہیا رکھنے کے اسلام میں دو بڑے مقاصد ہیں:

① اللہ کے دشمنوں ،شیطانوں او ر کافروں (جو دین حق قبول کرنے والے توحید پرست انسانوں کے بھی دشمن ہیں) کو اپنی جنگی طاقت کے مقابلے میں خوفزدہ اور ہراساں رکھنا اور ان پر حق کا رعب اور ہیبت طاری رکھنا تا کہ وہ ضعیف و ناتواں ایمانداروں کو ظلم وستم کا نشانہ بنا کر امن عالم کی تباہی کا موجب نہ ٹھہریں۔

② اسلامی معاشرے میں موجود گھر کے بھیدی دشمنوں یعنی منافقین کو مرعوب رکھنا تا کہ اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بیرونی اور اندرونی ہر طرح کی رکاوٹوں کو دور کیا جا سکے۔

④ جنگی آلات کی صنعت و اسلحہ سازی کی تعلیم و تدریب اور قوت جمع رکھنے کے لئے جو اموال خرچ ہوں گے ، وہ انفاق فی سبیل اللہ ہیں اور ان کے بہترین بدلے اور اجر و ثواب کا خود اللہ تعالیٰ ضامن وکفیل ہے۔

⑤ اللہ تعالیٰ رب العالمین و احکم الحاکمین کے ملک و اقتدار میں رہتے ہوئے اور اس کی بے شمار نعمتیں استعمال کرنے کے باوجود اس کے دین توحید کو قبول نہ کرنے اور ایمانداروں کو ستانے والے، عالمی امن کے دشمن، سرکش ، شیطان اور کفر کے اماموں کو سرنگوں اور تابع بنانا منشائے الٰہی ہے ۔جس کی تکمیل کا قدرتی اور فطرتی طریقہ جہاد فی سبیل اللہ اور اس کے لئے حسب استطاعت اسباب و وسائل کو مہیا رکھنا ہے۔

⑥ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"تمہارے ہاتھوں بہت ساری زمینیں فتح ہوں گی اور اللہ تمہارے لئے کافی ہوگا۔"

یہ رسول اللہ ﷺ کی سنہری بشارتوں میں سے ایک بہت بڑی بشارت ہے ۔تاریخ عالم شاہد ہے کہ بہت سی زمینیں فتح ہوئیں اور اللہ کی حمایت کا وعدہ سب حمایتوں اور کفایتوں پر بھاری رہا۔

⑦ آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ تم میں سے کوئی اس بات سے عاجز نہ ہو جائے کہ وہ اپنے تیروں سے کھیلنا اور جنگی مشق کرنا چھوڑ بیٹھے ۔یہ حدیث جہاد کی تربیت کے واجب ہونے کی دلیل اور شدید تاکید ہے کہ امت کا کوئی فرد نیزہ بازی جیسی جنگی مشق سے کنارہ کش نہ رہے۔

⑧ نیزہ بازی اور اس جیسے دیگر جہادی علوم و فنون کا حصول فرض اور واجب ہے۔ اسلحہ سازی کی مہارت حاصل کرنے کے بعد ان کی بار بار مشق کرتے رہنا امت کے فرائض میں شامل ہے۔ اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"جس نے نیزہ بازی کا فن سیکھا، پھر اس کو چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یا آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی۔"

اور ظاہر ہے کہ ملت اسلامیہ سے ہی نکال دینا اور بغاوت و معصیت کا حکم کسی مستحب اور محض اچھے کام کو چھوڑنے پر صادر نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ واجب اور فرض کے چھوڑنے پر ہی صادر ہوتا ہے۔

⑨ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم حتیٰ کہ عمر رسیدہ شیوخ اور بھاری بدن والے بوڑھے بھی جنگی فنون کے حصول اور ان کی مشق کو اہم دینی فرائض میں شمار کرتے تھے اور ان کی ادائیگی سے عہدہ برآ اور سبکدوش ہونے کے لئے جان جوکھوں میں ڈالتے اور آلام و مصائب برداشت کرتے تھے۔

⑩ امام بخاری، امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر بڑے بڑے محدثین نے حدیث کی کتابوں میں اس حدیث کو ذکر کرنے سے پہلے جو جو عنوانات قائم کئے ہیں ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ نیزہ بازی کا حصول اور اس فن میں کمال کی مہارت حاصل کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت اور فریضۂ جہاد ہے۔

مزید ملاحظہ ہو:

1. صحیح البخاری مع الفتح: ۶/۴۳۱-۴۳۴
2. شرح النووی: ۲/۱۴۳
3. سُنَن النَّسائی: ۲/۵۲
4. سُنَن التِّرمذی: ۱/۱۹۷
5. معالم السُّنَن للخطابی: ۳/۳۷۰
6. ابو داؤد للمزنی: ۳/۳۶۹، ۳۷۰
7. صحیح ابن حبان: ۷/۹۸، الحدیث: ۴۶۷۴-۴۶۷۷

⑪ تیر اندازی کا مقابلہ جہاد کی تیاری کی نیت سے کرنا اہم دینی فریضہ اور جناب اسماعیل علیہ السلام کی سنت ہے۔ نبی ﷺ بذات خود ایسے مقابلوں میں شریک ہوتے تھے اور تیر اندازوں کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اے اولاد اسماعیل علیہ السلام! تیر اندازی کرو (اس لئے بھی کہ) تمہارا باپ اسماعیل (علیہ السلام)

بہت بڑا تیر انداز تھا۔"

⑫ جنگی آلات اور ڈھالوں کے ساتھ مساجد میں کھیلنا، مشق اور ورزش کرنا جہادی امور کا پسندیدہ حصہ ہے۔ کیونکہ مساجد ذکر و عبادت کے لئے خاص ہیں جب کہ جسمانی ورزش اور جہادی ٹریننگ جہاد کے لئے لازمی ہیں اور جہاد مساجد کے تحفظ و بقاء کا وسیلہ ہے۔اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جہاد اور قتال کے بغیر مساجد اور مدارس کا تحفظ بھی دشوار اور محال ہے۔

⑬ ① تیر بنانے والا بشرطیکہ اپنی صنعت میں اجر و ثواب کا خواہشمند ہو۔
② تیر پھینکنے والا۔
③ تیر پکڑنے اور تیر اندازی میں مدد کرنے والا۔

یہ تینوں ایک تیر کی بدولت جنت میں داخل ہوں گے۔آپ کا یہ فرمان مجاہد کے لئے عظیم ترین بشارت ہے۔

⑭ تیراندازی اور گھڑسواری دونوں جہاد کے پسندیدہ اعمال ہیں۔تاہم تیراندازی کا مقام گھڑ سواری سے افضل و اعلیٰ ہے۔

⑮ ہر قسم کا کھیل کود ناحق اور باطل ہے مگر تیر اندازی، گھوڑوں کو سہلانا اور بیویوں کے ساتھ پیار محبت اور خوش طبعی وغیرہ جائز اور برحق ہے۔کیونکہ پہلے دونوں اعمال جہاد فی سبیل اللہ کے وسائل ہیں اور تیسرا کھیل صحیح اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے ضروری و لازمی چیز ہے۔

⑯ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نیزہ بازی ایک عظیم الشان عمل صالح ہے۔حتیٰ کہ ایک تیر چلانا ایک مومن غلام آزاد کرنے کے مساوی ہے۔ خالص نیت سے عمل کرنے والا اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ وہ تیر منزل مقصود تک پہنچے یا ناکام ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۳۵] « إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوَى »[۳]

"تمام اعمال کا دارو مدار نیت و ارادہ پر ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت و ارادے کے مطابق مراد ملے گی۔"

---

[۳] صحيح البخاري= باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، الحديث:١ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب قوله صلّى الله عليه وسلّم "إنما الأعمال بالنيّات، الحديث: ١٩٠٧

گھوڑے باندھنا اور اس کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۵۳۶] ﴿ وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ ﴾ [الانفال=۸:۶۰]

''اور ان (کافروں سے لڑنے) کی خاطر حسب استطاعت طاقت مہیا رکھو اور (جہاد کے لئے) گھوڑے باندھ رکھو۔''

[۵۳۷] ﴿ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝ ﴾ [العادیات=۱۰۰:۱-۵]

''قسم ہے (غازیوں کے) گھوڑوں کی جو ہانپ کر دوڑنے والے ہیں۔ پھر ٹاپ مار کر چنگاریاں اڑانے والے ہیں۔ پھر بوقت صبح دشمن پر چھاپہ مارنے والے ہیں۔ پھر اس وقت گرد و غبار اڑاتے اور دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔''[۳۲]

امام ابن جریر طبری امام قرطبی اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: یہ سورت مکی ہے یا مدنی؟ اس بارے علماء کے دو قول ہیں۔ بہر صورت اس سورت میں جہاد و قتال میں استعمال ہونے والے گھوڑوں کے اوصاف اور ان کی عظیم الشان فضیلت کا بیان ہے۔

◉ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ راہ جہاد میں استعمال ہونے والے گھوڑوں کی قسم اٹھاتے ہیں۔''

◉ امام ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

''سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بقول ان پانچ اوصاف والوں سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو ایک کارروائی میں روانہ کئے گئے تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بقول ان سے مراد اونٹ ہیں۔ کیونکہ غزوۂ بدر میں ہمارے پاس اونٹ تھے نہ کہ گھوڑے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہی دوسری روایت ہے کہ ہانپ کر دوڑنے والوں سے مراد وہ گھوڑے ہیں جو عرفہ سے مزدلفہ تک اور پھر مزدلفہ سے منیٰ تک حجاج کرام کو لے کر دوڑتے اور قدموں کی ٹاپ سے شعلے نکالتے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید میں مجاہد، عکرمہ، عطاء، قتادہ اور ضحاک جیسے مفسرین کے اقوال بھی ہیں اور ابن جریر نے بھی اس قول کو صحیح اور پسندیدہ قرار دیا ہے۔

---

۳۲ تفسیر القرطبی: ۲۰/ ۱۰۵، ۱۰۸ + تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۵۷۵ + تفسیر الکشاف: ۴/ ۷۸۶، ۷۸۸

قرآن مجید کا سابقہ مضمون اسی حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ ''ہانپتے ہوئے دوڑنے والوں'' سے مراد گھوڑے ہوں یا اونٹ۔ البتہ اس سے ایسے اموال مراد ہیں جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بعد والی آیات میں ارشاد فرماتے ہیں:

[۵۳۸] ﴿ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ ﴾ [العادیات=۱۰۰:۶-۸]

''بلاشبہ انسان اپنے پروردگار کا ناشکر گزار ہے۔ وہ خود اس بات پر گواہ ہے۔ یقیناً وہ مال و دولت کی محبت میں بڑا شدید ہے۔''

یعنی جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے حق نعمت ادا نہیں کرتا اور اللہ کے عطا کردہ مالوں اور نعمتوں کو اس کی راہ میں قربان کرنے کی بجائے دنیا کے جاہ و جلال میں صرف کرنا پسند کرتا ہے۔'' [۳۳]

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[۵۳۹] ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝ ﴾ [النساء=۴:۷۱]

''اے مومنو! اپنا بچاؤ (سامان جنگ) تیار رکھو اور پھر متفرق طور پر یا جماعت کی صورت میں نکلو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۵۴۰] ﴿ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَ لْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَنْ تَضَعُوْۤا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ ﴾ [النساء=۴:۱۰۲]

''اور (اے پیغمبر) جب آپ ان (مجاہدین کے لشکر) میں ہوں اور ان کو نماز پڑھانے لگو

[۳۳] جامع البیان: ۲۰/۱۰۷ + تفسیر ابن کثیر: ۴/۵۷۵-۵۷۶ + تفسیر القرطبی

تو چاہئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ مسلح ہو کر کھڑی رہے ۔ جب وہ سجدہ کر چکیں تو پیچھے ہو جائیں، پھر دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی (ان کی جگہ) آئے، تمہارے ساتھ نماز ادا کرے ۔ یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اسلحہ ساتھ لے لیں ۔ (اس لئے کہ) کافر اس گھات میں ہیں کہ تم ذرا اپنے ہتھیاروں اور سامانوں سے غافل ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی حملہ کر دیں۔ اگر تم بارش کے سبب تکلیف میں ہو یا بیمار ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ہتھیار اتار دو مگر ہوشیار ضرور رہنا ۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

سورہ النساء کی آیت :۷۲ —— جو آیت ۷۱ کے مضمون کا ہی حصہ ہے —— میں ارشاد فرمایا: "تم میں سے بعض لوگ (منافقین) جہاد کے لئے نکلنے میں تاخیر و التواء کے حربے استعمال کرتے ہیں اور تم پر کوئی مصیبت آن پڑے تو (خوش ہو کر کہتے ہیں): مجھ پر اللہ کا انعام ہوا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہیں تھا۔" [النساء= ۷۲:٤]

دونوں آیتوں کی مربوط اور مسلسل کلام سے حاصل ہونے والا نتیجہ لازمی طور پر یہی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہر وقت آلات جنگ کے ساتھ تیار رہنا ملت اسلامیہ کا شعار ہے۔ وقت آنے پر اللہ کی راہ میں قتال کے لئے نکلنے کی بجائے تاخیری حربے استعمال کرنا ان لوگوں کا وطیرہ ہے جن کا ظاہر و باطن اللہ کے لئے یکساں نہیں ہوتا اور وہ نفاق کی مہلک بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں ۔ پھر آیت:۱۰۲ میں اللہ تعالیٰ نے ﴿ خُذُوْا ﴾، ﴿ وَلْيَاْخذوا ﴾ کے عام خطاب سے حالت نماز میں بھی دشمنان دین اسلام کے مقابلے کے لئے ہتھیار بند اور مسلح رہنے کے احکامات صادر فرمائے ہیں:

[٥٤١] ﴿ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهُ عُدَّةً وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَ قِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقَاعِدِيْنَ ۝ ﴾ [التوبة= ٩:٤٦]

"اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کیلئے سامان تیار کرتے۔ لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا (اور نکلنا) پسند نہ کیا۔ تو ان کو ہلنے جلنے ہی نہ دیا اور (ان سے) کہہ دیا گیا کہ جہاں معذور بیٹھے ہیں تم بھی ان کے ساتھ بیٹھے رہو۔"

غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے والے اور طرح طرح کے حیلوں، بہانوں سے اپنی گندی نیت پر عیارانہ پردہ پوشی کرنے والے منافقین کے دلوں کی اصل کیفیت طشت ازبام کی جاتی

ہے۔مذکورۃ الصدر آیت میں اللہ تعالیٰ منافقین کی حقیقت حال کا اظہار فرماتے ہیں۔

سورۃ النساء کی آیت :۷۲ جہاد سے پیچھے رہنے والے منافقوں کے حالات کی تفصیل ہے اور پہلی آیت:۷۱ میں خالص عقیدے والے مومنوں کو اپنا بچاؤ کرنے ، متفرق یا جماعت کی صورت میں نکلنے کے احکامات دے کر انکو منافقین سے ممتاز اور منفرد خصوصیات کے ساتھ سرفراز فرمایا گیا ہے۔

سورۃ النساء کی آیت :۱۰۲ میں حالت جنگ میں نماز کا طریقہ یہ ثابت کرتا ہے کہ نمازوں کی ادائیگی کے عین اوقات میں بھی مقابلۂ دشمن کے لئے اسلحہ سے لیس رہنا ضروری ہوتا ہے ۔خواہ اس کے لئے امت کے بعض افراد کا نماز با جماعت سے غیر حاضر ہونا لازمی ٹھہرے یا نماز کو ہی اپنے وقت مقرر سے مؤخر کرنا پڑے۔

نبی ﷺ کے ساتھ ایسے حالات غزوۂ احزاب میں پیش آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے غزوۂ بنی قریظہ میں یہ حالات پیش آئے کہ نماز کو مقررہ وقت سے مؤخر کرنا پڑا۔[۳۴]

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۴۲]« اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْأَجْرُ وَالْمَغْنَمُ »[۳۵]

''خیر و برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں باندھ دی گئی ہے اور لپیٹی گئی ہے۔ یہ خیر و برکت اجر و غنیمت کی شکل میں ہے اور تاقیامت ہے۔''

نیز فرمایا:

[۵۴۳]« اَلْبَرَكَةُ فِيْ نَوَاصِي الْخَيْلِ »[۳۶]

'' برکت گھوڑوں کی پیشانیوں میں ہے۔''

امام نسائی رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ بعض لوگوں نے کہا جہاد و قتال ختم ہو گیا ہے ، انہوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور گھوڑوں کی تذلیل کی تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۴۴]« كَذَبُوا ، اَلْآنَ جَاءَ الْقِتَالُ وَلَا يَزَالُ مِنْ أُمَّتِي أُمَّةٌ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ وَ يَزِيْغُ اللّٰهُ لَهُمْ قُلُوْبَ أَقْوَامٍ »

---

[۳۴] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۲۲۷

[۳۵] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۹۴

[۳۶] تخریج کے لئے دیکھئے رقم المسلسل: ۹۶

''یہ لوگ جھوٹے ہیں، ابھی تو قتال شروع ہوا ہے اور ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق کے لئے جہاد کرتا رہے گا۔ اللہ بہت سی قوموں کے دل ان کی طرف مائل کردے گا۔''

« وَيَرْزُقُهُمْ مِنْهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ۔»

''اور ان کے تعاون سے ان کو رزق دے گا۔ حتیٰ کہ قیامت قائم ہوجائے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوجائے۔''

پھر فرمایا:

« وَالْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ »[۳۷]

'' اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لئے خیر باندھ دی گئی ہے۔''

◎ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَ فِقْهُ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَنَّ الْجِهَادَ مَعَ كُلِّ اِمَامٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ "[۳۸]

''اس حدیث سے معلوم ہونے والا فقہی حکم یہ ہے کہ جہاد ہر خلیفہ و امام کے ہمراہ قیامت تک باقی رہے گا۔''

◎ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں جو عنوان قائم کیا ہے وہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ سے قائم کیا ہے جو مرفوع اور موقوف دونوں سندوں سے مروی ہے۔[۳۹]

◎ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جہاد ہر نیک و بد امام کے ساتھ قیامت تک جاری رہے گا۔[۴۰]

---

۳۷ صحیح النسائی = کتاب الخیل و السبق والرمی : باب منہ، الحدیث: ۳۳۳۳

۳۸ صحیح الترمذی = أبواب الجهاد : باب فضل الخیل

۳۹ مرفوع حدیث وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو۔ اس کی تین قسمیں ہیں (۱) مرفوع قولی: جو رسول اللہ ﷺ کا قول ہو۔ (۲) مرفوع فعلی: جو رسول اللہ ﷺ کا فعل ہو۔ (۳) مرفوع تقریری۔ وہ قول جو آپ کے سامنے کیا گیا ہو یا وہ فعل جو آپ کی موجودگی میں کیا گیا ہو اور نبی ﷺ سے اس پر کوئی انکار یا اعتراض منقول نہ ہو۔۔۔۔ موقوف روایت وہ ہوتی ہے جو کسی صحابی کی طرف منسوب ہو، صحابی وہ شخص ہوتا ہے جس نے بحالت اسلام رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر وفات پائی ہو۔ یاد رہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثقہ اور عادل ہیں۔ [ابو عمار ابن عبد الجبار]

۴۰ فتح الباری = کتاب الجهاد : باب الجهاد ماض مع البرّ والفاجر

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مال گھوڑوں کو استعمال میں لانے سے جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوگا وہ سب سے زیادہ طیب اور خیر و برکت والا ہوگا۔ [۴۱]

اس حدیث میں گھوڑوں کے ساتھ جہاد کرنے کی ترغیب و تحریض ہے۔ نیز قیامت تک جہاد اور اس کی برکت سے اسلام اور اہل اسلام کے قائم و دائم رہنے کی عظیم ترین بشارت ہے۔ نیز یہ حدیث ایک دوسری صحیح حدیث کی ہم معنی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۴۵] « لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ » [۴۲]

"میری امت کا ایک طائفہ (گروہ) ہمیشہ قیامت تک حق کی خاطر جہاد و قتال جاری رکھے گا۔" [۴۳]

◎ امام نووی رحمہ اللہ اور قاضی ابو الولید الباجی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

"فِي هٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ اسْتِحْبَابُ رِبَاطِ الْخَيْلِ وَ اقْتِنَاءِ هٖ لِلْغَزْوِ وَ قِتَالِ أَعْدَاءِ اللّٰهِ وَ أَنَّ فَضْلَهَا وَ خَيْرَهَا وَالْجِهَادَ بَاقٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ أَنَّ الْإِسْلَامَ لَا يَذْهَبُ جُمْلَةً وَلَا يُغْلَبُ عَلَيْهِ حَتّٰى لَا يَبْقٰى مِنْ أَهْلِهٖ مَنْ يُجَاهِدُ عَنِ الدِّيْنِ." [۴۴]

"مذکورہ بالا احادیث جن میں گھوڑے باندھنے کا بیان ہے اللہ کے دشمنوں کے ساتھ قتال کے لئے ان کا ذخیرہ کرنے کے پسندیدہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ان احادیث کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ گھوڑوں کی فضیلت و برکت اور کافروں کے ساتھ جنگ و قتال قیامت تک باقی رہیں گے اور اسلام مکمل طور پر ختم نہ ہوگا۔ نہ ہی مغلوب ہوگا حتی کہ اہل اسلام میں سے کوئی بھی دین کی طرف سے جہاد کرنے والا باقی نہ رہے گا۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۴۶] « مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ إِيْمَانًا بِاللّٰهِ وَ تَصْدِيْقًا بِوَعْدِهٖ فَإِنَّ شِبْعَهٗ وَ رِيَّهٗ وَ رَوْثَهٗ وَ بَوْلَهٗ فِي مِيْزَانِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ » [۴۵]

"جس نے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اور اس کے وعدے کی تصدیق کرتے ہوئے اللہ کی

---

[۴۱] فتح الباری = کتاب الجهاد : باب الجهاد ماض مع البرّ والفاجر

[۴۲] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ۹۱

[۴۳] فتح الباری: ۶/ ۳۹۵، ۳۹۶

[۴۴] شرح النّووی: ۲/ ۱۳۲ + المنتقی شرح الموطّاء: ۳/ ۲۱۵

[۴۵] صحیح البخاری = کتاب الجهاد : باب من احتبس فرساً، الحدیث : ۲۶۹۸

راہ میں گھوڑا رکھا۔ تو اس کا پیٹ بھر کر چارہ کھانا، سیراب ہونا اور اس کی لید اور پیشاب قیامت کے دن اس کے نامہ اعمال میں تولے جائینگے۔"

مہلب اور دیگر محدثین نے اس حدیث سے گھوڑا اور اس کی مثل دوسری منقولہ اشیاء کو دفاع اسلام کے لئے وقف کرنے کے جواز پہ استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں اس کی عظیم فضیلت کا بیان ہے۔[۴۶]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۴۷] الْخَيْلُ لِثَلَاثَةٍ= لِرَجُلٍ أَجْرٌ وَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ وَ عَلَى رَجُلٍ وِزْرٌ ۔ فَأَمَّا الَّذِي لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَأَطَالَ لَهَا فِي مَرْجٍ أَوْ رَوْضَةٍ فَمَا أَصَابَتْ فِي طِيَلِهَا ذَلِكَ فَاسْتَنَّتْ شَرَفًا أَوْ شَرَفَيْنِ كَانَتْ أَرْوَاثُهَا وَآثَارُهَا حَسَنَاتٍ لَهُ ۔ وَ لَوْ أَنَّهَا مَرَّتْ بِنَهْرٍ فَشَرِبَتْ مِنْهُ وَ لَمْ يُرِدْ أَنْ يَسْقِيَهَا كَانَ ذَلِكَ لَهُ حَسَنَاتٍ۔ وَ رَجُلٌ رَبَطَهَا فَخْرًا وَ رِيَاءً وَ نِوَاءً لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَهِيَ وِزْرٌ عَلَى ذَلِكَ ॥[۴۷]

"گھوڑا تین آدمیوں کے لئے ہوتا ہے۔ ایک کیلئے اجر و ثواب، دوسرے کے لئے ستر و حجاب اور تیسرے کے لئے بوجھ بنتا ہے۔ جس کے لئے اجر و ثواب بنتا ہے یہ وہ شخص ہے جو اس کو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے باندھ رکھے اور کسی چراگاہ یا باغ میں اس کی رسی لمبی کر کے چھوڑے۔ تو وہ اپنی طویل رسی کی حد میں چراگاہ یا باغ میں جہاں تک پہنچے گا اس کے لئے نیکیاں لکھی جائیں گی اور اگر وہ اپنی رسی توڑ کر ایک یا دو چکر لگا لے تو اس دوران اس کی لید اور پاؤں کے نشانات بھی نیکیاں بن جائینگے۔ اگر وہ کسی دریا پر گزرتا ہوا اس میں سے پانی پی لے جبکہ مالک نے پانی پلانے کا ارادہ بھی نہ کیا ہو تو یہ بھی اس کی نیکیاں قرار پائیں گی۔ ایک شخص فخر و تکبر، نمود و نمائش اور اہل اسلام کی مخالفت اور دشمنی کی خاطر گھوڑا باندھتا ہے تو یہ گھوڑا اس کے لئے بوجھ ثابت ہوگا۔ (تیسرا شخص وہ ہے جو ضرورت کیلئے اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچنے کے لئے گھوڑا باندھے مگر اس کی گردن اور پشت میں اللہ کا حق فراموش نہ کرے تو وہ اس کے لئے ستر و حجاب یعنی پردہ ہے)۔"

---

[۴۶] فتح الباری: ۶/ ۳۹۸

[۴۷] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب الخيل لثلاثة، الحديث: ۲۷۰۵+ صحیح مسلم = کتاب الزکوۃ: باب اثم مانع الزکاۃ، الحدیث: ۹۸۷. اس حدیث میں امام بخاری رحمہ اللہ نے گھوڑوں کی صرف دو قسمیں اختصار کی بناء پر بیان کیں ہیں۔ جبکہ کتاب المساقاۃ میں یہی حدیث مکرر بیان کی ہے اور وہاں گھوڑوں کی تینوں قسموں کا بیان ہے۔ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

یہ حدیث جہادی گھوڑوں کے عظیم الشان فضائل و مناقب ، ان کی بدولت حاصل ہونے والے اجر و ثواب ، برکاتِ و حسنات، جہاد اور مجاہدین کے دوام و بقاء اور جہاد کے ساتھ گھوڑوں کے گہرے ربط کا جامع ترین اور روشن مینار ہے۔

[۵۴۸] « إِنَّمَا الشُّؤْمُ فِي ثَلٰثَةٍ: فِي الْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ وَالدَّارِ » [۴۸]

''نحوست تین اشیاء (i) گھوڑا (ii) عورت اور (iii) گھر میں ہوتی ہے۔''

یا اس کی مشابہ دیگر احادیث میں گھوڑوں کی نحوست کا بیان ہے۔ اس سے مراد دنیوی غرض کے لئے باندھے گئے گھوڑے ہیں۔ لہٰذا انکا اطلاق جہادی گھوڑوں اور ان کے فضائل و مناقب پر نہیں ہوسکتا۔'' [۴۹]

گھوڑ دوڑ کے مقابلے اور گھوڑوں کو موٹا تازہ کرنا:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

[۵۴۹] « أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ وَ كَانَ أَمَدُهَا مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ وَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ فِيمَنْ سَابَقَ بِهَا » [۵۰]

'' نبی ﷺ نے طاقت ور اور موٹے تازے گھوڑوں کی دوڑ کے مقابلے میں حصہ لیا اور مقابلے کی مسافت ''ثنیۃ الوداع'' سے ''مسجد بنی زریق'' تک تھی۔ خود عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی مقابلہ کرنے والوں میں شامل تھے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں یوں ہے:

[۵۵۰] « سَابَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي قُدْ أُضْمِرَتْ فَأَرْسَلَهَا مِنَ الْحَفْيَاءِ وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوِدَاعِ وَ كَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ سِتَّةُ أَمْيَالٍ أَوْ سَبْعَةٌ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ فَأَرْسَلَهَا مِنْ ثَنِيَّةِ الْوِدَاعِ وَ كَانَ أَمَدُهَا مَسْجِدَ بَنِي زُرَيْقٍ وَ كَانَ بَيْنَ

---

[۴۸] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب ما یذکر من شؤم الفرس ، الحدیث: ۲۷۰۳

[۴۹] فتح الباری: ۶/ ۴۰۴ + شرح النووی: ۲/ ۱۳۲

[۵۰] صحیح البخاری = کتاب الجهاد : باب إضمار الخیل للسّبق ، الحدیث: ۲۷۱۴ + صحیح مسلم = کتاب الإمارة : باب المسابقة بین الخیل وتضمیرها ، الحدیث : ۱۸۷۰

ذَلِكَ مِيلٌ أَوْ نَحْوُهُ »[۱]

''رسول اللہ ﷺ نے باریک کمر والے دبلے پتلے گھوڑوں کے مقابلے میں شرکت کی۔ ان کو ''وادی حفیاء'' سے دوڑایا اور ان کے مقابلہ کی حد'' ثنیۃ الوداع'' تھی۔ ان دونوں کے درمیان چھ یا سات میل کا فاصلہ تھا۔ اسی طرح آپ طاقتور موٹے تازے گھوڑوں کے مقابلے میں بھی شامل ہوئے اور ان کو ''ثنیۃ الوداع'' سے ''مسجد بنی زریق'' تک دوڑایا جن کے درمیان تقریباً ایک میل کی مسافت تھی۔''

تضمیر کا معنیٰ:

سبک رفتاری اور ہلکا پن پیدا کرنے کے لئے گھوڑوں کی خوراک کم کر کے انکا گوشت کم کیا جاتا ہے۔ اسی عمل کو عرب میں تضمیر کہتے ہیں۔

مسابقت کا معنیٰ:

گھوڑوں کی دوڑ کا مقابلہ، گھوڑوں کا ایک دوسرے سے آگے بڑھنا۔

ثنیۃ الوداع کا مطلب:

مدینہ طیبہ کے شمال میں ایک گھاٹی تھی جہاں سے مہمانوں کو الوداع کیا جاتا تھا۔

مقابلہ میں نمایاں آنے والوں کے لئے انعام و اکرام

شرائط اور احکام :

گھڑ دوڑ کے مقابلے میں نمایاں پوزیشن پر آنے والوں کے لئے انعام مقرر کرنا بھی شرعاً جائز ہے۔ اس انعام کو احادیث میں'' سبق، رھان یا جُعل'' کہا گیا ہے۔ مگر اس کے جواز کی شرط یہ ہے کہ انعام کی شرط یکطرفہ ہو اور انعام مقرر کرنے والا کوئی تیسرا شخص یا گروہ ہو (اس شخص یا گروہ کو ''محلل'' کہا جاتا ہے) یا دوڑ میں حصہ لینے والے خود انعام مقرر کریں مگر یکطرفہ۔ دوطرفہ انعام کی شرط دوڑ میں حصہ لینے والوں کی طرف سے ہو یا کوئی تیسرا شخص یا گروہ مقرر کرے وہ جوا ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ

[۱] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب غاية السَّبق للخيل المضمَّرة، الحديث: ۲۷۱۵ + صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب المسابقة بين الخيل و تضميرها، الحديث: ۱۸۷۰

کی حدیث ہے:

[۵۵۱] « لَا سَبَقَ إِلَّا فِي نَصْلٍ أَوْ خُفٍّ أَوْ حَافِرٍ » [۵۲]

''تیروں، اونٹوں اور گھوڑوں کے ماسوا کسی مقابلہ میں انعام رکھنا جائز نہیں ہے۔''

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سابقہ حدیث میں سنن الترمذی کا یہ اضافہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

[۵۵۲] « وَ كُنْتُ فِيمَنْ أَجْرَى فَوَثَبَ بِي فَرَسِي جِدَارًا » [۵۳]

''میں مقابلے میں حصہ لینے والوں میں شامل تھا اور میرا گھوڑا (تیز رفتاری کی وجہ سے) میرے سمیت دیوار پر چڑھ گیا۔''

امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے:

[۵۵۳] « فَجِئْتُ سَابِقًا فَطَفَّفَ بِيَ الْفَرَسُ الْمَسْجِدَ » [۵۴]

''میں آگے رہا تو میرا گھوڑا میرے سمیت مسجد کی ایک دیوار پر چڑھ گیا۔''

◎ امام خطابی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''محلل'' وہ شخص ہے جو دو مقابلہ بازوں کے درمیان داخل ہوتا ہے کہ اول آنے والے کے لئے انعام کو حلال کر دے۔ اگر خود انعام میں حصہ دار ہو گا تو یہ صورت بعینہ جوا ہے۔ سعید بن مسیب اور بعض علماء کے علاوہ اکثر علماء اسلام کا یہی موقف ہے۔ جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ''مؤطا'' میں یہ بات ذکر کی ہے۔ لیکن یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔'' [۵۵]

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[۵۵۴] « أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : جَعَلَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ وَلِصَاحِبِهِ سَهْمًا » [۵۶]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مال غنیمت میں) گھوڑے کے دو حصے اور اس کے مالک کا ایک حصہ مقرر فرمایا۔''

---

[۵۲] صحيح الترمذي = أبواب الجهاد : باب الرهان ، الحديث: ۱۳۸۹ + صحيح ابن ماجة = كتاب الجهاد: باب السبق والرهان، الحديث: ۲۳۲۶ + صحيح أبي داؤد = كتاب الجهاد: باب في السبق، الحديث: ۲۲۴۴

[۵۳] صحيح الترمذي = أبواب الجهاد: باب الرهان، الحديث: ۱۳۸۹

[۵۴] صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب المسابقة بين الخيل وتضميرها، الحديث : ۱۸۷۰

[۵۵] معالم السنن للخطابي : ۳/ ۴۰۰ + الموطأ مع المنتقى: ۳/ ۲۱۶

[۵۶] صحيح البخاري = كتاب الجهاد: باب سهام الفرس، الحديث : ۲۷۰۸

ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۵۵۵] « اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَسَمَ فِی النَّفْلِ لِلْفَرَسِ بِسَھْمَیْنِ وَ لِلرَّاجِلِ بِسَھْمٍ » [۵۷]

''بے شک نبی ﷺ نے گھوڑے کو مال غنیمت میں دو حصے اور پیادہ کو ایک حصہ دیا۔''

جبکہ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

[۵۵۶] « اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْھَمَ لِرَجُلٍ وَ لِفَرَسِہٖ ثَلَاثَۃَ اَسْھُمٍ سَھْمًا لَہٗ وَ سَھْمَیْنِ لِفَرَسِہٖ » [۵۸]

''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مجاہد اور اس کے گھوڑے کے لئے کل تین حصے مقرر کئے۔ ایک اس کا اور دو اس کے گھوڑے کے لئے عطا فرمائے۔''

◉ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

'' وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَا عِنْدَ اَکْثَرِ اَھْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ غَیْرِھِمْ وَ ھُوَ قَوْلُ سُفْیَانَ الثَّوْرِیِّ وَالْاَوْزَاعِیِّ وَ مَالِکٍ وَ ابْنِ الْمُبَارَکِ وَالشَّافِعِیِّ وَاَحْمَدَ وَ اِسْحٰقَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ ۔''

''حدیث بالا کے مطابق ہی اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین مثلاً سفیان ثوری، اوزاعی، مالک، ابن مبارک، شافعی، احمد وغیرہ کا موقف ہے'' [۵۹]

الغرض جہاد کی تیاری کے بارے رسول اللہ ﷺ نے دیگر جنگی آلات کی طاقت وقوت کے ساتھ ساتھ گھوڑے باندھنے اور ان کے درمیان مقابلہ بازی کے مضبوط وسائل مہیا رکھنے پر ہمیشہ زور دیا ہے۔ گھوڑوں کے ساتھ جہاد کرنے والے جوانمردوں کو پیادوں کے مقابلہ میں تین گنا انعام واکرام دینے کا حکم دیا ہے۔ گویا جہاد کی تیاری کو زبردست طریقے سے اجاگر فرمایا۔

گھوڑوں کی اچھی اور بری صفات:

رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہر اور تجربہ کار جرنیل کی طرح گھوڑوں کے اچھے اور برے

---

۵۷ صحیح مسلم = کتاب الجهاد: باب کیفیة قسمة الغنیمة بین الحاضرین، الحدیث: ۱۷۶۲ + صحیح الترمذی = أبواب السیر: باب فی سهم الخیل، الحدیث: ۱۲۵۸

۵۸ صحیح أبی داؤد = کتاب الجهاد: باب فی سهمان الخیل، الحدیث: ۲۳۷۳

۵۹ صحیح الترمذی = أبواب السیر: باب فی سهم الخیل

اوصاف اس طرح تفصیل سے بیان فرمائے ہیں جس سے لگتا ہے کہ آپ ﷺ گھوڑا شناسی میں کافی مہارت رکھتے تھے۔

[۵۵۷] « كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَكْرَهُ الشِّكَالَ مِنَ الْخَيْلِ وَ الشِّكَالُ أَنْ يَكُوْنَ فِيْ رِجْلِهِ الْيُمْنٰى بَيَاضٌ وَ فِيْ يَدِهِ الْيُسْرٰى أَوْ يَدِهِ الْيُمْنٰى وَ رِجْلِهِ الْيُسْرٰى »[۴۰]

''رسول اللہ ﷺ شکال گھوڑوں کو ناپسند فرماتے تھے اور شکال گھوڑا وہ ہوتا ہے کہ اس کے دائیں پاؤں میں اور بائیں ہاتھ میں یا دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں میں سفیدی ہو (جو "مُحَجَّل" (پانچ کلیاں) نہ ہو۔ بلکہ بعض پاؤں یا ہاتھ سفیدی سے خالی ہوں)۔''

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۵۸] « خَيْرُ الْخَيْلِ الْأَدْهَمُ الْأَقْرَحُ الْأَرْثَمُ ثُمَّ الْأَقْرَحُ الْمُحَجَّلُ طَلْقُ الْيَمِيْنِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَدْهَمَ فَكُمَيْتٌ عَلٰى هٰذِهِ الشِّيَةِ »[۴۱]

''بہترین قسم کا گھوڑا وہ ہے (i) جو سیاہ کالا ہو اور اس کی پیشانی اور ناک پر سفید داغ ہو اس کے بعد وہ گھوڑا بہترین ہے جس کی پیشانی اور اگلی پچھلی چاروں ٹانگیں پاؤں سمیت سفید ہوں۔ اور اگر سیاہ کالا نہ ہو تو پھر سیاہ اور سرخ دونوں رنگوں والا ملا جلا مذکورہ صفت پر ہو۔''

اسی ترتیب کے مطابق آپ کو یہ گھوڑے پسند تھے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

[۵۵۹] « يُمْنُ الْخَيْلِ فِيْ شُقْرِهَا »[۴۲]

''گھوڑے کی خیر و برکت اس کی خالص سرخی میں موجود ہے۔''

رسول اللہ ﷺ ایک زبردست دانشور، دانا، شفقت کرنے والے اور مہربان امیر کارواں کی طرح گھوڑوں کی پیشانیوں کے بال اپنی انگلیوں میں لپیٹتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے ساتھ شفقت و محبت کا سلوک کرنے کا سبق دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

۴۰ صحيح مسلم = كتاب الإمارة : باب ما يُكْرَهُ من صفات الخيل، الحديث : ۱۸۷۵۔ اس روایت کو امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم نے بھی روایت کیا ہے۔

۴۱ صحيح التِّرمذي = أبواب الجهاد : باب ما يُستَحَبُّ من الخيل، الحديث: ۱۳۸۷۔ اس حدیث کو امام داری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

۴۲ صحيح أبي داؤد= كتاب الجهاد: باب فيما يُستَحَبُّ من ألوان الخيل، الحديث: ۲۲۱۸+صحيح التِّرمذي = أبواب الجهاد: باب ما يُستَحَبُّ من الخيل، الحديث: ۱۳۸۶

[۵۶۰] « اَلْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِيْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ الْأَجْرُ وَالْغَنِيْمَةُ » [۳۳]

''گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لئے اجر وغنیمت کی صورت میں بھلائی باندھ دی گئی ہے۔''

پھر آپ نے گھوڑوں کو نظر بد اور شیطان کے برے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا:

[۵۶۱] « لَاتَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيْهَا كَلْبٌ أَوْ جَرَسٌ » [۳۴]

''فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں چلتے جس میں کتا اور گھنٹی ہو۔''

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۶۲] « اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ » [۳۵]

''گھنٹی شیطان کا ساز ہے۔''

آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

[۵۶۳] « لَا تُبْقَيَنَّ فِيْ رَقَبَةِ بَعِيْرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ ـــــ لَوْ قِلَادَةٌ ـــــ إِلَّا قُطِعَتْ » [۳۶]

''کسی اونٹ (اور گھوڑے) کی گردن میں پٹے وغیرہ باقی نہ رکھے جائیں۔ انہیں کاٹ دیا جائے۔''

جو پٹے وغیرہ جاہلیت میں نظر بد سے بچانے کے لئے پہنائے جاتے تھے یعنی ان شرکیہ پٹوں اور قلادوں کی بجائے قرآن وسنت میں موجود دموں اور اذکار پر انحصار کیا جائے۔

جہاد کی بقاء اور جہادی وسائل:

چونکہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جہاد قیامت تک باقی رہے گا اور اس کی بقاء و دوام کے لئے اس کے اسباب و وسائل کا وافر مقدار میں فراہم کرنا ضروری ہے۔ اس لئے ابن عباس رضی اللہ عنہما

---

۳۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۹۴

۳۴ صحیح مسلم = کتاب اللّباس و الزّینة : باب کراهة الکلب والجرس فی السّفر ، الحدیث ۲۱۱۳، اس حدیث کو امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابوداؤد رحمة الله علیهم نے بھی روایت کیا ہے۔

۳۵ صحیح مسلم = کتاب اللّباس والزّینة : باب کراهة الکلب والجرس فی السّفر ، الحدیث: ۲۱۱۴، اس حدیث کو امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابوداؤد رحمة الله علیهم نے بھی روایت کیا ہے۔

۳۶ صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب ما قیل فی الجرس و نحوه فی أعناق الإبل، الحدیث: ۲۸۴۳ + صحیح مسلم = کتاب اللّباس والزّینة : باب کراهة قلادة الوتر فی رقبة البعیر، الحدیث: ۲۱۱۵۔ یہ حدیث ابوداؤد اور النسائی میں بھی ہے۔

فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے جہاں یہ حکم دیا کہ وضو کو اچھی طرح تمام اعضاء دھو دھو کر کرو اور صدقہ و زکوٰۃ کا مال نہ کھاؤ وہاں یہ بھی حکم فرمایا:

[۵۶۳] « وَ اَنْ لَّا نُنْزِیَ حِمَارًا عَلٰی فَرَسٍ » [۶۷]

''اور ہم گدھوں کو گھوڑیوں کے ساتھ جفت نہ کریں۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

[۵۶۵] « اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْلَةٌ فَرَكِبَهَا فَقَالَ عَلِيٌّ: لَوْ حَمَلْنَا الْحَمِيْرَ عَلَى الْخَيْلِ فَكَانَتْ لَنَا مِثْلَ هٰذِهٖ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ: اِنَّمَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ » [۶۸]

''رسول اللہ ﷺ کو تحفہ میں ایک خچر ملا۔ آپ اس پر سوار ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر ہم گدھے کو گھوڑی کے ساتھ جفت کرلیں تو ہمارے لئے بھی اس جیسی (خچر) مہیا ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جن کے پاس علم نہیں ہوتا۔'' [۶۹]

گھوڑوں کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے جہاد میں اونٹوں کے استعمال کی اہمیت و فضیلت بیان فرمائی۔ خود رسول اللہ اپنی قصواء اور عضباء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر جہادی میدانوں میں اسے مقابلے کے لئے دوڑاتے اور سب سے سبقت لے جاتے رہے۔ [۷۰] غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے پاس دو گھوڑوں کے علاوہ زیادہ تعداد میں اونٹ تھے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جہادی وسائل و اسباب حالات زمانہ کے مطابق تبدیل ہوتے

---

[۶۷] صحیح التّرمذی = أبواب الجهاد: باب كراهيّة أن يُنزى الحُمُرُ على الخيل، الحديث: ۱۳۹۱ + صحيح النّسائي = كتاب الخيل والسّبق والرّمي: باب التّشديد على حمل الحمير على الخيل، الحديث: ۳۳۴۸، ۳۳۷

[۶۸] صحيح أبي داؤد = كتاب الجهاد: باب في كراهيّة الحُمُر تُنزى على الخيل، الحديث: ۲۲۲۶ + صحيح النّسائي = كتاب الخيل والسّبق والرّمي: باب التّشديد في حمل الحمير على الخيل، الحديث: ۳۳۴۷

[۶۹] اس بات کا علم کہ جہادی وسائل کی فراوانی سے ہی جہاد قیامت تک جاری رہ سکتا ہے۔ گھوڑے بھی منجملہ جہادی وسائل سے ہیں اور گھوڑی کے ساتھ گدھے کو جفت کرنے سے گھوڑوں کی نسل کے ختم ہونے کا امکان اور اندیشہ ہے۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَ عِلْمُهٗ اَحْكَمُ وَ اَتَمُّ) (ابو عمار ابن عبد الجبار)

[۷۰] صحيح البخاري = كتاب الجهاد: باب ناقة النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم و باب بغلة النّبيّ صلى الله عليه وسلّم البيضاء، الحديث: ۲۷۱۶، ۲۷۱۹

رہے۔ عصر حاضر کے بہترین اور کامیاب ترین گھوڑے تیل سے چلنے والی بری، بحری اور فضائی گاڑیاں ہیں۔ اسی طرح زمانہ حال کے تیر بندوقوں اور توپوں سے نکلنے والی بارودی گولیاں اور گولے ہیں۔ اس کے باوجود حقیقی گھوڑوں اور اسی طرح جدید اسلحہ کے ساتھ ساتھ شمشیر و سناں کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اور رہے گی۔ ماضی کی طرح حال میں بھی کرۂ ارضی میں وہ پہاڑی اور میدانی سلسلے موجود ہیں جن میں جنگ کے لئے موٹروں اور ٹینکوں کی بجائے اونٹ اور گھوڑے ہی چل سکتے ہیں اور جہاں توپیں اور گنیں ناکارہ ہوجاتی ہیں وہاں نیزوں اور بھالوں کی نوکیں اور تلواروں کی دھاریں ہی میدان کار زار کا زیور بنتی ہیں۔ زمانہ چونکہ تغیرات کی ایک قدرتی چکی ہے۔ لہٰذا اس کا امکان ہے کہ انسانوں پر کوئی لمحہ ایسا بھی آجائے کہ وہ جدید بارودی ہتھیاروں کو خود اپنے ہاتھوں سے جلا کر خاکستر کر ڈالیں۔ اس کے بعد خوش نصیب وہ لوگ ہوں گے جو دفاع دین اور دفاع جان کے لئے دوبارہ تلواریں حمائل کریں گے، تیروں اور کمانوں کو زیب تن کرنے کے ساتھ ساتھ اونٹوں اور گھوڑوں پر کجاوے لادیں گے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے احکامات عارضی اور حادثاتی بنیادوں پر نہیں بلکہ مستقل اصولوں پر قائم ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات و احادیث کا خلاصہ:

① حسب استطاعت ہر قسم کی قوت و طاقت مہیا رکھنے کے لئے گھوڑوں کا سرحدوں اور گھروں میں باندھے رکھنا بھی امت محمدیہ کا دینی فریضہ ہے۔ اس کے اغراض و مقاصد بھی وہی ہیں یعنی قوت کی فراہمی کے ساتھ ساتھ اپنے اور اللہ کے مشترکہ دشمنوں پر مسلمانوں کا رعب اور دبدبہ ہو۔ علاوہ ازیں اسلامی معاشرے میں منافق دشمنوں پر بھی رعب اور دہشت طاری ہو، جن کا ظاہر و باطن مختلف ہے۔

② قران مجید کی سورت "العادیات" جہادی گھوڑوں کے فضائل اور ان کے اوصاف پر مشتمل ایک جامع اور فصیح و بلیغ سورت ہے۔ اس بارے یہی بات زیادہ صحیح ہے۔ جبکہ دوسرے قول کے مطابق اس سے جہادی اونٹ مراد ہیں۔

③ کفار و مشرکین کے مقابلے میں ہر وقت حتیٰ کہ حالت جنگ میں نماز کی ادائیگی کرتے

ہوئے بھی جہاد کے لئے تیار و مسلح رہنا، جنگی اسلحہ اور دیگر اسباب جنگ کو اپنے ہمراہ تیار رکھنا مسلمانوں کا ایک دینی فریضہ ہے۔

۴ جہاد کی طرف نکلنے کے لئے تاخیر کے حربے استعمال کرنا اور جہاد کی تیاری اور جہادی توشہ جمع نہ کر رکھنا، یہ سب منافقین کے قابل مذمت اوصاف ہیں۔ جن کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان پر ذلت و رسوائی مسلط کر دیتا ہے۔

۵ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنی قریظہ میں ظہر و عصر کی نمازوں کو جہاد کی وجہ سے مؤخر کرنا اور وقت مقررہ سے قضا کرنا اسلام میں جہاد کی فوقیت، برتری اور بلندی کی بین دلیل ہے۔

۶ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''قیامت تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر اور بھلائی رکھ دی گئی ہے۔'' اس ارشاد رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔ یہ فرمان اس بات کی بھی دلیل ہے کہ امت محمدیہ کے کچھ افراد اس کو قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ ادا کرتے رہیں گے۔ امام بخاریؒ امام احمد بن حنبلؒ امام مالکؒ اور دیگر محدثین نے بھی حدیث مذکور کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

۷ دینی اور دنیاوی برکات کا سرچشمہ قیامت تک جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اس کے اسباب و وسائل بھی قیامت تک کے لئے دینی اور دنیاوی خیر و برکت کے چشمے ہیں۔

۸ اجر و ثواب اور اموال غنیمت دونوں خیر کی تعریف میں شامل ہیں اور جہاد کے مقاصد میں داخل ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اجر اور مال غنیمت دونوں خیر ہیں۔''

۹ مقاصد کے اعتبار سے گھوڑوں کی تین اقسام ہیں:

۱ جہادی گھوڑے جو مالک کے لئے اجر و ثواب اور خیر و برکت ہیں۔ حتیٰ کہ ان کی حرکات و سکنات اور بول و براز بھی نیک اعمال میں شمار ہوں گے۔

۲ محض سوال سے بچنے کے لئے گھوڑے رکھنا جو مومن کے لئے ستر و حجاب ہیں۔ جبکہ بلند درجات سے وہ محروم رہے گا۔

(۹) فخر و ریاء اور مسلمانوں کی مخالفت میں باندھے گئے گھوڑے مالک کے لئے وبال جان ثابت ہوں گے۔

(۱۰) بلحاظ جنس عورت اور گھر کی طرح گھوڑوں میں بھی نحوست ممکن ہے۔ لیکن اعلیٰ مقاصد اس چیز کو ختم کر دیتے ہیں۔ یعنی نحوست ان گھوڑوں میں ہوگی جو جہاد کے لئے استعمال نہ ہوں۔[۱]

(۱۱) گھوڑوں میں مقابلہ بازی نہ صرف جائز ہے بلکہ جہادی ٹریننگ کے لئے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۱۲) تیروں، اونٹوں اور گھوڑوں کے علاوہ کوئی مقابلہ بازی جائز نہیں ہے۔ یہ حکم شرعی ہے۔ جیسا کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال ہیں۔ یا یہ فرمان رسول ﷺ ایک حقیقت کا بیان ہے کہ اصل مقابلہ تو مذکورہ تین اشیاء میں ہی ہوتا ہے۔ بہر صورت علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جہادی مشق اور ورزش کے لئے تمام قسم کے جسمانی یا اسلحاتی مقابلے جائز ہیں۔ بلکہ جہادی سبیل اللہ کا ذریعہ ہونے کی بناء پر مستحب ہیں۔ البتہ جن مقابلوں میں جہادی مقاصد پیش نظر نہ ہوں وہ حرام ہیں۔ مثلاً پرندوں اور مرغوں وغیرہ کے درمیان مقابلہ بازی بالخصوص جب ان میں جوا اور قمار بازی کا ناپاک عنصر بھی شامل ہو جائے۔[۲]

(۱۳) گھوڑوں اور انکی مثل تمام جائز مقابلوں میں انعام بھی مقرر کیا جا سکتا ہے۔ تاکہ مقابلہ میں حصہ لینے والوں کی حوصلہ افزائی ہو جہادی ٹریننگ لینے میں آسانی ہو۔ بشرطیکہ انعام کی شرط دو طرفہ نہ ہو۔

(۱۴) شہسواروں کے لئے پیادوں کے مقابلہ میں مال غنیمت کا (تین گنا) حصہ رکھا گیا ہے تاکہ جہاد کے لئے اعلیٰ وسائل رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو۔

(۱۵) رسول اللہ ﷺ اللہ کے اولو العزم پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا کے ذہین ترین دانشور، حقیقت شناس، دانا اور بڑی بصیرت رکھنے والے انسان تھے۔ جہادی گھوڑوں کے

---

[۱] فتح الباری: ۶/ ۴۰۲

[۲] تحفۃ الأحوذی: ۳/ ۳۱۰

اوصاف، گھوڑوں کی اقسام کا بیان فرمانا اس دعوٰی کی دلیل ہے۔

⑯ گھنٹیاں اپنی سحر انگیز آوازوں کی وجہ سے شیطانی ساز ہیں۔ کیونکہ وہ ذکر اللہ سے غافل کرتی ہیں اور دنیا کی محبت کی طرف راغب کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں قلادہ اور پٹوں کو نظر بد سے بچانے کا مؤثر ذریعہ سمجھنا ممنوع قرار دیا۔ کیونکہ وہ اعتقادی شرک ہے۔

⑰ گھوڑوں کے بعد اونٹ وغیرہ بھی جہاد فی سبیل اللہ میں استعمال ہونے کی بناء پر باعث شرف وفضل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے درجہ بدرجہ جہاد کے تمام وسائل وذرائع کی اہمیت وفضیلت واضح فرمائی ہے۔

⑱ گھوڑوں اور گدھوں کی جنفتی جہادی وسائل کو کم کرنے کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ممنوع اور حرام ہے۔ لہٰذا ہر وہ قول وفعل یا اعتقاد اور عمل جو جہادی وسائل میں کمی کا باعث ہوگا، ذرائع کی روک تھام کے اصول کے تحت ناجائز وممنوع قرار پائے گا۔

⑲ زمانہ اور حالات بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن حقیقت اور واقعات نہیں بدلتے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی گہری سوچ ہمیشہ عارضی معاملات کی بجائے مستقل اشیاء پر پڑتی ہے۔

⑳ جہاد قیامت تک باقی ہے اور یہ اسلامی معاشرہ کی معاشی اور اقتصادی حالت کو سنوارنے کا بہترین وسیلہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا رزق مال غنیمت میں رکھا گیا تھا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[٥٦٦] «جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي وَ جُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي» [۴۳]

''میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا گیا ہے۔ جبکہ ذلت و رسوائی اس پر رکھی گئی ہے جو میرے حکم کی مخالفت کرے گا۔''

㉑ رسول اللہ ﷺ قیامت تک جاری رہنے والے جہاد کے ساتھ مبعوث کئے گئے۔ مال غنیمت سے روزی حاصل کرنا تمام وسائل رزق سے افضل ہے۔ اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

---

۴۳ تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۹۸

[٥٦٧] « بُعِثْتُ بِالسَّيْفِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَ جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي » [1]

" مجھے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں رکھا گیا ہے۔"

مزید تفصیل کے لئے **ملاحظہ ہو**:

1. تفسیر القرطبی: ٢٠/ ١٠٥، ١٠٨
2. ابن کثیر: ٤/ ٥٧٥، ٥٧٦
3. شرح النّووی: ٢/ ١٣٢، ١٣٣
4. نیل الأوطار: ٨/ ٨١، ٩٥
5. المُحَلّی: ٧/ ٣٥٢، ٣٥٤
6. سُبُل السَّلام: ٤/ ١٣٧، ١٤١

((.....❀❀❀❀❀.....))

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرّقم المسلسل: ٩٨

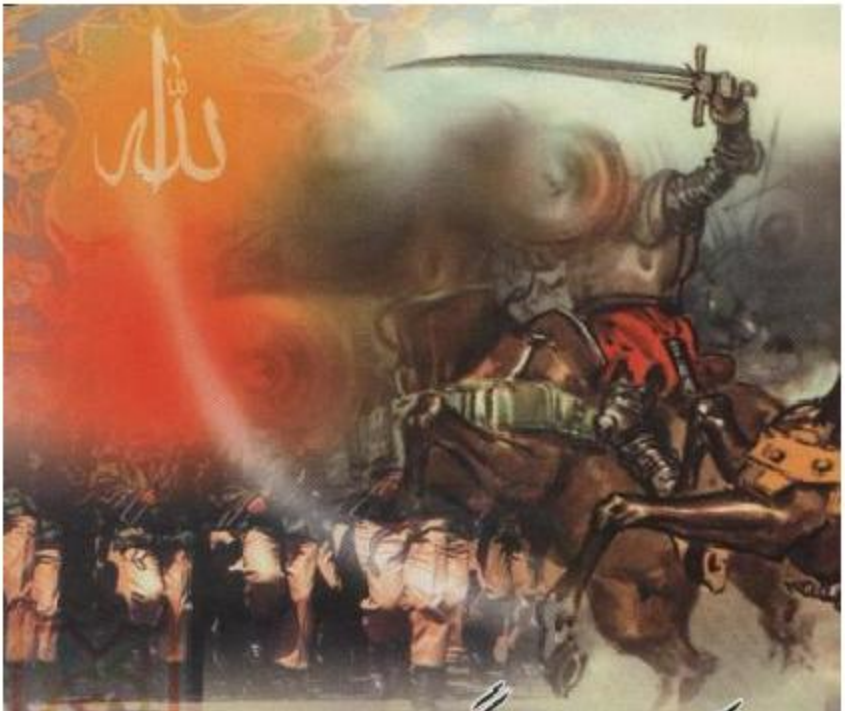

بے شک اللہ ان لوگوں سے محبّت
کرتا ہے جو اُسکی راہ میں صف باندھ
کر اس طرح لڑتے ہیں جیسے سیسہ
پلائی دیوار ہو۔ (الصف ۶۱/ آیت ۴)

باب:۹

مورچہ بندی اور اسلامی سرحدوں پر پہرہ

غرض و غایت اور اہمیت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[۵۶۸] ﴿ وَ مِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ﴾ [الأنفال=۸: ۶۰]

''اور تم سرحدوں پر گھوڑے باندھے رکھو، جس سے تم اپنے اور اللہ تعالیٰ کے (مشترکہ) دشمن کو خوفزدہ رکھ سکو گے۔''

[۵۶۹] ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَ صَابِرُوا وَ رَابِطُوا ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ ﴾ [آل عمران=۳: ۲۰۰]

''اے ایماندارو! صبر اختیار کرو اور بمقابلہ کفار ثابت قدم رہو اور مورچوں میں جمے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ فلاح پا جاؤ۔''

◎ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''حبشہ کا بادشاہ نجاشی جو کہ اسلام قبول کر چکا تھا فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اس کی موت کی اطلاع دی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر صحرا کی طرف تشریف لے گئے اور باقاعدہ صفیں باندھ کر اس کی نماز جنازہ ادا کی۔'' [۱]

◎ ابن جریر طبری رحمہ اللہ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کی وفات پر اس کا جنازہ پڑھا تو منافقین نے طنز کرتے ہوئے کہا: [۵۷۰] « يُصَلِّي عَلَى عَلْجٍ مَاتَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ » ''حبشہ میں مرنے والے ایک عجمی کا جنازہ پڑھ رہے ہیں۔'' تو اس موقع پر آل عمران کی آخری آیات نازل ہوئیں:

---

[۱] صحيح البخاري= كتاب الجنائز: باب من صف صفين أو ثلثة على الجنازة خلف الإمام، الحديث: ۱۲۵۴، صحيح مسلم = كتاب الجنائز: باب في التكبير على الجنازة، الحديث: ۹۵۱، ۹۵۳

[۵۷۱] ﴿ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۝﴾ [آل عمران - ۳: ۱۹۹]

''اور یقیناً بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں کہ اللہ پر اور اس پر جو کچھ تمہاری اور ان کی طرف نازل کیا گیا ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کے لئے خشوع وخضوع کرنے والے ہیں۔ اس کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہیں لیتے۔ انہی لوگوں کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجروثواب ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔''

مگر حافظ ابو عبد اللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں روایت کیا ہے کہ حبشہ میں نجاشی کا ایک دشمن داخل ہو گیا تو مسلمان مہاجرین نے نجاشی سے کہا: ''آپ دشمن کے مقابلے کے لئے میدان میں آئیں ہم آپ کی حمایت میں لڑیں گے۔ تاکہ آپ کے ہم پر جو احسانات ہیں انکا بدلہ چکا سکیں اور پھر آپ ہماری شجاعت و جرأت بھی دیکھ لیں گے۔'' تو نجاشی نے جواب میں کہا: ''اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ آنے والی بیماری لوگوں کی حمایت سے حاصل ہونے والی شفاء سے بہتر ہے۔''

تو اس پر مذکورہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب میں سے جو مومن تھے ان کے ایمانی وعملی اوصاف ذکر فرماتے ہوئے ان کو مصائب و آلام میں صبر کرنے، دشمنوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے، اسلامی علاقہ جات کی سرحدوں پر اللہ کی راہ میں مورچہ بند ہو کر جمے رہنے اور تقویٰ اختیار کرنے کی ہدایات دیں تاکہ وہ منزل مراد کو پا سکیں۔[۲]

◎ حسن بصری فرماتے ہیں:

اہل کتاب کے مومنوں کو آیت مذکورہ میں حکم دیا گیا ہے کہ اللہ نے ان کے لئے جو دین اسلام پسند فرمالیا ہے وہ خوشی اور ناخوشی، تنگی اور آسانی میں اس پر صبر کریں حتی کہ بحیثیت مسلمان ان کی موت آجائے اور وہ اسلام دشمن عناصر کے مقابلہ میں ثابت قدم ہوں۔ دیگر تمام علماء سلف نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے۔[۳]

---

[۲] المستدرك على الصحيحين= كتاب التفسير: باب شان نزول آية ﴿ اِصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا ﴾ اس حدیث کے بارے امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ وَ لَمْ يُخْرِجَاهُ" یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ لیکن امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی اپنی کتاب میں اس کو نقل نہیں کیا۔ (ابو عمار ابن عبد الجبار)

[۳] تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۸۱ + فتح الباری: ۶/ ۴۲۵

رباط کا مطلب:

" وَ اَمَّا الْمُرَابَطَةُ فَهِيَ الْمُدَاوَمَةُ فِي مَكَانِ الْعِبَادَةِ وَ الثُّبَاتِ فِي الثُّغُوْرِ ۔ "[۴]

"رباط کا معنیٰ ہے جائے عبادت میں باقاعدگی سے ثابت قدم رہنا اور سرحدوں پر ڈٹے رہنا۔"

رباط کا لغوی معنیٰ:

" اَلرِّبَاطُ الْمُوَاظَبَةُ عَلَى الْأَمْرِ وَ مُلَازَمَةُ ثَغْرِ الْعَدُوِّ كَالْمُرَابَطَةِ ۔ وَ الْمُرَابَطَةُ اَنْ يَرْبِطَ كُلٌّ مِنَ الْفَرِيْقَيْنِ خُيُوْلَهُمْ فِيْ ثَغْرِهِ وَ كُلُّ مُعِدٍّ لِصَاحِبِهِ فَسُمِّيَ الْمَقَامُ فِي الثَّغْرِ رِبَاطًا وَ مِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالٰى: [۵۷۲] ﴿ وَ رَابِطُوْا..... ﴾ [آل عمران=۳:۲۰۰] "[۵]

"رباط کا معنی کسی کام میں باقاعدگی کرنا اور دشمن کی سرحد پر جمے رہنا ہے۔ رباط کا وہی مفہوم ہے جو مرابطہ کا مفہوم ہے۔ مرابطہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہر فریق اپنے گھوڑے اپنی سرحد میں باندھ رکھے اور دشمن کے مقابلے کیلئے مستعد اور تیار رہے۔ چنانچہ سرحدوں پر اس قیام کو رباط کہا گیا ہے اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: "اور سرحدوں پر جمے رہو....."

رباط کا شرعی معنیٰ:

گھوڑوں وغیرہ اور دیگر جنگی آلات کے ساتھ مسلح ہو کر دشمن کی سرحد پر مقابلہ کے لئے ثابت قدم رہنا۔ یہ رباط کا شرعی معنی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

① [۵۷۳] ﴿ وَ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ..... ﴾ [الأنفال=۸:۶۰]

"اور گھوڑے باندھے رکھو۔"

② [۵۷۴] ﴿ وَصَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا..... ﴾ [آل عمران=۳:۲۰۰]

"مصائب و آلام پر ثابت قدم رہو اور سرحدوں پر ڈٹے رہو۔"

اور نبی ﷺ کا فرمان ہے:

③ [۵۷۵] « رِبَاطُ يَوْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا » [۶]

---

۴ تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۸۱ + فتح الباری: ۶/ ۴۲۵

۵ القاموس المحیط: ۲/ ۳۷۴ + تفسیر القرطبی: ۴/ ۲۰۶ + تفسیر الکشاف: ۱/ ۴۶۰ + المفردات فی غریب القرآن: ۱۸۴ + الجواب الکافی لابن قیم: ۱۱۳

۶ صحیح البخاری = کتاب الجهاد : باب فضل رباط یوم فی سبیل الله، الحدیث: ۲۷۳۵ + صحیح مسلم = کتاب الامارة: باب فضل الغدوة والرّوحة فی سبیل الله، الحدیث: ۱۸۸۱

''اللہ کے راستے میں ایک دن مورچوں پر جمے رہنا دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے۔''

② امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں عنوان قائم کرتے ہیں: باب فَضْلِ رِبَاطِ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى:

③ [۵۷۶] ﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَ صَابِرُوا وَ رَابِطُوا ..... ﴾ [آل عمران ۳: ۲۰۰] اس بارے میں باب کہ اللہ کے راستہ میں ایک دن سرحدوں پر مورچہ بند ہونے کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہ ''اے ایمان والو! صبر کرو، مصائب میں پامردی دکھاؤ اور مورچوں پر ڈٹے رہو۔'' [۴]

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

④ " وَ صَابِرُوا الْعَدُوَّ وَ رَابِطُوا الْخَيْلَ ." [۵]

''دشمن کے مقابلے میں مصائب جھیلنے میں پامردی دکھاؤ اور اسلامی سرحدوں پر مورچہ بند رہو۔''

رباط کے فضائل:

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۵۷۷] « رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا عَلَيْهَا ، وَ مَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا عَلَيْهَا وَالرَّوْحَةُ يَرُوحُهَا الْعَبْدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَوِ الْغَدْوَةُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا عَلَيْهَا » [۶]

''اللہ کی راہ میں ایک دن (دشمن کی سرحد پر جمے رہنا) پوری دنیا اور جو کچھ اس پر موجود ہے اس سے کہیں بہتر ہے۔ جنت میں تم میں سے کسی ایک کے لئے اس کی چھڑی کے برابر جگہ پوری دنیا اور جو کچھ اس پر موجود ہے اس سے کہیں بہتر ہے۔ بندے کا اللہ کے راستہ میں ایک شام یا ایک صبح کا نکلنا دنیا سے اور اس پر موجود تمام اشیاء سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔''

سیدنا سلمان الخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

---

[۴] دیکھئے: صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب فضل رباط يوم في سبيل الله و قول الله تعالى ﴿ يا ايها الذين آمنوا اصبروا و صابروا و رابطوا ..... ﴾ [آل عمران ۳: ۲۰۰]

[۵] فتح الباری: ۶/ ۴۲۵ + تفسیر القرطبی: ۴/ ۲۰۶

[۶] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۵۷۴

[۵۷۸] « رِبَاطُ يَوْمٍ وَّ لَيْلَةٍ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَ قِيَامِهِ وَ اِنْ مَّاتَ جَرٰى عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِىْ كَانَ يَعْمَلُهُ وَ اُجْرِىَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ وَ اٰمِنَ الْفَتَّانَ » [۱]

"اللہ کی راہ میں ایک دن اور رات سرحدوں پر ڈٹے رہنا ایک ماہ کے قیام و صیام سے زیادہ افضل ہے۔ اگر کوئی حالت رباط میں فوت ہو جائے تو جو عمل وہ زندگی میں کرتا تھا وہ اللہ کے ہاں قیامت تک جاری و ساری رہے گا اور وہ فتنہ میں مبتلا کرنے والے سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔"

سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۷۹] « كُلُّ مَيِّتٍ يُخْتَمُ عَلٰى عَمَلِهِ اِلَّا الَّذِىْ مَاتَ مُرَابِطًا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ يُنْمٰى لَهُ عَمَلُهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ يَاْمَنُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ » [۲]

"رباط کرنے والے کے علاوہ ہر کسی کے اعمال موت کے ساتھ ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ جو اللہ کی راہ میں حالت رباط میں فوت ہو جائے اس کے اعمال قیامت تک نشوونما پاتے رہتے ہیں اور وہ فتنۂ قبر سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے۔"

امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سلمان الخیر رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۸۰] « اُجْرِىَ لَهُ مِثْلُ ذٰلِكَ مِنَ الْاَجْرِ وَ اُجْرِىَ عَلَيْهِ الرِّزْقُ وَ اٰمِنَ مِنَ الْفَتَّانَ » [۳]

"اللہ کی راہ میں اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہو جانے والے مومن شخص کے نیک اعمال کا اجر و ثواب جاری رہتا ہے، وہ اللہ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے اور فتنۂ قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔"

امام نسائی رحمہ اللہ نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۸۱] « رِبَاطُ يَوْمٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ يَوْمٍ فِيْمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَنَازِلِ » [۴]

---

[۱] صحيح مسلم = كتاب الإمارة: باب فضل الرباط في سبيل الله عزّوجلّ، الحديث: ۱۹۱۳

[۲] صحيح الترمذي = أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء في فضل من مات مرابطًا، الحديث: ۱۳۲۲ + صحيح أبو داؤد = كتاب الجهاد: باب في فضل الرّباط، الحديث: ۲۱۸۲

[۳] صحيح النسائي = كتاب الجهاد: باب فضل الرّباط، الحديث: ۲۹۶۹

[۴] صحيح النسائي = كتاب الجهاد: باب فضل الرّباط، الحديث: ۲۹۷۱

''اللہ کی راہ میں ایک دن اسلامی سرحدوں پر ڈٹے رہنا دوسرے مقامات پر ایک ہزار دن کے قیام سے افضل و برتر ہے۔''

امام ابو داؤد اور امام ابن حبان نے امام ترمذی رحمہم اللہ علیہم کی طرح فضالۃ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۸۲] « كُلُّ الْمَيِّتِ يُخْتَمُ عَلَى عَمَلِهِ إِلَّا الْمُرَابِطَ فَإِنَّهُ يَنْمُو لَهُ عَمَلُهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَيُؤْمَنُ مِنْ فَتَّانِ الْقَبْرِ » [۱۴]

''ہر میت کے اعمال موت کے ساتھ ہی ختم ہوجاتے ہیں لیکن مرابط فی سبیل اللہ کے نیک اعمال قیامت تک بڑھتے اور نشوونما پاتے رہتے ہیں اور وہ فتنہ قبر سے بھی محفوظ و مامون ہوجاتا ہے۔''

چند الفاظ کے معانی:

- الرِّبَاطُ: سرحد پر جمے رہنا۔
- الْمُرَابِطُ: سرحد پر ڈٹے رہنے والا یا سرحد کے مورچوں میں مورچہ بند ہونے والا۔
- الرَّوْحَةُ: باب: رَاحَ يَرُوحُ (بروزن قَالَ، يَقُولُ) کا مصدر ہے۔اس کا معنی ہے'' شام کے وقت نکلنا۔''
- الغَدْوَةُ: غدا يغدو (بروزن دَعَا يَدْعُوا) سے الغدوۃ مصدر ہے۔اس کا معنی ہے'' صبح کے وقت نکلنا۔''
- الفُتَّانُ: فاتِنٌ کی جمع ہے۔اور فاتن کا معنی ہے۔'' فتنے میں مبتلا کرنے والا۔''
- الْفَتَّانُ: اسم مبالغہ کا صیغہ ہے۔اس کا معنی ہے'' بہت زیادہ فتنے میں مبتلا کرنے والا۔'' لیکن مذکورہ بالا حدیث میں یہ لفظ مصدر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔
- فِتْنَةَ القَبر: عذاب قبر۔
- جَرى عَلَيْه عَمَلُه: سے مراد اعمال کے اجر و ثواب کا جاری رہنا ہے نہ کہ اعمال۔جیسا کہ ابن حبان کی روایت میں اس کی وضاحت ہے۔[۱۵]

---

[۱۴] صحيح أبي داؤد= كتاب الجهاد: باب في فضل الرّباط، الحديث:۲۱۸۲

[۱۵] صحيح ابن حبّان= كتاب الجهاد: باب فضل الجهاد / ذكر البيان بأنّ المرابط إنّما يُجرى له أجرُ عمله لا عملُه، الحديث:٤٦٠٦

ترمذی اور ابو داؤد کی روایت ہے کہ ''اس کا عمل نشو و نما پاتا ہے'' اس کا مفہوم بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

سرحدوں پر ڈٹے رہنے کی خصوصیات:

حافظ ابن کثیر، عبد اللہ بن مبارک، حافظ ابن حجر، امام نووی، طبری، قرطبی، قاضی ابو ولید الباجی اور دیگر آئمہ و محدثین رحمھم اللہ تعالی کے اقوال اور امام بخاری اور ابن حبان کی کتابوں میں درج شدہ ابواب کے عنوانات کے مطابق سرحدوں پہ ڈٹنے والوں کے لئے مذکورہ احادیث سے درج ذیل خصوصیات ثابت ہوتی ہیں:

① رباط فی سبیل اللہ ہر دوسری عبادت حتیٰ کہ حرمین شریفین میں قیام کرنے سے بھی کئی درجے افضل و برتر ہے۔ اس لئے کہ رباط فی سبیل اللہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کے حکم میں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی تفسیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

[۵۸۳] ﴿ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ..... ﴾ [التوبة-۹:۱۹]

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور بیت اللہ کو آباد کرنا.....''

② موت کے بعد تمام نیک اعمال کے اجر و ثواب کا جاری و ساری رہنا سرحدوں پر ڈٹے رہنے والے کی منفرد خصوصیت ہے جس میں کوئی دوسرا شخص اس کا ہم پلہ نہیں ہے۔

نبی ﷺ کے اس فرمان کے مطابق:

[۵۸۴] « اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ » [1]

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین اعمال کے.....''

اس حدیث میں تین اعمال کی تخصیص ہے۔ لہٰذا اس سے تمام اعمال مراد لینا درست نہیں ہو سکتا۔

③ سرحدوں پر تعیناتی کی حالت میں فوت ہو جانے والے مجاہد کی یہ امتیازی شان اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی کے عین مطابق ہے جس میں ارشاد ہے۔

[۵۸۵] ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

[1] صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، الحدیث: ۱۶۳۱

يُرْزَقُوْنَ﴾ [آل عمران-۳:۱۶۹]

''جو اللہ کی راہ میں شہید ہوگئے ہیں انہیں مردہ مت خیال کرو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، ان کو روزی ملتی ہے۔''

⑦ عذاب قبر سے محفوظ و مامون رہنا اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔ یہ خصوصیت اس کی عملی تفسیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۵۸۶] ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ [الأنفال-۸:۷۴]

''ان کے لئے مغفرت اور اچھا رزق ہے۔''

مزید تفصیل کے لئے **ملاحظہ ہو**:

1. شرح النّووی:۲/۲۴۲
2. فتح الباری:۶/۴۲۵
3. تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۸۰-۴۸۶
4. قصیدة عبد الله بن مبارك فی الرّباط بحواله ابن كثير : ۱/ ۴۸۰-۴۸۶
5. تراجم أبواب البخاری فی فضل الرّباط والحراسة فی سبیل الله
6. تراجم ابن حبان كتاب الجهاد
7. تفسير القرطبی:۴/۲۰۷
8. كتاب الجهاد لعبد الله بن المبارك
9. نيل الأوطار :۷/۲۲۳
10. المنتقى شرح المؤطا:۱/ ۲۸۵+ وَصيَّةُ عمر فی مَعنى ﴿ إِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا.....﴾ المنتقى شرح المؤطا:۳/۱۶۵

اللہ تعالیٰ کے راستے میں صبح و شام نکلنا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۸۷] « لَغَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا » [1]

''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے ایک صبح کا نکلنا یا ایک شام کے لئے نکلنا پوری دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے زیادہ بہتر ہے۔''

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحيح البخاری= كتاب الجهاد، باب الغدوة والرّوحة فی سبيل الله ، الحديث: ۲۶۳۹+صحيح مسلم =كتاب الإمارة : باب فضل الغدوة والرّوحة فی سبيل الله تعالى ، الحديث: ۱۸۸۰

[۵۸۸] «اَلرَّوْحَةُ وَ الْغَدْوَةُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفْضَلُ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا» [۱۸]

''اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) شام اور صبح کا نکلنا پوری دنیا اور اس میں موجود تمام کائنات سے زیادہ افضل و برتر ہے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۸۹] «لَقَابُ قَوْسٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَ تَغْرُبُ وَ قَالَ: لَغَدْوَةٌ اَوْ رَوْحَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِمَّا تَطْلُعُ عَلَيْهِ الشَّمْسُ وَ تَغْرُبُ» [۱۹]

''جنت میں ایک کمان کے برابر جگہ ان تمام چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے اور اللہ کی راہ میں صبح و شام کا نکلنا بھی ان تمام چیزوں سے برتر ہے جن پر سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے۔''

امام بخاری اور امام ترمذی کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

[۵۹۰] «لَرَوْحَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ غَدْوَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اَوْ مَوْضِعُ قِيْدٍ ـــــ يَعْنِيْ سَوْطَهُ ـــــ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا وَ لَوْ اَنَّ اِمْرَاَةً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَ لَمَلَاَتْهُ رِيْحًا وَ لَنَصِيْفُهَا عَلٰى رَاْسِهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا» [۲۰]

''اللہ کی راہ میں ایک صبح یا شام کا نکلنا تمام دنیا اور اس میں موجود کل کائنات سے زیادہ بہتر ہے۔ تم میں سے کسی کی کمان یا اس کے ہاتھ کی چھڑی کے برابر جنت میں جگہ، دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ اہل جنت کی کوئی عورت اگر زمین کی طرف جھانک کر دیکھ لے تو ارض و سماء کے درمیان پوری کائنات کو (اپنے نور سے) روشن اور خوشبوؤں سے معطر کر دے۔ اس کے سر کا دوپٹہ یا سر پر لپیٹا جانے والا کپڑا حسن و جمال اور قدر و قیمت کے اعتبار سے پوری دنیا اور اس میں موجود کل کائنات سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔''

---

[۱۸] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب الغدوة والرّوحة فی سبیل الله، الحدیث: ۲۶۴۱+ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضل الغدوة والرّوحة فی سبیل الله تعالی، الحدیث: ۱۸۸۱

[۱۹] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب الغدوة والرّوحة فی سبیل الله، الحدیث: ۲۶۴۰+ صحیح مسلم = کتاب الإمارة: باب فضل الغدوة والرّوحة فی سبیل الله تعالی، الحدیث: ۱۸۸۳

[۲۰] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب الحور العین وصفتهن یحار فیها الطرف..... الحدیث: ۲۶۴۳، یہ حدیث سنن الترمذی میں بھی ہے۔

(یہ حدیث ''سورۃ الرحمان'' میں بیان کردہ حوران جنت کے اوصاف کی مزید تشریح کرتی ہے۔) امام ابن حبان رحمہ اللہ یوں روایت بیان کرتے ہیں:

[۵۹۱] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک سرحد پر مورچہ بند تھے۔ ان کے تمام ساتھی ساحل سمندر کی طرف گھبراہٹ کی حالت میں پناہ گزیں ہوگئے۔ پھر خطرہ ٹل جانے کی اطلاع کی گئی۔ مگر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بدستور اپنے مقام پر جمے رہے۔ ایک راہ گیر نے پوچھا: ابو ہریرہ! آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

« مَوْقِفُ سَاعَةٍ فِي سَبِيلِ اللهِ خَيْرٌ مِنْ قِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ عِنْدَ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ » [1]

''اللہ کی راہ میں ایک گھڑی کے لئے ٹھہرنا حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر کا قیام کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔''

اسی حدیث پر امام ابن حبان رحمہ اللہ نے جو عنوان قائم کیا ہے وہ یوں ہے۔

" ذِكْرُ تَفَضُّلِ اللهِ جَلَّ وَ عَلَا عَلَى الْوَاقِفِ سَاعَةً فِي سَبِيلِ اللهِ بِإِعْطَائِهِ خَيْرًا مِنْ مُصَادَفَةِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ بِالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ."

''یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک گھڑی ٹھہرنے والے پر اللہ کا فضل و کرم اس قدر زیادہ ہے کہ اس کو مسجد حرام میں لیلۃ القدر پالینے سے بھی بہتر اجر عطا فرمایا۔''

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

''اس حدیث میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک صبح یا شام کے مختصر سفر کو دنیا و مافیہا سے افضل و برتر قرار دے کر گویا جنت کی غیر محسوس اور ان دیکھی نعمتوں کو دنیا کی محسوس کی جا سکنے والی اور دیکھی بھالی نعمتوں کے درجے میں لا کر بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ بنی نوع انسان (جو کہ فطرتاً محسوس اور دیکھی بھالی اشیاء کی طرف راغب ہوتے ہیں) کے دل میں شوق اور رغبت پیدا کی جائے۔ وگرنہ تو یہ امر مسلم ہے کہ تمام دنیا اور اس کی نعمتیں جنت کے ایک ذرے کے برابر بھی نہیں ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اس معمولی محنت کا ثواب اللہ کی اطاعت و عبادت میں ساری دنیا کو صرف کر ڈالنے کے اجر و ثواب سے بڑھ کر ہے۔''

---

[1] صحیح ابن حبان= کتاب السیر: باب فضل الجهاد، الحدیث: ٤٥٨٤۔ المطبوعة: المكتبة الأثرية سانگلہ ہل، پاکستان

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دوسری بات کی تائید وہ حدیث بھی کرتی ہے جو عبد اللہ بن مبارک نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جہاد کے لئے ایک لشکر روانہ فرمایا۔ جس میں عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ تو وہ آپ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرنے کی غرض سے لشکر سے پیچھے رہ گئے۔ اختتام نماز پر آپ ﷺ نے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''تم لشکر میں شامل نہ تھے؟ عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ (ﷺ)! لیکن میں نے اس بات کو ترجیح دی کہ نماز آپ کی معیت میں ادا کرلوں اور میں لشکر کی منزل مقصود کو بخوبی جانتا ہوں۔ لہٰذا میں شام کو چل کر انہیں پالونگا۔'' تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۵۹۲] «وَ الَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِہٖ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ مَا اَدْرَکْتَ فَضْلَ غَدْوَتِہِمْ »[۲۲]

''اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تو روئے زمین کی تمام اشیاء بھی خرچ کر ڈالے تو ان کے صبح سویرے نکل جانے کی فضیلت کو حاصل نہ کر سکے گا۔''[۲۳]

حاصل کلام:

یہ ہے کہ جہاد کا مرتبہ و مقام جو نہایت عظیم الشان ہے اور جہاد کی طرف نکلنا تمام عبادات حتیٰ کہ نبی ﷺ کی اقتداء میں مسجد نبوی کے اندر نماز باجماعت سے بھی زیادہ اہم اور افضل ہے۔

راہ جہاد کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں:

سیدنا عبد الرحمٰن بن جبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[۵۹۳] «مَا اغْبَرَّتْ قَدَمَا عَبْدٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَمَسَّہُ النَّارُ »[۲۴]

''یہ نہیں ہوگا کہ کسی بندے کے دونوں قدم اللہ کی راہ میں چلتے ہوئے غبار آلود ہو جائیں اور پھر اس کو جہنم کی آگ مس کرے۔''

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

---

[۲۲] سنن الترمذی = أبواب الجمعة: باب ما جاء فی السفر یوم الجمعة، اس حدیث کو احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے مسند احمد بن حنبل، الحدیث: ۲۳۱۷، (۹۰/۴) یہ حدیث مسند احمد: ۱/۳۵۶ میں ہے۔

[۲۳] فتح الباری = ۶/۳۵۴ + کتاب الجهاد لابن المبارك: ۶۷ + البدر المنیر: ۱/۳۴

[۲۴] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب من اغبرّت قدماه فی سبیل الله، الحدیث: ۲۶۵۶، یہ حدیث سنن النسائی اور سنن الترمذی میں بھی ہے۔

[۵۹۴] «مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُمَا حَرَامٌ عَلَى النَّارِ» [۴۵]

''جس شخص کے دونوں قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں تو وہ جہنم کی آگ پر حرام ہو جائیں گے۔''

[۵۹۵] امام ابن حبان رحمہ اللہ نے تفصیل سے روایت کیا ہے کہ مالك بن عبد الله الخثعمی (جو سرزمین روم میں ایک جہادی قافلہ کے امیر تھے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے خچر کے آگے آگے پیدل سفر کر رہے ہیں۔ تو انہیں کہتے ہیں کہ اے ابو عبداللہ! اللہ نے تمہیں سواری دی ہے اس پر سوار ہو جاؤ۔ تو سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے: جس شخص کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔ پھر مالك بن عبد الله خثعمی نے دوبارہ بلند آواز سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کو سوار ہو جانے کی ہدایت کی تو انہوں نے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فرمان دہرایا جسے سن کر لوگ اپنی سواریوں سے نیچے کود پڑے۔ پھر اس دن سے زیادہ ہم نے کبھی پیدل چلنے والے نہ دیکھے تھے۔'' [۴۶]

امام بخاری نے اسی حدیث کے عنوان میں سورۃ التوبہ کی آیت: ۱۲۰ کو بھی دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

[۵۹۶] ﴿ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾

[التوبة- ۹: ۱۲۰]

''اہل مدینہ اور آس پاس کے دیہاتیوں کے لئے یہ جائز نہ تھا کہ وہ اللہ کے رسول سے (جہاد میں) پیچھے رہ جائیں اور اپنی جانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان سے زیادہ مرغوب جانیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ کی راہ میں کوئی پیاس، تکلیف اور بھوک نہیں لگتی۔ نہ وہ (مجاہدین) کفار کو غصہ دلانے والے کسی مقام کو روندتے ہیں اور نہ دشمنوں سے کوئی مراد

---

[۴۵] صحيح الترمذي= أبواب فضائل الجهاد. باب ما جاء فيمن اغبرت قدماه في سبيل الله عزّ وجلّ، الحديث: ۱۳۳۲

[۴۶] صحيح ابن حبان= كتاب السّير: باب فضل الجهاد، الحديث: ۴۵۸۵

حاصل کرتے ہیں مگر یہ کہ ان تمام صورتوں میں ان کے لئے عمل صالح لکھ دیا جاتا ہے۔
بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجروثواب ضائع نہیں کرتا۔"

◎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

لفظ "فی سبیل اللہ" کو مطلق طور پر استعمال کرنے سے شرعی طور پر صرف جہاد مراد ہوتا ہے۔ گویا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے صبح و شام کا نکلنا اور اس راستے میں چلنے پر محض قدموں کے غبار آلود ہونے پر جنت اور اس کی لازوال نعمتوں کے حصول کی خوشخبریاں اللہ تعالیٰ کے اس مذکورہ بالا فرمان اقدس کی تفسیر اور تشریح ہیں۔ [۴۷]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[۵۹۷] « لَا يَلِجُ النَّارَ رَجُلٌ بَكَى مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ حَتّٰى يَعُوْدَ اللَّبَنُ فِي الضَّرْعِ وَ لَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَ دُخَانُ جَهَنَّمَ » [۴۸]

"ایسا شخص نار جہنم میں داخل نہ ہوگا جو خشیت الٰہی سے رویا ہو حتیٰ کہ دودھ تھنوں میں واپس لوٹ آئے اور اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور جہنم کا دھواں یکجا نہیں ہوں گے۔"

ایک روایت میں الفاظ یوں ہیں:

[۵۹۸] «لَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ فِي مَنْخَرَي مُسْلِمٍ اَبَدًا » [۴۹]

"اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور جہنم کا دھواں کسی مسلمان شخص کے نتھنوں میں کبھی جمع نہ ہونگے۔"

اللہ کے راستے میں پہرہ دینے کی اہمیت وفضیلت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[۵۹۹] «تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ وَ عَبْدُ الْخَمِيْصَةِ ، اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَ سَخِطَ ـ تَعِسَ وَ انْتَكَسَ وَ اِذَا شِيْكَ فَلَا انْتَقَشَ ..... طُوْبٰى لِعَبْدٍ آخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهِ

---

[۴۷] فتح الباری = ۶/ ۳۶۹

[۴۸] صحیح الترمذی = أبواب فضائل الجهاد: باب ما جاء فی فضل الغبار فی سبیل الله عزّ وجلّ، الحدیث: ۱۳۳۳ + وأبواب الزهد: باب ما جاء فی فضل البکاء من خشیة الله، الحدیث: ۲۴۸۷ + صحیح النسائی = کتاب الجهاد: باب فضل من عمل فی سبیل الله علی قدمه، الحدیث: ۲۹۱۰، ۲۹۱۸

[۴۹] صحیح النسائی = کتاب الجهاد: باب فضل من عمل فی سبیل الله علی قدمه، الحدیث: ۲۹۱۰

فِی سَبِیلِ اللّٰہِ اَشْعَثَ رَاْسُہٗ مُغْبَرَّۃٍ قَدَمَاہُ ..... اِنْ کَانَ فِی الْحِرَاسَۃِ کَانَ فِی الْحِرَاسَۃِ وَ اِنْ کَانَ فِی السَّاقَۃِ کَانَ فِی السَّاقَۃِ وَ اِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ یُؤْذَنْ لَہٗ وَ اِنْ شَفَعَ لَمْ یُشَفَّعْ »[۳۰]

"درہم و دینار اور منقش چادروں کا (حریص) بندہ نامراد ہوتا ہے۔ اگر اسے اس کی طلب و حرص دے دی جائے تو خوش و خرم وگرنہ ناراض۔ وہ نامراد و خائب ہے۔ جب اسے کوئی کانٹا چبھ جائے (یعنی مصیبت میں گرفتار ہو) تو نہ نکالا جائے۔ وہ بندہ بہت ہی خوش حال ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اللہ کی راہ میں موجود ہے، پراگندہ سر اور غبار آلود پاؤں والا ہے۔ اگر پہرہ پر ہو تو اس کا حق ادا کرتا ہے اور اگر قافلے اور لشکر کے پیچھے ڈیوٹی لگ جائے تو وہاں ڈیوٹی سرانجام دیتا ہے۔ اگر کہیں داخل ہونے کی اجازت مانگے تو اسے اجازت نہیں دی جاتی اور اگر کسی کی سفارش کرے تو قبول نہیں کی جاتی یعنی دنیاوی وقار سے عاری مگر دین حق کا مجاہد و غازی ہوتا ہے۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

[۶۰۰] « کَانَ النَّبِیُّ ﷺ : سَہِرَ ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ قَالَ لَیْتَ :« رَجُلًا صَالِحًا مِنْ اَصْحَابِی یَحْرُسُنِی اللَّیْلَۃَ» اِذْ سَمِعْنَا صَوْتَ سِلَاحٍ۔ فَقَالَ :«مَنْ ھٰذَا ؟» فَقَالَ اَنَا سَعْدُ ابْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) جِئْتُ لِاَحْرُسَکَ وَ نَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ »[۳۱]

"ایک رات رسول اللہ ﷺ نے بیداری میں گزاری، مدینہ پہنچنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: کاش! میرے صحابہ میں سے کوئی صالح مرد رات کو میرے لئے پہرے پر ہوتا۔ اسی دوران ہم نے ہتھیاروں کی کھنکھناہٹ سنی تو آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو وہ بولے میں سعد بن ابی وقاص ہوں۔ آپ کے پہرے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔"

صحیح مسلم کی حدیث میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے پوچھا:

[۶۰۱] « مَا جَاءَ بِکَ؟ قَالَ وَقَعَ فِی نَفْسِی خَوْفٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَجِئْتُ اَحْرُسُہٗ فَدَعَا لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَامَ »[۳۲]

---

[۳۰] صحیح البخاری = کتاب الجهاد: باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله ، الحدیث: ۲۷۳۰

[۳۱] صحیح البخاری= کتاب الجهاد: باب الحراسة فی الغزو فی سبیل الله، الحدیث: ۲۷۲۹ + صحیح مسلم = کتاب فضائل الصحابة: باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه، الحدیث: ۲۴۱۰

[۳۲] صحیح مسلم= کتاب الفضائل الصحابة: باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی الله عنه ،الحدیث: ۲۴۱۰

''تم کیسے آئے ہو؟ تو سعد نے عرض کیا: میرے دل میں آپ کے بارے میں خطرے کا احساس پیدا ہوا تو میں آپ کی پہرہ داری کے لئے حاضر ہوگیا ہوں۔ اس پر آپ ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی اور سو گئے۔''

◎ امام نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: [۶۰۲] ﴿ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ [المائدة=۵:۶۷] (اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت کرے گا۔) کے نزول سے قبل آپ ﷺ کے لئے پہرہ کا انتظام کیا جاتا تھا۔ لیکن آیت مذکورہ کے نزول پر آپ ﷺ نے صحابہ کو اپنا پہرہ دینے سے منع فرمایا۔

جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ احادیث بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر المومنین اور تمام مسلمانوں کا پہرہ نہ صرف جائز بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کا اہم حصہ ہے۔ یہ اللہ پر توکل کے منافی نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[۶۰۳] ﴿ خُذُوا حِذْرَكُمْ ﴾ [النساء=۴:۷۱، ۱۰۲] ''اپنی احتیاط کو لازم پکڑو۔''

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا:

درہم و دینار اور منقش اور دلفریب چادروں کے پرستار بلند حوصلے سے محروم اور حرص کے بندے ہوتے ہیں۔ جن کا مقصدِ حیات دولت جمع کرنا اور انواع و اقسام کے جوڑے زیب تن کرنا ہوتا ہے۔ دراصل ایسے لوگ ہی بلند مقاصد کے حصول میں ناکام و نامراد رہتے ہیں۔ نبی ﷺ کی ان کے حق میں یہ بددعا ہے کہ:

''جب اسے کوئی کانٹا چبھ جائے تو نہ نکالا جائے۔''

اس بددعا میں ان کے برے انجام کی ترجمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ پھر وہ ناپاک گڑھے کی گہرائی میں جا گرتے ہیں اور فاسد اغراض کی ذلت آمیز دلدل سے نجات پانے کے قابل ہی نہیں رہتے۔ جبکہ بہترین، خوش بخت اور خوشحال مومن وہ ہے کہ اجتماعی امور میں کسی منصب اور مرتبے کا خود طلبگار نہ ہو بلکہ اسے جہاں، جس وقت اور جس عمل کے لئے مامور کیا جائے وہ اپنے فرائض منصبی کو بطریق احسن سرانجام دے۔'' [۳۳]

[۳۳] شرح النووی: ۲/ ۲۸۰ + فتح الباری: ۶/ ۴۲۱-۴۲۳

مذکورہ بالا حدیث کی ایک سند کے الفاظ یوں ہیں:

''وہ اگر اجازت چاہے تو اجازت نہیں دی جاتی اور کسی کی سفارش کرے تو قبول نہیں کی جاتی۔''

یہ الفاظ واضح کر رہے ہیں کہ وہ مجاہد لوگوں کی نظروں میں بڑے مرتبے والا اور مقبول و مشہور نہیں بلکہ متواضع، منکسر المزاج، مسکین اور گمنام ہے۔

طوبیٰ کا معنیٰ:

یہ لفظ باب :طَابَ یَطِیْبُ سے :اسم تفضیل مؤنث "فُعْلٰی" کے وزن پر ہے۔یہ ایک محذوف موصوف کی صفت ہے اور موصوف محذوف "خَصْلَةٌ "ہے۔یعنی : خَصْلَةٌ طُوبٰی لِعَبْدٍ..... مذکورہ شخص بہت ہی خوش حال اور عمدہ خصلت کا مالک ہے۔ یا نبی ﷺ کی طرف سے اس کے لئے دخول جنت کی دعا ہے۔کیونکہ طوبیٰ جنت کے ایک عالی شان درخت کو بھی کہتے ہیں۔'' [۳۴]

امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی حدیث کی کتابوں میں یوں عنوان قائم کئے ہیں'' اللہ کے راستے میں پہرہ دینے کی فضیلت اور اس آنکھ کا ثواب جو اللہ کے راستے میں بیدار رہتی ہے۔'' ان عنوانات کے تحت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

[٦٠٤] « عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ: عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَ عَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ » [۳۵]

''دو آنکھوں کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی :ایک وہ آنکھ جو خشیت الٰہی سے روتی ہو، دوسری وہ جو رات بھر اللہ کی راہ میں پہرہ دیتی رہی۔''

[٦٠٥] امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں غزوہ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو پہاڑ کی گھاٹیوں میں

---

[۳۴] فتح الباری: ٦/ ٤٢٣

[۳۵] صحیح الترمذی= أبواب فضائل الجهاد: باب فضل الحرس في سبيل الله عزّ وجلّ، الحديث: ١٣٣٨+ صحيح النسائي= كتاب الجهاد: باب ثواب عين سهرت في سبيل الله عزّوجلّ، الحديث: ٢٩٢٠

پہرہ داری کیلئے مقرر فرمایا۔ صبح ہونے پر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: «هَلْ نَزَلْتَ اللَّيْلَةَ ؟ » '' کیا تو رات کو اپنی سواری سے نیچے اترا ہے؟ تو اس نے عرض کیا: « لَا إِلَّا مُصَلِّيًا أَوْ قَاضِيًا حَاجَةً » '' میں نماز یا قضائے حاجت کے علاوہ سواری سے نیچے نہیں اترا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «فَقَدْ أَوْجَبْتَ فَلَا عَلَيْكَ أَنْ لَا تَعْمَلَ بَعْدَهَا » '' تو نے (اپنے لئے جنت) واجب کر لی۔ اس کے بعد تو اگر کوئی بھی نیک عمل نہ کرے تو تیرے لئے کوئی نقصان نہیں۔'' [۳۶]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اور امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں سورۂ آل عمران کی آیت: [۲۰۰] ﴿ وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا..... ﴾ '' تکالیف میں بھی اللہ کے دین پر جمے رہو اور اسلامی سرحدوں پر مورچہ بند رہو۔'' کا تذکرہ کیا ہے۔

اس آیت کی تشریح و تفسیر میں اللہ کے راستہ پہرہ دینے اور مورچوں پر ڈٹے رہنے کے فضائل میں متعدد احادیث کا حوالہ دیا ہے۔ مثلاً امام ابن ماجہ رحمہ اللہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[۲۰۷] « مَنْ مَاتَ مُرَابِطًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُجْرِيَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ الصَّالِحُ الَّذِي كَانَ يَعْمَلُهُ وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ وَ أَمِنَ الْفَتَّانَ وَ بَعَثَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ آمِنًا مِنَ الْفَزَعِ » [۳۷]

''جو شخص سرحدوں پر مورچہ بندی کی حالت میں فوت ہو جائے تو اس کا نیک عمل، جسے وہ دنیا میں کرتا تھا جاری رکھا جائے گا، اس کا رزق بھی جاری کر دیا جائے گا، عذاب قبر سے محفوظ کر لیا جائے گا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو سب سے بڑی پریشانی سے بھی محفوظ رکھے گا (یعنی قیامت کے دن کا سب سے بڑا خوف جو ہر نیک و بد پر طاری ہوگا اس سے وہ بے خوف ہوگا)

◎ قرطبی رحمہ اللہ ابن عطیہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" وَ الْقَوْلُ الصَّحِيحُ هُوَ أَنَّ الرِّبَاطَ هُوَ الْمُلَازَمَةُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، أَصْلُهَا مِنْ رَبْطِ الْخَيْلِ..... وَ نَاقِلًا عَنِ الْخَلِيلِ اللُّغَوِيِّ قَالَ: الرِّبَاطُ مُلَازَمَةُ الثُّغُورِ وَ مُوَاظَبَةُ

---

۳۶ صحیح أبي داؤد= كتاب الجهاد: باب في فضل الحرس في سبيل الله تعالى ، الحديث: ۲۵۰۱، اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ نے السنن الکبری میں روایت کیا ہے۔

۳۷ صحیح ابن ماجة = كتاب الجهاد: باب فضل الرباط في سبيل الله ، الحديث: ۲۲۳۶

الصَّلٰوةِ اَيْضًا ..... وَ مِنْ اَعْظَمِها وَ اَهَمِّهَا ارْتِبَاطُ الْخَيْلِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ فِي التَّنْزِيلِ فِيْ قَوْلِهِ :[٦٠٨]﴿ وَ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ..... ﴾ [الانفال=٨: ٦٠] وَ ارْتِبَاطُ النَّفْسِ عَلَى الصَّلَوَاتِ كَمَا قَالَ النبی ﷺ ـــ وَ لَا عِطْرَ بَعْدَ عَرُوْسٍ ـــ » [۳۸]

''صحیح قول یہی ہے کہ'' رباط'' اللہ کی راہ میں پابند رہنے کا نام ہے ۔جس کا اصل تعلق گھوڑے باندھنے سے ہے۔لغت کے امام خلیل لغوی سے منقول ہے کہ'' رباط'' سرحدوں میں پابند رہنے اور نمازوں پر باقاعدگی اور پابندی کرنے کا نام ہے ۔اہم ترین اور عظیم ترین'' رباط'' اللہ کی راہ میں گھوڑے باندھنا ہے ۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: '' اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے گھوڑے تیار رکھو'' اور'' نفس کو نمازوں کی باقاعدگی میں پابندی کرانا '' رباط کا دوسرا شرعی معنیٰ ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' نمازوں کی پابندی کرنا بھی رباط ہے۔''مشہور ضرب المثل ہے کہ'' دلہن کی خوشبو سے بڑھ کر تو کوئی خوشبو نہیں ہوتی یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے مقابلے میں سب اقوال ہیچ ہیں۔''

رباط فی سبیل اللہ کا دوسرا شرعی معنیٰ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[٦٠٩] « اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَا يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَ يَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ ۔ قَالُوا: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! قَالَ إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَ كَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَ انْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ » [۳۹]

'' کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹا دیتا ہے اور درجات کو بلند فرما دیتا ہے ؟ صحابہ نے عرض کیا: ہاں کیوں نہیں ،یا رسول اللہ (ﷺ) ! آپ نے فرمایا: شدید سردی اور دیگر عوارض کے باوجود وضو کو مکمل کرنا، مساجد کی طرف زیادہ چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری کے انتظار میں رہنا۔ یہ تمہارا رباط ہے، یہ تمہارا

---

[۳۸] تفسیر القرطبی: ٤/ ٢٠٦-٢٠٨، تفسیر ابن کثیر: ١/ ٤٨٢-٤٨٣

[۳۹] صحیح مسلم= کتاب الطّهارة :باب فضل إسباغ الوضو علی المکاره ، الحدیث: ٢٥١۔ اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

رباط ہے۔"

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں اور امام ابوولید الباجی رحمہ اللہ نے المنتقی شرح المؤطا میں مندرجہ بالا حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ" لغت اور شریعت کے اعتبار سے اصل اور حقیقی رباط تو سرحدوں میں پابند رہنا ہے، تاہم اس صحیح حدیث کی بناء پر نمازوں کے انتظار میں پابند رہنا بھی شرعی رباط ہے۔"

اس کی مثال وہ آیت تطہیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

[٦١٠] ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾ [الاحزاب-۳۳:۳۳]

"سوائے اس کے نہیں اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ تم سے پلیدگی دور کردے، اے اہل بیت رسول (ﷺ) اور تم کو اچھی طرح پاک کردے۔"

اس آیت کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے:

[٦١١] «اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي» [1]

"اے اللہ یہ (علی، فاطمہ، حسن، اور حسین رضی اللہ عنہم) بھی میرے اہل بیت ہیں۔"

قرآن کے سیاق و سباق سے تو یہ ہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ اہل بیت دراصل رسول اللہ ﷺ کی بیگمات ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کے مطابق مذکورہ حضرات بھی اس میں شامل ہیں۔ بالکل اسی طرح قرآن مجید کی صریح عبارت یہی بتلاتی ہے کہ دشمن کے مقابلے میں جم جانا ہی حقیقی اور شرعی رباط ہے لیکن جس حدیث میں نمازوں کے انتظار کو بھی رباط کہا ہے اس حدیث کے مطابق نمازوں کا انتظار بھی شرعی رباط ہے۔

مزید تفصیل کے لئے **ملاحظہ ہو:**

1. شرح النّووی: ۱/ ۱۲۷
2. تفسیر القرطبی: ٤/ ۲۰٦
3. المنتقی شرح المؤطا=کتاب الصلوۃ: باب انتظار الصّلوۃ: ۱/ ۲۸۵
4. الکشّاف للزّمخشری: ۱/ ٤٦۰
5. فتح القدیر للشّوکانی: ۱/ ٤١٥،٤١٦
6. منار السّبیل: ۱/ ۲۸٦

---

[1] صحیح التّرمذی= کتاب المناقب: باب مناقب أهل بیت النّبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم، الحدیث: ۲۹۷۹+صحیح مسلم= کتاب فضائل الصّحابة: باب من فضائل علي ابن أبي طالب رضی اللّٰه عنه، الحدیث: ٢٤٠٤

مذکورہ آیات واحادیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

① جہاد کے لئے سرحدوں میں گھوڑے باندھے رکھنا جہاد کی تیاری کا دوسرا اہم باب ہے اور اس کے فوائد وثمرات بھی بعینہ وہی ہیں جو دیگر اقسام کی تمام قوتوں اور طاقتوں کے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''ان کافروں کے لئے اپنی طاقت کے مطابق قوت تیار رکھو اور گھوڑے بھی باندھے رکھو۔'' [الانفال ۸: ۶۰] لہٰذا جو فوائد دیگر تمام قسم کی ''قوت'' کے ہیں وہی فوائد گھوڑے باندھنے کے ہیں۔

② جہاد کی تیاری، قوت و طاقت کا مہیا رکھنا، گھوڑے باندھے رکھنا بلا امتیاز اور بلا تفریق امت کے ہر عاقل، بالغ اور غیر معذور مرد پر فرض عین ہے۔ اس کے لئے کسی حالت میں بھی کسی مخلوق کی اجازت کی کوئی شرط اور قید نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے احکامات عام ہیں۔ جہاد کو نکلنے کے لئے فرض عین ہونے کی شرائط و قیود کا اطلاق ان پر اس لئے نہیں ہو سکتا کہ جنگ کے لئے نکل پڑنا اور دشمن کا باقاعدہ آمنا سامنا جہاد کا بالکل آخری مرحلہ ہے۔ جہاد کی تیاری ان سے قطعی مختلف ہے کیونکہ یہ ابتدائی مرحلہ ہے۔ فرائض کی تعلیم کا حاصل کرنا، چونکہ ہر مسلمان مرد پر فرض ہے اس لئے ہر شخص اس کا پابند ہے۔

③ آخرت کی کامیابی اور کامرانی کا حصول درج ذیل چار مراحل کو طے کرنے پر موقوف ہے:

① اللہ کی اطاعت میں صبر سے کام لینا۔

② اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا۔

③ اللہ کے راستے میں سرحدوں پر جمے رہنا۔

④ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا۔

④ سورہ آل عمران کی آیت نمبر: ۲۰۰ [۶۱۲] ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا﴾ میں صبر انفرادی عمل ہے۔ جبکہ اسی آیت میں ﴿صَابِرُوا وَ رَابِطُوا﴾ میں ایک دوسرے کی تکالیف پر ثابت قدم رہنا اور سرحدوں پر جمنا مقابلے کے اعمال ہیں، جن میں دوسرے کی شرکت ضروری ہے۔ ان الفاظ سے ایک دوسرے کے مقابلے میں ثابت قدم رہنا اور سرحدوں پر ڈٹے رہنا مراد ہے۔ لہٰذا لغت اور نحو کے قواعد اور شرعی نصوص کے مطابق ان اعمال کا

بمقابلہ دشمن ہونا تسلیم شدہ معاملہ ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"صَابِرُوا الْعَدُوَّ وَ رَابِطُوا الْخَيْلَ"

دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہو اور گھوڑے باندھے رکھو۔"

⑤ اللہ کے راستے میں ایک دن کا "رباط" دنیا اور دنیا کی ہر چیز کو اللہ کی اطاعت میں صرف کردینے سے زیادہ افضل ہے۔ دنیا و مافیہا کی تمام نعمتیں جنت میں ایک چھڑی رکھنے کے برابر جگہ سے بھی کمتر اور ہیچ ہیں۔ اسی طرح ایک دن کا "رباط فی سبیل اللہ" ایک ہزار ماہ کے قیام وصیام سے زیادہ بہتر ہے۔ بلکہ بیت اللہ میں عبادت کرنے سے بھی افضل و برتر ہے۔ شیخ تقی الدین نے اس پر اجماع ذکر کیا ہے۔[۱]

⑥ اللہ کی راہ میں سرحدوں پر پہرہ دینے والا حالت رباط میں فوت ہوجائے تو اس کے تمام نیک اعمال کا بلحاظ اجر وثواب جاری رہنا، جنت سے رزق کا حاصل ہونا اور عذاب قبر سے محفوظ ہونا اس کی امتیازی خصوصیات ہیں۔

⑦ اللہ کی راہ میں ایک صبح یا شام کو نکلنا بھی دنیا اور دنیا کی تمام نعمتیں اللہ کی راہ میں صرف کردینے سے افضل و برتر ہے۔ جنت میں ایک کمان کے برابر یا ایک ہاتھ برابر جگہ پوری کائنات سے زیادہ اعلیٰ و افضل ہے۔

⑧ اہل جنت بالخصوص مجاہدین کو عطا کی جانے والی حوروں کا حسن و جمال اور ان کی طہارت و نفاست بے مثال و لا زوال ہے۔

⑨ ایک گھڑی بھر کا "رباط فی سبیل اللہ، بھی حجر اسود کے پاس لیلۃ القدر کے قیام سے افضل ہے۔

⑩ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے غبار آلود ہونے والے قدموں پر جہنم کی آگ حرام کردی گئی ہے۔

⑪ خوف الٰہی سے رونے والی اور اللہ کی راہ میں پہرہ دینے والی آنکھیں دوزخ کی آگ میں کبھی داخل نہ ہونگی۔ اسی طرح اللہ کی راہ میں پڑنے والا غبار اور جہنم کی آگ کا دھواں مسلمان کے نتھنوں میں کبھی جمع نہ ہونگے۔

⑫ درہم و دینار اور دنیا کے دیگر خوبصورت نقوش کے پرستار ذلیل و خوار اور انجام کار میں

---

[۱] منار السبیل: ۱/ ۲۸۶

ناکام و نامراد ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں جنت کی نعمتوں کا متمنی مجاہد فی سبیل اللہ ہے (کہ وہ امیر کی سمع و طاعت کرتے ہوئے) پہرے پر کھڑا کیا جاتا ہے تو وہاں ڈیوٹی دیتا ہے۔ لشکر چلانے پر مامور ہے تو وہیں فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ یعنی ہر فریضہ کا حق ادا کرتا ہے۔ شہرت و مقبولیت کا دلدادہ نہیں۔

⑬ مجاہدین کی پہرہ داری رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ اور خوف و ہراس کی حالت میں امیر کو اس میں پیش قدمی کرنی چاہئے۔

⑭ اللہ کے راستے میں پہرہ دینا جنت میں جانے کا باوثوق اور لازمی ذریعہ ہے۔

⑮ ایک نماز پڑھ لینے کے بعد اگلی نماز کا انتظار کرنا بھی رباط فی سبیل اللہ ہے۔ لیکن اللہ کے راستے میں گھوڑے باندھنے اور سرحدوں پر ڈٹے رہنے والے ''رباط'' کے ساتھ اس کا کوئی مقابلہ نہیں۔ جب جہاد فی سبیل اللہ والا رباط فرض عین ہوگا تو غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنی قریظہ کی طرح جہاد مقدم اور نمازیں مؤخر ہونگی۔

⑯ اللہ کے راستے میں مورچہ بند ہونے والا وہ شخص ہے جو محض جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے سرحدوں پر پابند رہے۔ لیکن جو لوگ سرحدوں کے باشندے ہیں وہ اس میں شامل نہیں۔ اِلّا یہ کہ سرحدیں غیر محفوظ ہوں اور وہ اس حالت میں نیک نیت کے ساتھ وہاں مقیم رہیں۔[۲۲]

⑰ افضل ترین رباط وہ ہے جس میں خوف و خطرہ زیادہ ہو۔ اس لئے کہ بخاری میں حدیث رسول ہے:

[۶۱۳] «اِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ»[۲۳]

''مگر وہ آدمی جو خطرہ محسوس کرتے ہوئے اپنی جان اور اپنے مال کو لے کر نکلتا ہے۔ پھر واپس کچھ بھی نہیں لے کر آتا اور جمہور فقہاء کا بھی یہی قول ہے۔''[۲۴]

⑱ قرآن وسنت کے پختہ دلائل کے مطابق دین اسلام میں صبح و شام کے مبارک سفر اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے سرحدوں پر مورچہ بند رہنا ہی اصل رباط ہے۔ جس کے فضائل

---

[۲۲] تفسیر القرطبی: ۴/۲۰۶

[۲۳] صحیح البخاری= کتاب العیدین: باب فضل العمل فی أیام التشریق، الحدیث: ۹۲۶

[۲۴] منار السبیل: ۱/۲۸۶

ومناقب کوسستی کے مارے ہوئے کم ہمت، نالائق اور نا اہل افراد امت نے بے خوف و خطر دعوت وتبلیغ میں مشغول رہنے پر چسپاں کر دیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے خود ساختہ دین کی بنیاد استوار کر لی۔ ان کے خلاف جہاد بذات خود ایمان کے مکمل ہونے کی شرط ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ میرے بعد کچھ ایسے ناخلف اور نالائق پیدا ہو جائیں گے:

[٦١٤] «يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ.....»

"وہ جو باتیں کریں گے ان پر وہ عمل نہیں کریں گے اور وہ کریں گے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا ہوگا۔ جو ان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے....." [1]

((.....⊛⊛⊛⊛⊛.....))

باقی حصہ جلد نمبر ۲ اور ۳ پر دیکھیں۔

[1] تخریج کے لئے دیکھئے الرقم المسلسل: ۳۰

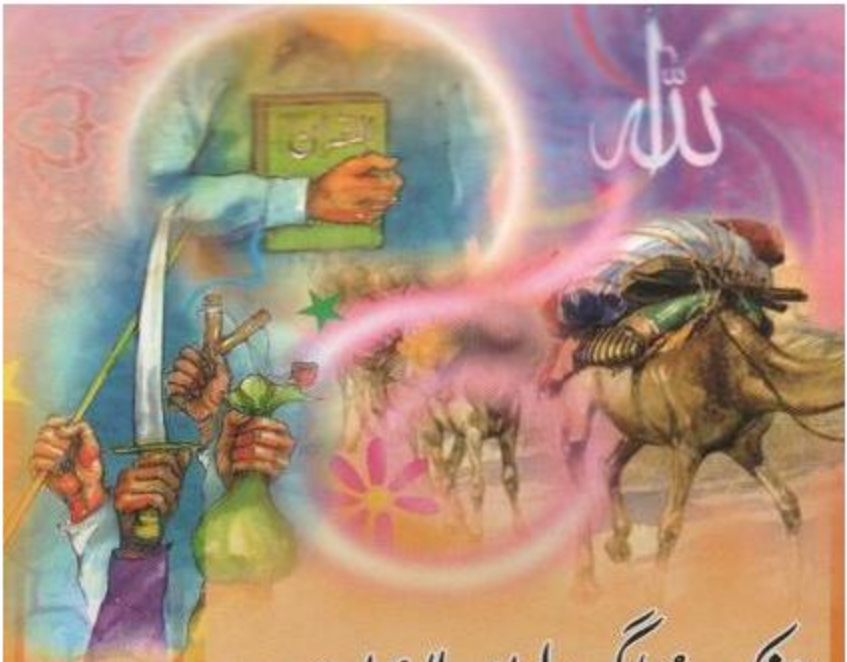

بیشک وُہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت
کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ
اللہ کی رحمت کے اُمیدوار (مستحق)
ہیں اور اللہ معاف کرنیوالا مہربان ہے

(البقرہ 2/ آیت 218)